حبیب الفتاویٰ

جدید ترتیب تعلیق وتخریج

حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی

تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل و مدلل حبیب الفتاویٰ (جلد سوم)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفر نگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبد العلیم ـ 7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیو بند ـ 9412558230

ملنے کے پتے
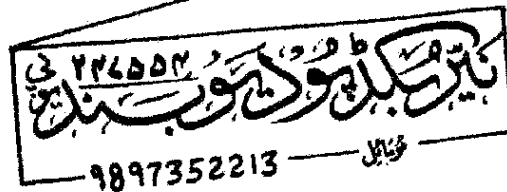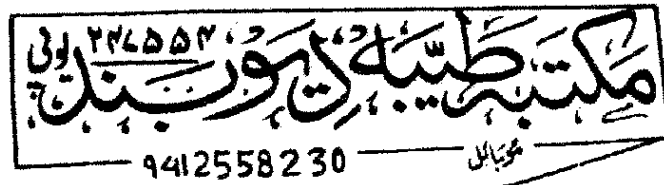
whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک کتب خانہ **مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

21/اگست 2020

محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم!

مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

والسلام

من کبار فضلاء دار العلوم دیوبند الهند، شیخ الحدیث و صدر مفتی المؤسس ورئیس الجامعة الاسلامیة مهذب فور اعظم جراه اتر ابرادیش الهند، ورئیس دارالافتا والقضاء والبحوث الاسلامیه، و صاحب الفتاویٰ المسمی "بحبیب الفتاویٰ" والمقالات العلمیه والفقهیه والتصانیف المتداوله، وعضو المجمع الفقه الاسلامی الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من کبار مشائخ الهندیه

اجمالی فهرست

✪✪✪

فہرست مضامین

کتاب النکاح

✪✪✪✪

کتاب الصوم

ٹیلیفون، ریڈیو، وائرلیس کے ذریعہ چاند کی اطلاع معتبر ہے یا نہیں؟

سوال (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہم لوگ ایسے جزیرہ کے باشندے ہیں جہاں اکثر آسمان ابرآلو دہوتا ہے چاند کا مسئلہ اکثر رمضان میں منازعت کی صورت اختیار کرجاتا ہے ۲۹ تاریخ کو رویت بہت مشکل بلکہ بسا اوقات غیر ممکن ہوجاتی ہے ایسی صورت میں ہم لوگ ۳۰ دن پورا کرکے روزہ یا عید منائیں یا ریڈیو، ووائرلیس وٹیلیفون کی خبر معتبر مان کر اس پر عمل کریں ہمارے علاقہ سے کلکتہ ومدارس ۱۲۰۰ کلو میٹر دوری پر واقع ہے اور ملیشیا دوسرا ملک ہے جو ان دونوں سے قریب تر ہے ان علاقوں سے خبریں صرف ریڈیو یا ٹیلیفون ہی کے ذریعہ موصول ہوسکتی ہیں۔

ریڈیو یا وائرلیس کی خبر از روئے شرع معتبر ہے یا نہیں ملیشیا کی رویت جو دوسرا ملک ہے ہمارے علاقے کے لئے معتبر ہوگی یا نہیں خبر رویت کے لئے مسافت کی قید ہے علی الاطلاق مذکورہ بالا امور بالتفصیل مع الدلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہَ رمضان عید الفطر عید الاضحیٰ کے دن وہی ہیں جس کو تم رمضان عید الفطر عید الاضحیٰ کا دن قرار دو" **وعن ابی ھریرۃ** رضی اللہ عنہ **ان النبی** صلی اللہ علیہ وسلم **قال الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحی یوم تضحون**"۔(۱)

اسی طرح ایک دوسری روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو اور روزہ نہ چھوڑو جب تک شوال کا چاند نہ دیکھ لو اگر چاند ابر کی وجہ سے نظر نہ آئے تو حساب لگالو یعنی تیس دن پورے کرلو **لا تصوموا حتی**

ترؤا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا (بخاری ج ا ص ۲۵۶) (۲)

صوموا لرویته وافطر والرویته فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین۔ (مراقی الفلاح ص ۳۵۴) (۳)

غرضیکہ جب آپ حضرات ایسی جگہ ہیں کہ وہاں ہمیشہ ابر رہتا ہے تو مذکورہ بالا حدیث کے مطابق روزہ رکھیں اور عید کی نماز ادا کرلیں اور اگر شرعی ضابطہ کے مطابق رویت کی خبر کہیں سے آجائے تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے تار ریڈیو، اور وائرلیس کے اندر چونکہ شرعی شرائط نہیں پائے جاتے اس لئے اس کی خبر معتبر نہیں اور اس کی خبر پر عمل کرنا درست نہیں ٹیلیفون کی خبر بچند شرائط معتبر ہے۔

مخبر عادل ہو مسلمان ہو اس کی آواز پہچانتے ہوں۔ خبر میں تزویر کا احتمال نہ ہو اس س واقف ہوں۔ خبر میں کذب کا احتمال نہ ہو ان تمام شرائط کے ساتھ رمضان کے لئے اس کی خبر معتبر ہے۔ عید کے لئے ان شرائط کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں چونکہ عید کی رویت کی تسلیم کے تین طریقے ہیں شہادت علی الرویۃ شہادت علی الشہادۃ شہادت علی قضاء القاضی لہٰذا جب تک لفظ شہادت کا استعمال نہ ہو اور رویت کی اطلاع بطریقۂ شہادت نہ دے اس وقت تک اس اطلاع پر عمل نہیں کیا جاسکتا نیز محض ایک شخص ٹیلیفون کا بھی اعتبار نہیں بلکہ چار پانچ آدمی کا ٹیلیفون آوے اور سب شہادت دیں اور مذکورہ شرائط کی پابندی بسی ہو تب جا کر عید کے لئے ٹیلیفون سے آئی ہوئی اطلاع معتبر ہوگی ورنہ نہیں۔

ہر اس ملک کی اطلاع مانی جاسکتی ہے (اگر شرعی شرائط وضوابط کا لحاظ رکھا گیا ہے) جس میں اتنا فاصلہ نہ ہو کہ اس جگہ کی رویت کے اعتبار کے نتیجہ میں مہینے کے اٹھائیس دن رہ جائیں یا اکتیس دن ہو جائیں اگر اتنا فاصلہ ہو تو پھر معتبر نہیں۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ترمذی شریف ج:۱، ص:۱۵۰۔ مکتبہ بلال دیوبند۔

(۲) بخاری شریف: ج:۱، ص:۲۵۶۔ یاسر ندیم دیوبند۔

(۳) بخاری شریف: ج:۱ص:۲۵۶۔ یاسر ندیم دیوبند۔

مراقی الفلاح:ص:۶۳۶۔ دار الکتاب۔

(۴) قال شمس الائمة الحلوانی: الصحیح من مذهب أصحابنا أن الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین أهل البلدة الأخری، یلزمهم حکم هذه البلدة۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ج:۳، ص:۳۶۶۔ زکریا دیوبند)۔

روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ ادا کردے

سوال (۳۸۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے اندر کہ زید نے رمضان المبارک کے دو روزے چھوڑ دیئے بیماری کی وجہ سے نیز ہر وقت بیماری میں مبتلا ہے تو وہ کیا کرے آیا فدیہ دے یا نہیں۔ اطمینان بخش جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فدیہ اگر دینا چاہتا ہے تو دیدے لیکن اس کے بعد اگر صحت حاصل ہوگئی اور روزہ رکھنے پر قادر ہوگیا تو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ (کذا فی ملتقی الابحر ج ا ص ۲۵۱)

وإن قدر علی الصوم بعد ذالك ای بعد ما فدی لزمه القضاء لأنه یشترط لجواز الخلف وهو الفدیة دوام العجز.(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ملتقی الابحر: ج:۱، ص:۲۰۳۔ مؤسسة الرسالة۔
أو مريض خاف الزيادة لمرضه، وصحيح خاف المرض،۔۔۔۔ وقضوا لزوماً ما قدروا بلا فديه وبلا وِلاء۔ (در المحتار ج:۲، ص:۴۲۳۔ ۴۲۲۔ سعید پاکستان)۔
فمن كان منكم مريضاً أو على سفرٍ فعدة من أيام اخر۔ الآية۔ أوجب على المريض القضاء فمن ضمّ إليه الفديه فقد ذاد على النصّ فلا يجوز الا بدليلٍ۔ (بدائع الصنائع ج:۲، ص:۲۵۱۔ زکریا دیوبند)۔
منها المرض۔ المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر۔ بلا جماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا افطر۔ (هنديه ج:۱، ص:۲۰۷۔ رشيديه، كراچى)۔

نماز اور روزہ کے فدیہ کی مقدار

سوال (۳۸۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ روزہ اور نماز کا فدیہ کتنا ہے نیز بدنی عبادت کے ذریعہ میت کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں یا نہیں، جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایک نماز کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے یعنی اسّی (۸۰) کے سیر کے حساب سے پونے دو سیر سے آدھی چھٹانک زائد بلکہ احتیاطاً پونے دو سیر دے دیں اور اگر پیسہ دینا ہو تو دو سیر کا جو پیسہ ہو قیمت لگا کر دے دیں۔ اس حساب سے پانچ فرض اور ایک وتر یعنی یومیہ چھ نمازوں کا فدیہ اسّی (۸۰) کے سیر کے حساب سے ادا کر دیں۔

ایک رمضان کا فدیہ ساٹھ سیر گیہوں ہوتا ہے، حسبِ صواب دید، اس حساب سے جتنا چاہیں فدیہ ادا کریں۔ اگر پوری زندگی کا ادا کرنا چاہیں تو والد صاحب کے پندرہ سال کے بعد سے

اور والدہ کا نو سال کے بعد سے ادا کریں۔ کذا فی سکب الأنہر۔ **ولو مات وعليه صلوة فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من برّ كالفطرة كذا حكم الوتر والصوم الخ.** (درمختار ص ۷۶۶)(۱)

بدنی عبادت کے ذریعہ میت کے ساتھ احسان کرسکتے ہیں۔ نماز پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کردیں۔

ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها كما سيأتي في باب الحج. (ردالمحتار ج۲ ص ۱۶۶)(۲)

الأصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره (درمختار: ج۲ ص ۳۲۴) **وفي الشامي تحت هٰذا القول اى سواءٌ كانت صلوة او صوما او صدقة او قرأة او ذكرا او طوافًا او حجا او عمرة او غير ذالك.** غرضیکہ نماز، روزہ، حج، صدقہ، ذکر، تلاوت سب کا ثواب پہونچا سکتے ہیں البتہ نماز پڑھ کر جو ایصال ثواب کریں گے اس سے ان کی فوت شدہ نماز معاف نہیں ہوں گی۔ اس کی معافی فدیہ ہی سے ہوسکتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) در المختار ج:۲، ص:۷۲۔ ایچ ایم سعید۔

(۲) در مختار ج:۲، ص:۲۴۳۔ ایچ ایم سعید کراچی۔ هدایه ج:۱، ص:۲۹۶۔ تهانوی۔

(۳) در مختار مع الشامی ج:۲، :۵۹۵۔ سعید

نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا افضل ہے یا حج بدل کرانا

سوال (۳۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے ماں باپ روزہ نماز کے پابند نہ تھے لاپرواہی سے نماز نہ پڑھتے تھے اللہ جل شانہ نے زید کو مالی وسعت بخشی ہے ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے امسال حج کرادیں، حالانکہ ان کے والدین پر حج فرض نہ تھا سوال یہ ہے کہ زید کے لئے والدین کے نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا والدین کے لئے زیادہ مفید ہوگا یا حج کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔ **بینوا وتوجروا۔**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قاعدہ عقلیہ بھی ہے اور شرعیہ بھی کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم (۱) ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرائض علی الخصوص ترک صلوٰۃ پر بے حد تشدید **وعید بالعذاب** وارد ہے اور قدر مشترک متواتر المعنی ہے لہٰذا اداء فدیہ کے ذریعہ **إنقاد من العذاب** والدین کے حق میں از بس مفید و راجح ہے۔

ناکارہ نے اپنی بضاعت کے مطابق کتب فقہ کا کافی تتبع کیا اس کے باوجود کوئی جزئیہ صراحتاً نہیں مل سکا البتہ فقہ کی مجموعی عبارات سے فدیہ ہی کا ادا کرنا بچند وجوہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) فدیہ ادا کرنے کے بعد مطالبہ میت سے ساقط ہوجاتا ہے البتہ تاخیر کا گناہ باقی رہتا ہے بخلاف حج کے کہ اس سے سقوط مطالبہ کی تصریح نہیں ملتی **وان لم يوص وتبرع وصيه به جاز الخ.** (درمختار مع تنویر الابصار ج ۲ ص ۱۶۱) (۲)

وقال العلّامة الشامي هذا القول أقول لا مانع من قول المراد به سقوط المطالبة عن الميت بالصوم فى الآخرة وان بقى عليه اثم التأخير كما لو كان عليه دين عبد وما طلبه احد حتى مات فاوفاه عند

وصیہ او غیرہ الخ. (شامی: ج ۲ ص ۱۶۱) (۳)

(۲) فدیہ کا ادا کرنا نفع للفقراء بھی ہے بخلاف حج کے کہ وہ فقراء کے لئے نفع بخش نہیں ہے۔

(۳) صلوۃ وصوم متروکہ میں فقہاء کرام فدیہ کو ذکر کرتے ہیں لیکن حج کا ذکر باوجود تتبع کثیر کے کہیں نہیں مل سکا چنانچہ صاحب درمختار لکھتے ہیں **واما من افطر عمدًا فوجوبھا علیہ بالاولی (ای الوصیۃ باعطاء الفدیۃ)** (۴) بلکہ وصیت کی صورت میں فدیہ ہی کو لازم قرار دیتے ہیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کو جائز قرار دیتے ہیں **وفدی لزومًا عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا الخ وفی الشامی ای یلزم الولی الفداء عنہ من الثلث اذا اوصی والا فلا یلزم بل یجوز الخ** (درمختار ج ۲ ص ۱۶۱) (۵)

(۴) فدیہ ادا کرنے کی صورت میں حقوق العباد کی ادائیگی ہے اور حج کرنے کی صورت میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور حقوق العباد مقدم ہے حقوق اللہ پر۔

(۵) فدیہ بہر حال من جانب میت ہوتا ہے اگر وصیت کی ہو تو لزوماً ورنہ جوازاً چونکہ ورثاء کا دینا گویا کہ میت ہی کا دینا ہے بخلاف حج کے کہ وہ من جانب میت نہیں ہوتا بلکہ اس کا صرف ثواب ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے **وأما الحج فمقتضی ما سیأتی فی کتاب الحج عن الفتح أنہ یقع عن الفاعل وللمیت الثواب فقط وأمَّا الکفَّارۃ فقد مرت متنًا** (ج ۲ ص ۱۶۳) (۶)

(۶) قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صوم وصلوۃ کا فدیہ ہی ادا کیا جائے چونکہ حج فرض کے بارے میں تمام فقہاء لکھتے ہیں کہ وہ حج ہی کے ذریعہ ذمہ سے ساقط ہوگا صدقہ وغیرہ سے حج فرض ساقط نہیں ہو سکے گا اسی طرح صلوۃ وصوم کا سقوط بھی ذمہ سے صلوۃ وصوم کے ذریعہ ہی ہونا چاہئے تھا مگر حدیث پاک میں ممانعت موجود ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اس کا بدل قرار دیا گیا ہے **لا یصوم أحد عن احد ولا یصلی احد عن احد** (ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۳) (۷)

لہٰذا اگرچہ وصیت نہ کی ہو لیکن صوم وصلوٰۃ کا سقوط ذمہ سے فدیہ ہی سے ہو سکے گا حج سے

نہیں چونکہ یہی صوم وصلوۃ کا بدل ہے البتہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد حج کرلیں اور ثواب والدین کو پہونچادیں تو یہ نور علی نور ہے حدیث پاک میں اس کی فضیلت موجود ہے۔

اذا حج الرجل عن والدين تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما وكتب عند الله برًا. (اخرجہ دار قطنی کذا فی الشامی ج ۲ ص ۲۳۷)(۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) درء المفاسد أولى من جلب المنافع۔ (قواعد الفقه: ۸۱۔ دار الكتاب۔

(۲) الدر المختار مع الشامي ج:۲، ص: ۴۲۵۔ ۴۲۴۔ کراچی۔

(۴) الدر المختار مع الشامي ص: ۴۲۴ ج: ۲۔ کراچی۔

(۵) وفدى لزوماً عنه الخ۔ الدر المختار مع الشامي ج:۲، ص: ۴۲۴۔ کراچی۔

(۶) شامي ج: ۲ ص: ۴۲۷۔ کراچی۔

(۷) على هامش الترمذي ج:۱، ص: ۱۵۲۔ بلال۔

(المؤطا للإمام مالك ص: ۱۷۸۔ ۱۷۷۔ شركة القدس۔ قاهره۔

(۸) سنن الدار قطني ج:۳، ص: ۲۹۹۔ رقم الحديث: ۲۹۰۷۔ وكذا في الشامي ج:۲، ص: ۶۰۰۔ کراچی۔

(۳) شامي ج:۲، ص: ۴۲۵۔ کراچی۔

مسجد کی چھت پر افطاری کرنا یا کھانا شرعاً کیسا ہے؟

سوال (۳۹۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کی چھتوں پر بلا ضرورت چڑھنا از روے شرع کیسا ہے نیز مسجد کی چھت پر ایسے لوگوں کا افطاری کرنا جو نہ معتکف ہیں نہ مسافر ہیں کیسا ہے جب کہ خارج مسجد جگہ موجود ہے یعنی ایسے

کمرے موجود ہیں جس میں افطاری کی جاسکتی ہے نیز افطاری ہی نہیں بلکہ نماز بعد اس پر کھانا کھانا اس طور پر کہ ہڈیاں وغیرہ بھی چھت پر پھینک دی جائیں جب کہ گھر جا کر کھانا کھاسکتے ہیں کیسا ہے آیا یہ اکرام مسجد کے خلاف ہے یا نہیں۔ **بینوا وتوجروا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسجد کی چھت پر چڑھنے کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے **الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ الخ کذا فی الغرائب** (۱) جب مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے تو اس پر افطاری کرنا بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگا جب کہ خارج مسجد اتنی جگہ ہے کہ وہاں افطاری بسہولت کی جاسکتی ہے نیز افطار میں عوام کی بداحتیاطی کی وجہ سے کراہت میں اور شدت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور افطاری کے بعد مسجد کی چھت پر کھانا بایں طور کہ مسجد ملوث ہو اس میں مسجد کی بہت زائد بے حرمتی ہے اور اکرام مسجد کے خلاف ہے مسجد کی چھت کا وہی حکم ہے جو نیچے کا ہے لہٰذا مسجد کی چھت کو بھی ہر ایسی چیز سے بچانا ضروری ہے جس سے تلویث مسجد ہو اور مسجد کی بے حرمتی ہو باقی حضرات معتکفین یا جو معتکف کے حکم میں ہیں وہ مسجد میں کھا پی سکتے ہیں مگر ان کے لئے بھی مسجد کا احترام ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ ھندیہ ص:۳۷۲ ج:۵۔ زکریا جدید۔

ثم رأیت القھستانی: نقل عن المفید۔ کراھة الصعود علی سطح المسجد ویلزمه کراھة الصلاۃ ایضاً فوقه۔۔۔ (شامی ص:۶۵۶۔ ج:۱ کراچی)۔

أن سطح المسجد له حکم المسجد۔ (البحر الرائق ص:۳۴۔ ج:۲)۔ کراچی۔

لأنه مسجد إلی عنان السماء۔۔۔۔ و کذا إلی تحت الثریٰ۔ (الشامی ج:۱ ص:۶۵۶۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

رمضان کے روزوں کے کفارہ میں تتابع کا حکم

سوال (۳۹۱): کفارۂ صوم رمضان کے متعلق فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک روزہ کے فساد سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوگا اور دونوں کی تعداد اکسٹھ روزے ہیں تو کیا اکسٹھ میں تتابع شرط ہے یا صرف ساٹھ میں مثلاً ساٹھ روزے کسی نے کفارے کے لگاتار رکھے اور پھر دس دن کے بعد ایک روزہ قضا کا رکھا تو کیا قضا اور کفارہ ادا نہ ہوگا، از روئے شرع شریف مطلع فرمائیں۔

المستفتی: (قاری مفتی) اظہار الحق صاحب مدرسہ تجوید القرآن ڈہری اون سون

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صرف ساٹھ میں متابعت ضروری ہے، ایک کو کبھی بھی رکھ سکتا ہے، البتہ اس میں بھی جلدی ہی کرنا بہتر ہے **اعلم ان الصیامات اللازمة فرضا ثلاثة عشر سبعة فیھا یجب فیھا التتابع وھی رمضان و کفارة القتل إلی أن قال و کفارة الافطار فی رمضان وستة لا یجب فیھا التتابع وھی قضاء رمضان الخ** (عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۵) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ہندیہ ص: ۲۷۹ ج: ۱ زکریا جدید۔

وفی التاتارخانیہ ص: ۳۵۱ ج: ۳ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص: ۲۲۵۸ ج: ۲ سعید۔

وفی الشامی ص: ۳۹۲ ج: ۳ اشرفیہ۔

شب قدر کی تحقیق

سوال (۳۹۲): شب قدر کے متعلق علمائے دین کے مختلف اقوال ہیں، بعض کہتے ہیں کہ شب قدر پورے سال چلتی رہتی ہے کبھی رمضان میں اور کبھی رمضان میں، بعض کہتے ہیں کہ شب قدر دو ہے، ایک رمضان میں دوسری غیر رمضان میں، اشکال یہ ہے کہ صحیح اور مستند حدیث سے کیا ثابت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صحیح روایت سے رمضان کے اخیر عشرہ میں ہونا ثابت ہے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے **عن عائشةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تحروا ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر من رمضان**(۱) (ج۱ص۲۷۰) **وعن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى العشر الاواخر الحديث** (بخاری شریف ج۱ص۲۷۱)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) بخاری شریف ص:۲۷۰ ج:۱۔ یاسر ندیم۔

(۲) بخاری شریف ص:۲۷۱ ج:۱۔ یاسر ندیم۔

(۳) عن جابر بن سمرة أنّ النبى۔ صلى الله عليه وسلم۔ قال التمسوا ليلة القدر فى العشر الأواخر، رواه أحمد وزاد ابنه: "فى العشر الأواخر من رمضان فى وتر فانى قدر أيتها ثمّ نُسِّيتُها وهى ليلة قطر وريح أو قال مطر وريح۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ص:۳۰۸ ج:۳۔ رقم:۵۰۳۷) دار الكتاب العلميه بيروت۔

رویت ہلال کا مسئلہ

سوال (۳۹۳): ہم لوگ ایسے جزیرہ کے باشندے ہیں جہاں اکثر آسمان ابر آلود ہوتا ہے۔ چاند کا مسئلہ اکثر رمضان میں منازعت کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ ۲۹ تاریخ کی رویت بہت مشکل بلکہ بسا اوقات غیر ممکن ہو جاتی ہے ایسی صورت میں ہم لوگ ۳۰ دن پورا کر کے روزہ اور عید منائیں یا ریڈیو وائرلیس و ٹیلیفون کی خبر معتبر مان کر اس پر عمل کریں۔ ہمارے علاقہ سے کلکتہ مدارس ۱۲۰۰ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، اور ملیشیا جو دوسرا ملک ہے ان دونوں سے قریب ہے ان علاقوں سے خبریں صرف ریڈیو یا ٹیلیفون ہی کے ذریعہ موصول ہو سکتی ہیں۔

ریڈیو یا وائرلیس کی خبر از روئے شرع معتبر ہے یا نہیں ملیشیا کی رویت جو دوسرا ملک ہے ہمارے علاقے کے لئے معتبر ہوگی یا نہیں، خبر رویت کے لئے مسافت کی قید ہے یا علی الاطلاق۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہَ رمضان عید الفطر عید الاضحیٰ کے دن وہی ہے جس کو تم رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ کا دن قرار دو"و**عن ابی ہریرۃ** رضی اللہ عنہ **ان النبی** صلی اللہ علیہ وسلم **قال الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحی یوم تضحون**"۔ (۱) اسی طرح ایک دوسری روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو اور روزہ نہ چھوڑو جب تک شوال کا چاند نہ دیکھ لو اگر چاند ابر کی وجہ سے نظر نہ آئے تو حساب لگا لو یعنی تیس دن پورے کر لو **لا تصوموا حتی ترؤا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا** (بخاری ج ۱ ص ۲۵۶) (۲) **صوموا لرؤیته وافطر والرویته فإن غم علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین** (مراقی الفلاح ص ۳۵۴) (۳)

غرضیکہ جب آپ حضرات ایسی جگہ ہیں کہ وہاں ہمیشہ ابر رہتا ہے تو مذکورہ بالا حدیث کے مطابق روزہ رکھیں اور عید کی نماز ادا کرلیں اور اگر شرعی ضابطہ کے مطابق رویت کی خبر کہیں سے آجائے تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے تار ریڈیو، اور وائرلیس کے اندر چونکہ شرعی شرائط نہیں پائے جاتے اس لئے اس کی خبر معتبر نہیں اور اس کی خبر پر عمل کرنا درست نہیں ٹیلیفون کی خبر بچند شرائط معتبر ہے۔مخبر عادل ہو، مسلمان ہو، اس کی آواز پہچانتے ہوں۔خبر میں تزویر کا احتمال نہ ہو اس سے واقف ہوں۔ خبر میں کذب کا احتمال نہ ہو ان تمام شرائط کے ساتھ رمضان کے لئے اس کی خبر معتبر ہے۔عید کے لئے ان شرائط کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں چونکہ عید کی رویت کی تسلیم کے تین طریقے ہیں شہادت علی الرویۃ شہادت علی الشہادۃ شہادت علی قضاء القاضی لہٰذا جب تک لفظ شہادت کا استعمال نہ ہو اور رویت کی اطلاع بطریقۃ شہادت نہ دے اس وقت تک اس اطلاع پر عمل نہیں کیا جاسکتا نیز محض ایک شخص ٹیلیفون کا بھی اعتبار نہیں بلکہ چار پانچ آدمی کا ٹیلیفون آوے اور سب شہادت دیں اور مذکورہ شرائط کی پابندی بھی ہو تب جا کر عید کے لئے ٹیلیفون سے آئی ہوئی اطلاع معتبر ہوگی ورنہ نہیں۔

ہر اس ملک کی اطلاع مانی جاسکتی ہے (اگر شرعی شرائط وضوابط کا لحاظ رکھا گیا ہو) جس میں اتنا فاصلہ نہ ہو کہ اس جگہ کی رویت کے اعتبار کے نتیجہ میں مہینے کے اٹھائیس دن رہ جائیں یا اکتیس دن ہو جائیں اگر اتنا فاصلہ ہو اتو پھر معتبر نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ترمذی شریف ص:۱۵۰ ج:۱۔ یاسر ندیم۔ ممتاز اینڈ کمپنی۔

(۲) بخاری شریف ص:۲۵۶ ج:۱۔ یاسر ندیم۔

(۳) مراقی الفلاح ص:۶۴۶۔ دار الکتاب۔

قال رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤیته

وافطروا لرؤيته فإن حالت دونه غيانة فا كملوا ثلاثين يوماً۔ (ترمذی شریف ص:۱۴۸ ج:۱) ممتاز اینڈ کمپنی۔

(۴) عن أبي بكرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فإن غمّ عليكم فأكملوا العدّة۔ الخ۔ (مجمع الزوائد مع منبع الفوائد ص:۲۶۲ ج:۳ رقم: ۴۸۰۳) دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۲۸ روزے ہونے کی تقدیر پر کیا کرے؟

سوال (۳۹۴): بکر پاکستان میں رہتا ہے وہاں کی رویت کے مطابق اس نے روزے رکھنے شروع کئے ایک ہفتہ بعد برطانیہ آگیا ابھی اس کے ۲۸ روزے ہوئے تھے کہ شوال کا چاند نظر آگیا تو اس صورت میں ایک روزہ کی قضا ہوگی یا دو روزہ کی یا کچھ نہیں برائے کرم جواب تحریر فرمائیں۔ **المستفتی** مشتاق احمد برطانیہ

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں اب بکر برطانیہ کی رویت کے تابع ہوگیا لہٰذا اگر وہاں ۲۹ کی رویت ہوئی ہے تو ایک روزہ رکھے اور اگر ۳۰ کی رویت ہو تو دو روزے کی قضا کرے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص:۳۸۴ ج:۲۔کراچی۔

(۱) فمن شهد منكم الشهر فليصُمْ۔ (سورة البقرة: آية: ۱۸)۔

وفی أحسن الفتاویٰ ص:۴۲۳ ج:۴۔زکریا۔

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے کا حکم

سوال (۳۹۵): انجکشن لگوانا روزہ کی حالت میں مفسدِ صوم ہے کہ نہیں؟ اگر روزہ نہیں فاسد ہوتا ہے تو کیوں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

روزہ کے فاسد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز اندر پہونچائی جارہی ہے وہ پیٹ و دماغ میں پہونچے اور مخارق اصلیہ (ناک کان دبر) کے ذریعہ پہونچے اور اگر ان تینوں کے علاوہ کے ذریعہ کوئی چیز پہونچائی گئی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا جب تک کہ یقین کے ساتھ اس چیز کے پیٹ یا دماغ میں پہونچنے کا علم نہ ہوجائے اس لئے کہ مخارق اصلیہ کے ذریعہ اگر کوئی چیز پہونچائی جائے تو یقیناً دماغ یا پیٹ میں پہونچ جاتی ہے بخلاف غیر مخارق اصلیہ کے کہ اس میں شک رہتا ہے اس لئے فساد قطعی کا حکم امر مشکوک پر نہیں لگایا جاسکتا انجکشن جو گوشت میں لگایا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اندر جو دوا پہونچائی جاتی ہے وہ دوا دماغ یا پیٹ میں نہیں پہونچتی گوشت ہی میں رہ جاتی ہے اس لئے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

باقی رہا دل و دماغ کا متأثر ہونا تو یہ بالکل صحیح ہے لیکن دل و دماغ کا متاثر ہونا مفسد صوم نہیں بلکہ دماغ یا پیٹ میں پہونچ جانا مفسد صوم ہے اس لئے کہ اگر متاثر ہونے کو فساد کی علت قرار دیں گے تو کسی کا روزہ صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ بہت سی چیزیں ایسی پیش آتی ہیں کہ جس سے دل و دماغ متأثر ہوجاتا ہے نیز روزہ میں عطر لگانے کی اجازت ہے غسل کرنے کی اجازت ہے حالانکہ ان چیزوں سے بھی دل و دماغ متأثر ہوتا ہے لیکن کسی فقیہ نے اس کو مفسد صوم نہیں لکھا ہے۔

وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والاذن والدبر بأن اسقط او احتقن او اقطر فی اذنه فوصل الی الجوف او الدماغ فسد صومه واما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ عن غير

المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والآمة فان دواها بدواءٍ يابس لا يفسد لانه لم يصل الى الجوف ولا الى الدماغ ولو علم انه وصل يفسد فى قول ابى حنيفة ؒ الخ. (البدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (البدائع الصنائع ص: ۹۳ ج: ۲) دار الکتاب العربیہ بیروت۔ (زکریا بکڈ پوص: ۲۴۳ ج: ۲)۔

(۲) لأنّ الموجود فى حلقه أثر داخل من المسلم الذى هو خلل البدن والمفطر إنّما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على من اغتسل فى ماء دفوجد برده فى باطنه أنّه لا يفطر۔ (شامی ص: ۳۹۵ ج: ۲) کراچی۔

(۳) وفى أحسن الفتاوىٰ ص: ۴۲۲ ج: ۴۔ زکریا۔

افطار پارٹی کا حکم

سوال (۳۹۶): اس زمانے میں شہر میں امراء اور افسروں کے یہاں افطار پارٹی کا رواج زور پکڑتا جارہا ہے۔ شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

درست ہے جبکہ محض رسمی طور پر یا دکھاوے کے لئے نہ ہو۔

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فطر فيه صائمًا كان مغفرة لذنوبة وعتق رقبة من النار وكان له مثل أجره من غير ان ينقص من اجره شيئ“ (فضائل رمضان: ص ۴) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الترغیب والترهیب ص:۹۲ ج:۲۔ دار الکتاب العلمیه بیروت۔
قال رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ من فطّر صائماً کان له مثل اجره من غیر أن ینقص من اجره شیئًا الخ۔ (مجمع الزوائد ص:۲۸۰ ج:۳) و کذا فی ترمذی شریف ص۱۶۶ ج:۱۔ ممتاز اینڈ کمپنی۔
وفی ابن ماجه ص:۱۲۵ ج:۱۔ مکتبه ملت۔

مروجہ افطاری مسجد میں کرنے کا حکم

سوال (۳۹۷): مساجد میں معتکفین کے علاوہ غیر معتکفین افطار کرتے ہیں، مسجد ہی میں سالن اور ہڈی گراتے ہیں مسجد کا فرش چلنے کے لائق نہیں رہتا اس قسم کی افطاری اس زمانے میں تمام ہی مساجد میں ہوتی ہے کیا مروجہ افطاری کی اجازت دینا درست ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسجد میں اس طرح کی افطاری کی اجازت نہیں دی جاسکتی جس سے مسجد کا فرش چلنے کے لائق نہ رہے: ”والظاهر ان مثل النوم الأکل والشرب إذا لم یشغل المسجد ولم یلوثه لان تنظیفه واجب“ (رد المحتار: ۲/۱۳۵) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۵۰۷ ج:۳۔ اشرفیه۔
فإن کان بحیث یتلوث۔ یمنع منه لأنّ تنظیف المسجد واجب۔ (طحطاوی علی المراقی ص:۷۰۳۔ ۷۰۴) دار الکتاب۔
وفی البحر الرائق ص:۳۰۳ ج:۲۔ سعید۔

جوان بیمار آدمی اپنے روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۹۸): ایک شخص جوان ہے وہ بیمار ہوگیا بیماری کی وجہ سے وہ روزہ نہیں رکھ رہا ہے بلکہ روزہ کی جگہ فدیہ ادا کر رہا ہے کیا اس کی جانب سے فدیہ کافی ہو جائے گا یا صحت ملنے کے بعد روزے کی قضاء واجب ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس کی جانب سے فدیہ کافی نہیں ہوگا صحت ملنے کے بعد روزے کی قضا واجب ہوگی۔

"ولو قدر علی الصیام بعد ما فدی بطل حکم الفداء الذی فداہ حتی یجب علیه الصوم" (ہکذا فی النہایۃ الفتاویٰ الہندیہ: ۱/ ۲۰۷) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ھندیه ص: ۲۷۰ ج: ۱۔ زکریا جدید۔

ومتی قدر أی: الفانی الذی أفطر وفدی قضی لأنّ استمرار العجز شرط الخلقیّة۔ (شامی ص: ۴۷۳ ج: ۳) اشرفیه۔

ولو قدر علی الصوم یبطل حکم الفداء لأنّ شرط الخلفیّة استمرار العجز فی الصوم۔ (البحر الرائق ص: ۲۸۶ ج: ۲) سعید۔

مجمع الأنھر مع سکب لأنھر ص: ۳۶۹ ج: ۱۔ فقیه الامت۔

فدیہ صوم کی مقدار اور ادائیگی کا طریقہ

سوال (۳۹۹): زید روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہے وہ فدیہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہے؟

سوال ۲: یہ فدیہ روز کا روز ادا کرے یا ایک ہی دن تیس روزوں کا فدیہ کسی فقیر کو دیدے؟

سوال ۳: اگر کسی شخص نے تیس روزے کا فدیہ ایک ہی شخص کو ایک ہی دن دیدیا تو تیس روزوں کی طرف سے کفایت کر جائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جواب ۱: ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۃ الفطر کی مقدار ہے جتنا فطرہ نکالا جاتا ہے اتنا غلہ یا اس کے بقدر رقم نکال دے۔ (۱)

جواب ۲: روز کا روز ادا کرے چاہے کسی فقیر کو متعین کر دے روزانہ اس کو دیدیا کرے یا لا علی التعیین کسی بھی فقیر کو روزانہ دیدے۔ (۲)

جواب ۳: ایک ہی دن دینے کی صورت میں تیس روزوں کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا، دوبارہ اس کو فدیہ نکالنا ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فیعطی لصوم کلّ یوم..... نصف صاع من برّ أو قیمته۔ (طحطاوی علی المراقی ص:۴۳۸) دار الکتاب۔ (وفی الشامی ص: ۷۲۔ ۷۳۔ ج: ۲۔ باب قضائ الفوائت) سعید۔

(۲) وفی مجمع الأنهر ص:۶۷۱ ج:۱۔ فقیه الامت۔ (وفی البحر ص:۸۴ ج:۲) سعید۔

ویجوز عطاء فدیة صلوات وصیام أیّام ونحوها لواحد من الفقراء جملة۔ (الطحطاوی علی المراقی ص:۴۳۹۔ دار الکتاب۔

(۳) ولو أدّی الفقیر أقلّ من نصف صاع لم یجز ولو أعطاه الکلّ جاز۔ (شامی ص:۷۴ ج:۲) کراچی۔

وفی البحر الرائق ص:۹۰۔۱ ج:۲ باب قضاء الفوائت۔ سعید۔

حالت جنابت میں روزہ کا حکم

سوال ۴۰۰: ایک شخص رات میں بیوی سے قربت کر کے سحر کھا کر سوگیا صبح دس بجے اٹھ کر اس نے غسل کیا اس کا روزہ صحیح ہوگیا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

روزہ صحیح ہوگیا لیکن غسل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے:

''ومن اصبح جنبا او احتلم فی النہار لم یضر کذا فی محیط السرخسی''

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۰۰)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ہندیہ ص: ۲۶۲ ج: ۱۔ زکریا جدید۔

وفی الشامی ص: ۴۲۸/ج: ۳۔ اشرفیہ۔

وفی مجمع الأنہر ص: ۳۶۰/ج: ۱۔ فقیہ الامت۔

طحطاوی علی المراقی ص: ۶۶۱۔ دار الکتاب۔

روزہ کی حالت میں آپریشن کرانے کا حکم

سوال (۴۰۱): روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا، فصد کھلوانا، آپریشن کروانا، دانت اکھڑوانا یا سرجری کروانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

انجکشن سے دوا اگر سینہ یا پیٹ میں نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (کفایت المفتی: ۲۴۰)

فصد کھلوانے، آپریشن کروانے، دانت اکھڑوانے یا سرجری کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

تاہم روزہ کی حالت میں ان چیزوں سے احتراز اولیٰ ہے: ”**ولا بأس بالحجامة ان امن علی نفسه الضعف اما اذا خاف فانه یکره وینبغي له ان یؤخر إلی وقت الغروب وذکر شیخ الاسلام شرط الکراهة ضعف یحتاج فیه الی الفطر والفصد نظیر الحجامة هکذا فی المحیط**“ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱؍۲۰۰) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (ہندیہ ص: ۲۶۲ ج: ۱)۔

الفقہ ال إسلامی وأدلتہ: ص: ۱۷۰۰ ج: ۳۔ دار الفکر المعاصر۔

طحطاوی علی المراقی ص: ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ دار الکتاب۔

وفی البحر الرائق ص: ۲۷۳؍ ج: ۲۔ سعید۔

کفارہ صوم میں پیسہ یا اناج کی مقدار

سوال (۴۰۲): ضروری عرض ہے کہ ہماری والدہ بہت ضعیف اور کمزور تھیں ان کی عمر تقریباً ۸۵ سال رہی ہوگی روزہ نماز کی پابند اور تہجد گزار تھیں اتفاق سے گرگئیں ان کا پیر ٹوٹ گیا تکلیف اور کمزوری کی وجہ سے امسال روزہ نہیں رکھ سکیں بقرعید کے آٹھویں روز انتقال کرگئیں تو میں ان کے روزہ کا کفارہ دینا چاہتی ہوں قصداً نہیں بلکہ مجبوراً ان کا روزہ قضا ہوا ہے۔ اگر پیسہ دیا جائے تو کتنا دینا ہوگا اگر گیہوں دیا جائے تو گیہوں کتنا دیا جائے؟

ایک عورت ہے اس کی عمر ساٹھ سال ہوگئی پچیس سال سے مریض ہے کمزوری کی وجہ سے امسال روزہ نہیں رکھ سکیں بعد میں بھی وہ کمزوری کی وجہ سے نہیں رکھ سکیں ان کے روزہ کا کفارہ دینا ہے۔ اگر پیسہ دیا جائے تو کتنا دینا ہے اگر گیہوں دینا چاہئے تو کتنا دیوے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایک روزہ کا کفارہ ایک صدقۃ الفطر ہے اور ایک صدقۃ الفطر کی مقدار گیہوں سے ایک کلو چھ سو چھیاسٹھ (٦٦٦) گرام ہے، ایک روزہ کا کفارہ یہ ہے اسی حساب سے تیس دن کا جوڑ کر گیہوں دیدیں یا اس کی قیمت بازار سے معلوم کرکے دیدیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو مات وعليه صلوات فائته.... يعطى لكل صلاة نصف صاع من برّ كالفطر و كذا حكم الوتر والصوم، تحته في الشاميّة: أي أومن دقيقة أو سويقة أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أو قيمته وهي أفضل عندنا لا سراعها بسدّ حاجة الفقير. (شامی ص:۷۲۔ ۷۳ ج:۲۔ باب قضاء الفوائت) سعيد.

وجب على الولي أن يؤدي فدية ما فاتها من أيّام الصيام كالفطرة عينا أو قيمةً. (مجمع الأنهر ص:۳٦۸ ج:۱۔ فقيه الامت).

فيعطى لصوم كلّ يوم.... نصف صاع من برّ أو قيمته. (طحطاوي على المراقي ص:۴۳۸۔ دار الكتاب).

وفي الفتاوىٰ السراجية ص:۱٦۳۔ مكتبه الاتحاد.

روزہ کے فدیہ کی شکل

سوال (۴۰۳): ڈاکٹر نے مجھے روزہ رکھنے سے منع کردیا ہے اب میرے بارہ میں کیا حکم ہے؟ صدقہ کافی ہے یا روزہ رکھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آپ اگر اپنے اندر روزہ رکھنے کی قوت محسوس نہیں کرتے ہوں تو آپ روزہ نہ رکھیں، البتہ

رمضان کے بعد جب قوت ہو جائے اس وقت اس کی قضاء ضروری ہے۔ اس وقت صدقہ کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس سے روزوں کی قضاء کی معافی ہوگی، بلکہ روزہ ہی رکھنا پڑے گا۔ ویسے اگر رضاء باری کے لئے صدقہ کرنا ہو خوب کریں اور زیادہ سے زیادہ کریں ممنوع نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) أو لمريض خاف الزيادة لمرضه.... الفطرُ وقضوا لزوماً ماقدروا بلا فدية وبلا ولاء۔ (شامی ص:۴۶۳۔ ۴۶۵ ج:۳۔ اشرفیه۔

لمن خاف زيادة المرض او شداده أو فساد العضو بإمارة أو تجربة او اخبار طبيب حاذق مسلم...... الفطرُ (النهر الفائق ص:۲۸ ج:۲) زكريا۔

وفی سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص:۳۶۶ ج:۱۔ فقيه الامت۔

وفی البحر الرائق ص:۱۸۱ ج:۲۔ سعيد۔

حالت روزہ میں غرغرہ کا طریقہ

سوال (۴۰۴): رمضان المبارک میں اگر دن میں غسل کی حاجت ہو جائے اس صورت میں غرغرہ کرے یا نہیں؟ شرعی حکم واضح فرمائیں۔

فضل الرحمان باراں کلاں جونپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

غسل میں غرغرہ ضروری ہے، لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے یعنی اس طرح غرغرہ نہ ہو کہ حلق میں پانی پہنچ جائے ورنہ تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والصائم لایبالغ فیھما خشیة افسلا الصوم۔ (طحطاوی علی المراقی ص:۷۰) دار الکتاب دیوبند۔

والمبالغة فیھا بالغرغرة، ومجاوزة المارن لغیر الصائم لا حتمال الفساد۔ (شامی ص:۲۵۴ ج:۱، کتاب الطھارة) اشرفیہ۔

وفی سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر ص:۲۵ ج:۱ کتاب الطہارة) فقیہ الامت۔

وفی الفقہ الاسلامی وادلتہ ص:۳۹۶ /ج:۱۔ دار الفکر المعاصر۔

برطانیہ میں رویت ہلال کا مسئلہ

سوال (۴۰۵): حضرت مفتی صاحب بعد سلام مسنون خیریت طرفین مطلوب بعد گذارش یہ ہے کہ حضرت سے مندرجہ ذیل مسئلہ کی وضاحت جلدی چاہئے امید ہے کہ حضرت جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے، استفتاء کا حاصل یہ ہے کہ یہاں برطانیہ کے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے مرتب کتاب جس کا نام یہ ہے ''سعودی عرب کی رویت اصول شرعیہ مفتیان کرام کی نظروں میں'' اس میں آنجناب کا فتوی بھی شامل ہوا ہے جس میں برطانیہ چاند کی تاریخوں کی تعین کے بارے میں سعودی عرب کی رویت کے تابع ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ سعودی عرب کی رویت پر عمل کرنے سے ہم اہل برطانیہ دنیا کے بہت سے ملکوں سے مثلاً ہندوستان، پاکستان، افریقہ، باربدرس یا کنیڈا وغیرہ سے دو دن کا کبھی تو تین دن کا اور ایک دن کا تو ہمیشہ ہی فرق ہوتا ہے، اب غور طلب بات یہ ہے کہ سعودی عرب میں جس دن یکم کا چاند ہوتا ہے اس دن سعودی عرب کے مشرق ومغرب میں جو ممالک واقع ہیں وہاں سعودی عرب کے تابع ممالک کے علاوہ یکم کا چاند نہیں ہوتا ہے، سعودی عرب کے مشرق میں افریقہ، زانبیہ، زنبابوے، ملاوی، پنامہ وغیرہ ممالک واقع ہیں وہاں بھی یکم کا چاند نہیں ہوتا ہے حالانکہ جب مشرق وسعودی عرب میں چاند ہوگیا تو مغرب

میں بدرجۂ اولیٰ چاند ہونا چاہئے اور پھر افریقہ وغیرہ کا مطلع اور موسم بھی صاف رہتا ہے چونکہ آنجناب کا فتوی یہاں کی ہلال کمیٹی حجت میں پیش کرتی ہے اس لئے آنجناب سے گذارش ہے کہ آنجناب جواب سے مشرف فرمائیں۔

دیگر عرض یہ ہے کہ یہاں کی ہلال کمیٹی مکہ ومدینہ بذریعہ فون چاند کی خبر حاصل کر کے فیصلہ کر دیتی ہے۔کیا یہ طریقہ تواتر یا استفاضہ کی تعریف پر صادق آتا ہے؟

عبداللہ سورتی ٹایلور باٹلی یوک شائر انگلینڈ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مکرم ومحترم زید مجدہ ولطفہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کا عنایت نامہ کئی ماہ قبل نظر نواز ہوا تھا لیکن مسلسل اسفار وعلمی مشاغل کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی، اس لئے ناکارہ معذرت خواہ ہے، آپ نے برطانیہ کی جو صورت حال تحریر کی ہے وہ نئی نہیں، اس لئے کہ اس مسئلہ کو لیکر علماء میں ایسا زبردست شگاف پڑ چکا ہے اور ہر ایک نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے، اللہ اللہ کر کے ایک ہلال کمیٹی بنی جس نے مفتیان کرام کے فتوے کی روشنی میں ایک ضابطہ عمل مرتب کیا اور اس پر عمل درآمد کیا، اس طرح درمیان کی خلیج وشگاف کے پٹنے کے امکانات بڑھ گئے اور امید کی کرن نظر آنے لگی اب لگتا ہے پھر یہ ہلال کمیٹی آپ کے دست مبارک سے حلال ہو جائے گی اور امت پھر انتشار واختلاف کی شکار ہو کر ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں میں منقسم ہو کر تختۂ مشق بن جائے گی یہ ناکارہ کے دل کی آواز ہے جو غیر ارادی طور پر سپرد قرطاس ہوگئی، خدا کرے یہ بدگمانی ہی ہو، جس وقت ناکارہ نے سعودی عرب کے تابع ہو کر اہل برطانیہ کو صوم وافطار کی اجازت دی تھی اس کی ایک اہم بنیاد اس کا قاطع نزاع ہونا ہے، نیز مہینہ جب اٹھائیس یا اکتیس کا ہونا لازم نہیں آتا اور سعودیہ کی رویت کی بنیاد رویت ہے، صرف افواہ نہیں جس کے دلائل ناکارہ کے پاس آج بھی موجود ہیں۔ اور یہ سب حقائق آج بھی ہیں اس لئے ناکارہ کی جو رائے پہلے تھی وہ آج بھی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ ہی آنجناب کی تحریر ناکارہ کی سابقہ رائے کی صحت پر اثر انداز

ہوسکی، سعودیہ کے مقابلہ میں ہندو پاک وغیرہ یقیناً برطانیہ سے دور ہیں، لہٰذا یہاں سے ایک دو دن کا فرق یقیناً ضروری ہے، ہندو پاک کی رویت کے تابع اگر ہم برطانیہ کو کرتے تب آپ کا قول بجا تھا، جب برطانیہ ہندو پاک کے تابع نہیں تو آپ کا قول یقیناً بے جا ہے ہلال کمیٹی یقیناً ذمہ دار قسم کے افراد پر مشتمل ہوگی اور وہ علماء ریڈیو وٹیلیفون کی خبر کے معتبر ہونے کے شرائط سے واقف ہوں گے اور اس کے مطابق وہ کام کرتے ہوں گے اس سلسلہ میں اگر آنجناب کو شبہات ہیں تو براہ راست کمیٹی سے رابطہ کر کے تحقیق کرلیں اور اصلاح فرمالیں فتویٰ کو طبع آزمائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ (**اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم**)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شب قدر کی تعیین

سوال (۴۰۶): شب قدر کے متعلق علماء دین کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ شب قدر پورے سال چلتی رہتی ہے کبھی رمضان میں اور کبھی غیر رمضان میں بعض کہتے ہیں کہ شب قدر دو ہے، ایک رمضان میں دوسری غیر رمضان میں، اشکال یہ ہے کہ صحیح اور مستند حدیث سے کیا ثابت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صحیح روایت سے رمضان کے اخیر عشرہ میں ہونا ثابت ہے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے "**عن عائشۃ ؓ ان رسول اللہ ﷺ قال تحرو الیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان** (۱/۲۷۰)(۱) **وعن ابن عباس ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فی العشر الاواخر الحدیث** (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۷۱)(۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد حنیف غفرلہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) بخاری شریف ص:۲۷۰ ج:۱ یاسر ندیم۔

(۲) بخاری شریف ص:۲۷۱ ج:۱۔ یاسر ندیم۔

وفی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ص:۳۰۸ ج:۳۔ رقم الحدیث ۵۰۳۷) دار الکتاب العلمیہ بیروت۔

قے قلیل سے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کی تفصیل

سوال (۴۰۷): ماہ رمضان میں ایک شخص روزہ سے تھا۔ اسے تھوڑی سی قے آئی اور اس نے قصداً لوٹا لیا، ایک دوسرے شخص کو زیادہ قے آئی اور اس نے بھی قصداً قے لوٹایا، ایک تیسرے شخص کو منہ بھر کر قے آئی اور از خود لوٹ گئی، ان صورتوں میں روزہ ٹوٹا یا نہیں؟ کیا رمضان اور غیر رمضان کے روزہ میں اس حکم میں کوئی فرق ہے، یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟ بہشتی زیور میں مذکور ہے کہ تھوڑی قے لوٹا لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جبکہ شامی میں ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ براہ کرم محققانہ جواب سے نوازیں۔ والسلام

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں قے قلیل یعنی جو منہ بھر نہ ہو خود لوٹ جائے یا لوٹا لی جائے بہر صورت روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح منہ بھر قے کے از خود لوٹ جانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں رمضان وغیر رمضان دونوں کے روزہ کا حکم برابر ہے۔

بہشتی زیور میں جو قے قلیل کو لوٹا لینے پر فساد صوم کا حکم مذکورہ ہے وہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے جو کہ غیر مفتی بہ ہے۔ شامی میں مذکور عدم فساد کا حکم امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور فتوی اسی پر ہے۔ البحر الرائق، شامی فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ تاتارخانیہ وغیرہ نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔ ''فی الدر المختار: فان عاد بلا صنعه ولو هو ملأ الفم مع تذكر الصوم لا يفسد وان اعاده افطر اجماعا ان ملأ الفم والا لا هو المختار، وفی الشامی والمسئلة تتفرع الى اربعة وعشرين

صورة، لانه اما ان یقی او یستقی وفی کل ان یملأ الفم او دونه وکل من الاربعة اما ان خرج او عاد او اعاده وکل اما ذاکر الصومه اولا ولا فطر فی الکل علی الاصح الا فی الاعادة والاستقاء بشرط الملأ مع التذکر شرح الملتقی (درمع (۱) الشامی ج۱ ص۱۱۰) وفی البحر واطلق فی الاعادة فشمل ما اذا لم یملأ الفم وهو قول محمد لوجود الصنع قال ابویوسف لا یفسد لعدم الخروج شرعا وهو المختار (بحر الرائق: ج۲ ص۲۷۴) (۲) وفی الهندیة اذا قاء او استقاء ملأ الفم او دونه بنفسه او اعاده او خرج فلا فطر علی الاصح الا فی الاعادة والاستقاء بشرط ملأ الفم هکذا فی النهر الفائق "(فتاوی ہندیہ: ج۱ ص۲۰۴) (۳)

نیز شامی نے شرح عقود رسم المفتی میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دو مختلف اقوال ہوں تو ایسی صورت میں مفتی اور عالم اور حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ راجح قول کو اختیار کرے، البتہ اگر ترجیح مذکور نہ ہو تو پھر ظاہر الروایہ کو اختیار کیا جائے گا۔

اعلم بان الواجب اتباع ما ☆ ترجیحه عن اهله قد علما

او کان ظاهر الروایة ولم ☆ یرجحوا خلاف ذاك فاعلم

(شرح عقود رسم المفتی ص ۲۵) (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) در مختار مع الشامی ج:۲، ص:۴۱۴۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

(۲) البحر الرائق ج:۲ ص:۲۷۴۔ کراچی۔

(۳) فتاویٰ هندیه ج:۱ ص:۲۰۴۔ رشیدیه کراچی۔

(۴) شرح عقود رسم المفتی ۴۲۔ دار الکتاب۔

☆☆☆☆☆

باب الاعتکاف

معتکف کا مسجد کی دوسری منزل پر جانے کا حکم

سوال (۴۰۸): ایک شخص نے رمضان شریف کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کسی مسجد میں شروع کیا اور مسجد دو منزلہ ہے تو کیا وہ معتکف دوسری منزل پر بھی جاسکتا ہے اور رہ سکتا ہے یا صرف پہلے ہی درجہ میں رہے۔ جبکہ مسجد بھی تنگ ہے اور حبس اور گرمی کی شدت کی وجہ سے بڑی تکلیف بھی ہوتی ہے۔ نیز نمازِ فرض یا تراویح اوپر کے حصہ میں گرمی وغیرہ کی مجبوری سے پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ نیچے کا حصہ خالی ہو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

معتکف دوسرے منزلہ پر بھی جاسکتا ہے بشرطیکہ زینہ مسجد ہی کے اندر ہو اور اگر مسجد سے خارج حصہ میں زینہ ہو تو اس زینہ کے اوپر والی منزل پر جانا ممنوع ہے۔ مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ گرمی ہی کی وجہ سے کیوں نہ ہو البتہ دوسرے منزلہ پڑ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ نچلا حصہ بالکل خالی نہ ہو۔ **كذا في الفتاوىٰ الهنديه. يكره الصعود على سطح كل مسجد ولهذا إذا اشتد الحر تكره الصلوٰة فوقه بالجماعة۔** (۱)

جواب صحیح ہے — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا إذا اشتدّ الحرّ يكره أن يصلّوا بالجماعة فوقه۔ (فتاویٰ هنديه ص: ۳۷۲ ج: ۵) زکریا جدید۔

ثمّ رأيت القهستاني نقل عن المفيد، كراهة الصعود على سطح المسجد ويلزمه

کراهة الصلاة ایضاً فوقه.... ولا یبطل الاعتکاف بالصعود إلیه.. (شامی ص:۶۵۶ ج:۱) کراچی۔

أنّ سطح المسجد له حکم المسجد۔ (البحر الرائق ص:۳۴ ج:۲) ایچ ایم سعید۔

ألا تری أنّ المعتکف یفسد اعتکافه بالخروج إلی سطح المسجد۔ (هدایه باب الیمین فی الدخول والسکنی: ص:۴۸۴ ج:۲) اشرفی بک ڈپو۔

معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دینے کا حکم

سوال (۴۰۹): ایک شخص ایک مسجد میں معتکف ہوگیا اتفاق سے وہ مسجد رضا خانیوں کی تھی ان لوگوں نے آکر زبردستی نکال دیا تو وہ جاکر دوسری مسجد میں اعتکاف کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دوسری مسجد میں بلا تاخیر اعتکاف کرلے۔

”فإن خرج من المسجد الذی یعتکف فیه بعذر بان انهدم المسجد أو أخرجه السلطان مکرها أو غیر السلطان فدخل مسجدا آخر غیره من ساعته لم یفسد اعتکافه استحسانًا“۔(۱)

(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۱۵، کذا فی الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۲۱۲، ورد المحتار: ۲/ ۱۳۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) البدائع الصنائع ص:۲۸۴ ج:۲۔ زکریا۔

وفی الهندیه ص:۲۷۶ ج:۱۔ زکریا جدید۔

والشامی ص:۴۴۷۔۴۴۸ ج:۲۔ کراچی۔

وفی النهر الفائق ص:۳۶ ج:۲۔ زکریا۔

جمعہ کا امام دوسری مسجد میں معتکف ہے کیا کرے؟

سوال (۴۱۰): نماز جمعہ کا امام ہے گھر سے ۱۰/ ۱۲ میل کے فاصلہ پر کسی بزرگ کے ساتھ اعتکاف کی فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے اور جمعہ بھی پڑھانے جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد سے باہر بولنا بھی ہوگا اور بس ورکشہ وغیرہ کا انتظار بھی کرنا ہوگا اس صورت میں جمعہ پڑھانے جائے یا کیا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اپنا بدل کسی کو تجویز کردے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولا یخرج منه إلا لحاجة شرعية كالجمعة أو طبعية، كالبول والغائط فإن خرج ساعة بلا عذر فسد. (النهر الفائق ص:۴۵ ج:۲) زكريا.

وكذا في الشامي ص:۴۴۴۔ ۴۴۵ ج:۲۔ کراچی۔

وفي مجمع الأنهر صص:۳۷۷ ج:۱۔ فقیه الامت۔

وفي البحر الرائق ص[illegible] ج:۲۔ سعید۔

گھر کے گوشہ میں معتکفہ عورت کیا گھر کا دروازہ کھولنے جاسکتی ہے

سوال (۴۱۱): ایک عورت جو گھر میں تنہا ہے ایک کمرہ میں اس نے اعتکاف کیا اب آنے جانے والوں کے لئے گھر یا باہری دروازہ کھولنے جاسکتی ہے یا نہیں یا اسی کمرہ میں رہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جتنی جگہ کو اعتکاف کے لئے متعین کیا ہے اس جگہ سے نکلنا بلا ضرورت شرعیہ یا طبعیہ

درست نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) لا يخرج منه إلّا لحاجة شرعيّة كالجمعة أو طبعيّة كالبول والغائط أى لا يخرج المعتكف اعتكافاً واجباً من مسجده إلّا لضرورة مطلقة۔ (البحر الرائق ص:۳۰۱ ج:۲) سعید۔
وفی الشامی ص:۴۴۴۔۴۴۵/ج:۲۔کراچی۔ وفی مجمع الأنہر ص:۳۷۷/ج:۱۔فقیہ الامت۔
وفی الہندیہ ص:۲۷۵/ج:۱۔زکریا جدید۔

خروج ریح کا عارضہ ہے اعتکاف کی صورت میں کیا کرے

سوال (۴۱۲): زید کو خروج ریح کا عارضہ ہے اور مسجد میں ایسا کرنا ممنوع ہے۔اور ظاہر ہے کہ خروج ریح ایسی حاجت نہیں کہ اس کے لئے مسجد سے باہر جائے یعنی اس کا وقت نہیں کہ آدمی جب چاہے اس کے لئے مسجد سے باہر جا کر فراغت کرے اور اعتکاف کا سنت ہی کا درجہ ہے تو اعتکاف ترک کرے یا مسجد میں خروج کی اجازت ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسجد میں ریاح خارج کرنا ممنوع ہے اگر ریاح خارج ہو جائے تو یہ غیر اختیاری ہے اس لئے معاف ہے اگر ریاح کا عارضہ ہے تب تو وہ معذور ہے اور معذور ماذور نہیں ہوا کرتا۔تاہم حتی المقدور احترام مسجد کو ملحوظ رکھے۔بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ہوتی ہیں بہت قیمتی لیکن لیبل بہت ہلکا پھلکا عام فہم ہوتا ہے جیسے اعتکاف یہ ایسا عمل ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی میں سوائے دو بار کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کبھی ترک نہیں فرمایا لیکن سنت ہی ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وإذا فسا في المسجد لم یر بعضهم به بأساً وقال بعضهم: إذا احتاج إلیه یخرج منه، وهو الأصحّ۔ (شامی ص:۱۷۲ ج:۱) کراچی۔

فتاویٰ هندیه ص:۳۷۱ ج:۵۔ زکریا جدید۔

(۲) وفی فتاویٰ محمودیه ص:۴۵۵ ج:۱۰۔ مکتبه شیخ الاسلام۔

تعلیم اور اعتکاف میں ترجیح کس کو دے؟

سوال (۴۱۳): رمضان میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ رہتا ہے اگر ان کو چھوڑ دے اور دوسری جگہ جا کر اعتکاف کرے تو کیسا ہے۔ جبکہ بچوں کے پچھلا بھول جانے کا قوی احتمال ہے اور اس کا نفع متعدی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تعلیم کا سلسلہ تو سال بھر رہتا ہے اور رمضان جیسا برکتوں والا مہینہ گیارہ ماہ کے بعد صرف ایک بار آتا ہے۔ یہ بچے تو ایک عشرہ کے بعد گرفتار بھی کئے جاسکتے ہیں اور رمضان کو کیسے گرفتار کیجئے گا۔ بچوں کو پچھلے کے بھول جانے کا تو صرف قوی احتمال ہے اور اپنا پچھلا یقینی طور پر بھول چکے ہیں اس پر دھیان کیوں نہیں؟

کھانے کا وقت ہو بھوک بھی لگی ہو پھر دوسرے کو کھانا دیدیں کہ وہ بہتوں کو کھلائے گا۔ یقیناً اس پر نفع متعدی ہے بہت سے انسانوں کے پیٹ میں یہ لقمہ جائے گا یہاں صرف تنہا کھانا اس کا نفع لازم تھا پھر متعدی پر لازم کو کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ اور متعدی تو لازم ہی سے نکلتا ہے اگر لازم ناقص ہوا تو تعدیہ بھی ناقص ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

مسجد میں اعتکاف کے لئے معتکف بنانے کا حکم

سوال (۴۱۴): بعض مساجد میں معتکفین معتکف بنانے کو ضروری سمجھتے ہیں کیا بغیر کپڑے کا معتکف بنائے ہوئے اعتکاف درست نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

معتکف بنانا ضروری نہیں ہے البتہ مسنون ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”معتکف“ بنانا ثابت ہے: ”**دخل فی معتکفه الحدیث**“ (ترمذی شریف) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن عائشة قالت کان رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ إذا أراد أن یعتکف صلی الفجر ثم دخل فی معتکفه۔ (ترمذی شریف ص:۱۶۴ ج:۱) ممتاز اینڈ کمپنی۔

وفی ابوداؤد ص:۳۳۴ ج:۱۔ مکتبه بلال۔

(۲) کان رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ إذا أراد أن یعتکف صلی الفجر ثمّ دخل معتکفه وأنّه أمر بخباء ه فضرب لما أراد الا عتکاف إلی أخر الحدیث۔

(مسلم شریف ص:۳۷۱ ج:۱) یاسر ندیم۔

وفی بخاری شریف ص:۲۷۳ ج:۱۔ یاسر ندیم۔

بلا وجہ اعتکاف مسنون توڑنے کا حکم

سوال (۴۱۵): اگر کسی معتکف نے کسی وجہ سے یا بلا وجہ اعتکاف کو توڑ دیا تو اس کے ذمہ مکمل عشرہ کی قضا ہے یا کسی خاص دن کی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صرف ایک دن کی قضا لازم ہے مگر احتیاطاً پورے عشرہ کی قضا کرلے۔

"ثم رأيت المحقق ابن الهمام ومقتضى النظر لو شرع فى المسنون أعنى العشر الأواخر بنية ثم أفسد أن يجب قضائه تخريجا على قول أبى يوسف فى الشروع فى نفل الصلاة ناويا اربعا لا على قولهما أى يلزمه قضاء العشر كله لو افسد بعضه كما يلزمه قضاء أربع شرع فى نفل ثم افسد الشفع الاول عند ابى يوسف ...... فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنوع بالشروع وان لزوم قضاء جميعه وباقيه مخرج على قول ابى يوسف اما على قول غيره فيقضى اليوم الذى افسد لاستقلال كل يوم بنفسه".(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص:۵۰۰ ج:۳۔ اشرفیہ

وفی فتح القدير: ص:۳۰۸ ج:۲۔ دار إحياء التراث العربی۔

(۲) وفی الهداية: ولو شرع فيه، ثم قطع لا يلزمه القضاء فى رواية الأصل وفى رواية الحسن يلزمه وفى الطهيرّية: عن أبى حنيفة أنّه يلزمه يوماً۔ (تاتارخانیہ ص:۴۴۷ ج:۳) زکریا۔

وفتاویٰ ہندیہ ص:۲۷۷ ج:۱۔ زکریا جدید۔

اعتکاف کی حالت میں مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال (۴۱۶): اگر کوئی معتکف لاعلمی کی وجہ سے کسی غیر وجہ شرعی کے تحت مسجد سے نکل گیا اور پھر واپس آگیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اعتکاف فاسد ہو جائے گا: "وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة كذا في المحيط سواء كان الخروج عامدا او ناسيا، هكذا في فتاوىٰ قاضي خاں" (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/ ۲۱۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) هنديه ص: ۲۷۵ ج: ۱۔ زكريا جديد۔

وفي مجمع الأنهر ص: ۳۷۸ ج: ۱۔ فقيه الامت۔

وفي الشامي ص: ۴۷۰ ج: ۲۔ كراچی۔

وفي البحر الرائق ص: ۲۰۴ ج: ۳۔ سعيد۔

معتکف کے لئے بات کرنے کا حکم

سوال (۴۱۷): ایک شخص عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کر رہا ہے لیکن اعتکاف کی حالت میں وہ کسی سے بات نہیں کرتا حتی کہ اگر کوئی مسئلہ بھی بتانا ہوتا ہے تو کاغذ پر لکھ کر دیتا ہے کیا اس انداز کی پابندی شرعاً درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کسی کاغذ پر مسئلہ لکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ زبانی

مسئلہ بتا سکتا ہے: ”ویکرہ تحریما الصمت إن اعتقدہ قربۃ وإلا لا“ (الدر المختار: ۲/۱۳۵) (۱) ”ولا بأس بأن یتحدث بما لا اثم فیہ کذا فی شرح الطحاوی“۔(۲) (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۱۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۲) ہندیہ ص: ۲۷۵ ج: ۱۔ زکریا جدید۔

(۱) ویکرہ تحریماً الصمت إن اعتقدہ قربۃ وإلا لا۔ (شامی ص: ۵۰۷ ج: ۳) اشرفیہ۔

(۳) ویکرہ لہ الصمت والکلام إلا بخیر تحتہ فی مجمع الأنہر أی مما لا إثم فیہ۔

(مجمع الأنہر ص: ۳۸۰ ج: ۱) فقیہ الامت۔

وفی النہر الفائق ص: ۴۷۔۴۸ ج: ۲۔ زکریا۔

معتکف اپنے والدین کی تجہیز وتکفین کے لئے جاسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۴۱۸): زید معتکف ہے اس کے والدین کا انتقال ہوگیا وہ تجہیز وتکفین میں شرکت کے لئے جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

معتکف اپنے والد کے انتقال پر تجہیز وتکفین میں شرکت نہیں کرسکتا ہے:

”وعلی ہذا یفسد لولا عادۃ مریض او شہود جنازۃ وان تعینت علیہ الا انہ لا یاثم کما فی المریض بل یجب کما فی الجمعۃ“ (شامی: ۲/۱۳۳، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۲۱۲، وبدائع الصنائع: ۲/۱۱۴) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۴۴۷ ج:۲۔ کراچی۔

وفی البدائع الصنائع ص:۱۱۴ ج:۲) دار الکتاب العربیہ بیروت۔

وفی الھندیہ ص:۲۱۶ ج:۱۔ زکریا جدید۔

وفی المجمع الأنھر ص:۲۷۹ ج:۱۔ فقیہ الامت

معتکف کا غسل تبرید کے لئے نکلنے کا حکم

سوال (۴۱۹): گرمی کے موسم میں معتکف غسل تبرید کے لئے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غسل تبرید کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ مسجد کے صحن کے کنارے غسل کرسکتا ہے جب کہ لوگوں کو پانی گرنے کی وجہ سے پریشانی نہ ہو:

''حرم علیه الخروج إلا لحاجة إلانسان طبیعة کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنه الاغتسال فی المسجد'' (کذا فی النہر، الدر المختار: ۲/ ۱۳۲) (۱)

''وفی البدائع وان غسل المعتکف رأسه فی المسجد فلا بأس به اذا لم یلوث بالماء المستعمل'' (البحر الرائق: ۲/ ۳۲۷) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۵۰۰۔ ۵۰۱ ج:۳۔ اشرفیہ۔

وفی سکب الأنھر علی ھامش مجمع الأنھر ص:۳۷۸ ج:۱) فقیہ الامت۔

(۲) البحر الرائق ص:۳۰۳ ج:۲۔ سعید۔

وفی البدائع الصنائع ص:۲۸۴ ج:۲۔ زکریا۔

مسجد میں افطار کرنے کا حکم

سوال (۴۲۰): افطار مسجد میں کرنا جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ جبکہ مردے کو مسجد میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے امکان تلوث بالنجاست کی وجہ سے اور یہاں تو یقین ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غیر معتکف کے لئے فی زمانہ مروج افطاری ممنوع ہے تلویث مسجد یقینی طور پر ہے البتہ کھجور یا پانی پر صرف کوئی اکتفاء کرے تو اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الظاهر أنّ مثل النوم والأكل والشرب إذا لم يشغل المسجد ولم يلوثه لأن تنظيفه واجب۔ (شامی: ص:۵۰۷، ج:۳) اشرفيه وكذا فی الطحطاوی على المراقی ۷۰۳، ۷۰۴۔ دار الكتاب۔

(۲) ويكره النوم والأكل فيه (المسجد) لغير المعتكف۔ (هنديه ص:۳۷۱ ج:۵) زكريا جديد۔

وفی الشامی ص:۵۰۶ / ج:۳۔ اشرفیہ۔

وفی مجمع الأنہر ص:۳۷۹ / ج:۱۔ فقیہ الامت

وفی البحر الرائق ص:۳۰۳ / ج:۲۔ سعید۔

اجرت پر معتکف بنانے کا حکم

سوال (۴۲۱): بعض جگہوں پر اہل قریہ اپنی مشغولیت کو محفوظ رکھنے کے لئے اجار

پر کچھ لوگوں کو دوسرے دیہاتوں سے بلا کر معتکف بناتے ہیں کیا اس صورت میں بستی والوں سے اعتکاف کی سنیت مرفوع ہو جائے گی اور وہ سب بری الذمہ ہو جائیں گے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دوسری جگہوں سے کرایہ پر معتکف کا لانا درست نہیں (۱) مگر جب کرایہ کے معتکف اعتکاف کرلیں تو اہل محلہ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ **قيل سنة على الكفاية لو ترك في بلدة لأساؤا** (جامع الرموز: ۱۶۴)

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں اساءت کا تعلق اہل بلدہ کے ترک اعتکاف کے ساتھ نہیں قرار دیا گیا بلکہ متروک فی البلاد ہو جانے سے اہل بلدہ کو مسیئ قرار دیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ اگر اجنبی آدمی بھی معتکف ہو جائے تو اس صورت میں متروک فی البلاد ہونا ثابت نہیں آتا جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اہل بلدۃ سے اعتکاف کی سنیت ساقط ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۵۱۲) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) والأصل أنّ كلّ طاعة تختصّ بها المسلم لا يجوز الاستيجار عليها۔ **(الموسوعة الفقهية ص:۲۹۱ ج:۱) کوئیت۔**

لا تصحّ الإجارة لأجل المعاصي.... ولاجل الطاعات۔ (شامی ص:۵۵ ج:۶) کراچی۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص:۵۱۱۔ ۵۱۲۔ زکریا بک ڈپو دیوبند قدیم۔

رمضان کے آغاز کے اعلان میں تاخیر اور اس کے دلچسپ نتائج

اس سال ہلال رمضان کی رویت کے اعلان میں تاخیر کے دلچسپ نتائج سامنے آئے یاد رہے کہ یہ تاخیر کئی وجہ سے ناگزیر ہوئی ہے۔ سب سے بڑی وجہ وہ کارروائیاں ہیں، جو ثبوت

رویت کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ مثلاً شرعی عدالت کے سامنے رویت کی شہادت کا آنا پھر اس شہادت کے سلسلہ میں شرعاً قابل اعتبار ہونے کا اطمینان، ان دونوں مرحلوں کے بعد تیسرا مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ عدالت جس کے سامنے شہادت پہونچتی ہے، وہ رویت ہلال کے اعلیٰ ذمہ داروں کو اطلاع پہنچاتی ہے، ظاہر ہے کہ ان سب کاروائیوں میں وقت لگ ہی جاتا ہے۔ اور جب کبھی رویت کے اعلان میں دیر ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی دلچسپ واقعہ ضرور پیش آتا ہے، مدینہ منورہ کے بڑی عمر کے باشندوں کو یاد ہوگا ایک مرتبہ رمضان کے آغاز کی خبر توپ کے گولے کے ذریعہ اس وقت ملی تھی جبکہ آدھا دن گذر چکا تھا۔ اور لوگ دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اسی طرح ایک لطیفہ ہمارے اخبار کے ایک کارکن کے ساتھ اب پیش آیا۔ وہ کل رات دس بجے تک رویت کے اطلاع کی انتظار کے بعد سو گئے اور صبح معمول کے مطابق نماز فجر کے بعد ناشتہ کرکے باہر نکلے تو بازار بند دیکھا۔ اس سے ان کو کچھ شبہ ہوا۔ اتنے میں ایک دوست نے ان کو رمضان المبارک کے آغاز کی مبارکباد دی، تب ان کا شبہ یقین سے بدلا۔

روزنامچہ المدینہ جدہ دو رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ۱۲ر جون ۸۳ء۔

اسی موضوع سے متعلق کچھ مزید

راقم سطور نے اسی رمضان المبارک میں حضرت مولانا زکریا نوراللہ مرقدہٗ کی آپ بیتی کی تلخیص کا کام کیا جیسا کہ معلوم ہے حضرت کے قیام زندگی کے آخری دس سالوں میں ''حجاز مقدس'' زیادہ تر ''مدینہ منورہ'' میں رہا۔ آپ بیتی میں کئی جگہ رمضان عید یا حج کے چاند کے بارے میں حضرت شیخ کے بیانات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی تاریخ کا فیصلہ اور اعلان کسی حساب کی بنیاد پر نہیں جبکہ رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک ۸۹ھ کے نصف اول میں حضرت شیخ کا قیام ''مکہ مکرمہ'' رہا، اور نصف آخر میں ''مدینہ منورہ''، آخری عشرہ کا اعتکاف بھی ''مسجد نبوی'' میں فرمایا۔

آپ بیتی میں حضرت نے لکھوایا ہے، بیس رمضان کی شام سے اعتکاف کیا ۲۹ر کا چاند

ہوا، عشاء کی نماز کے بعد "قاری صاحب" نے بھرائی ہوئی آواز میں اعلان کیا، کہ شہادت شرعیہ سے رویت ثابت ہوگئی اور رمضان ختم ہوگیا۔ آپ بیتی ۴ ص ۲۹۴ اور آپ بیتی ۵ میں ۱۳۹۳ھ کے "مدینہ منورہ" کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا ہے، شروع رمضان میں چونکہ رویت کا ثبوت دیر میں ہوا تھا اس لئے پہلی شب میں قرآن شریف شروع نہیں ہوا تھا، آپ بیتی ۵ ص ۳۱، اسی آپ بیتی ۷ میں ۱۳۹۷ھ کے حج کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ۴/ ذی الحجہ کو ٹیلی ویژن وغیرہ پر اعلان ہوا کہ تاریخ بدل گئی اور اب حج بجائے ۲۰/ نومبر کے ۱۹ نومبر کو ہوگا۔ آپ بیتی ۷ ص ۲۳۵۔ ظاہر ہے کہ تاریخ کی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حج بجائے بعد میں ایک دن پہلے رویت کی شہادت فراہم ہوگئی، اب کمپیوٹر یا کسی بھی حساب سے رویت کا فیصلہ کیا جاتا تو تاریخ کی تبدیلی اور اسی طرح دیر سے ثبوت فراہم ہونے کا کوئی امکان ہی نہ ہوتا۔ حضرت شیخ کی آپ بیتی میں ان کے علاوہ بھی اسی طرح کی متعدد مثالیں ہیں، بہر حال ان چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ سعودی عرب میں قمری تاریخ کا فیصلہ واقعی رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، جو صحیح شرعی طریقہ ہے۔ "**واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**" بعد کا اضافہ، مندرجہ بالا سطروں پر یہ مضمون ختم ہوگیا تھا یہ کتابت بھی ہو چکی تھی کہ مولانا عبداللہ عباس ندوی کے بھیجے ہوئے اخبار المدینہ مؤرخہ ۳۰ رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آنے کی بنا پر تیسویں روزہ کا اعلان ہے اس خبر کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

طائف مجلسِ اعلیٰ کے سربراہ "شیخ صالح الحمید ان" نے اخبار "المدینہ" کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اتوار کا دن رمضان کا آخری (تیسواں) دن ہوگا۔ اور عید الفطر کل دوشنبہ کو ہوگی، انہوں نے کہا کہ مجلس کے سامنے شوال کے چاند کی رویت کی کوئی شہادت نہیں آئی، اس لئے اتوار کے دن تیسواں روزہ رکھا جائے گا۔ کیونکہ رویت نہ ہونے کی صورت میں تیس دن پورے ہونے کے بعد ہی مہینہ کو ختم قرار دیا جاسکتا ہے، دوسرا تراشہ اخبار "المدینہ" (تیس رمضان) کے اداریہ کا ہے، جس کا عنوان ہے "رویت ہی ثبوت ہلال کی بنیاد ہے"۔

اخبار ''المدینہ'' کے فاضل ایڈیٹر نے اپنے اس ادارتی کالم میں سعودی عرب بلکہ پورے عالم اسلام کی معروف مستند شخصیت ''شیخ عبداللہ ابن باز'' کے ایک بیان کا ذکر کیا ہے، جس میں بقول فاضل ایڈیٹر شیخ نے واضح اور دوٹوک انداز سے یہ بات کہی ہے کہ فطری طور پر چاند نظر آنے پر ہی، مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ رسدگاہوں اور دوسرے آلات سے مدد لینے کی ممانعت نہیں ہے، لیکن ان چیزوں پر اعتماد اور ان کو رویت کا معیار قرار دینا اس طور پر کہ رویت ان مشینی آلات کی شہادت کے بغیر تسلیم ہی نہ کی جائے قطعاً ممنوع ہے۔ (شیخ نے اپنے بیان میں ان حسابات کی روشنی میں چاند کی پیدائش ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے والوں کے درمیان اکثر واقع ہونے والے اختلاف رائے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان مصنوعی وسائل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا) آگے چل کر فاضل ایڈیٹر نے ''شیخ عبداللہ ابن باز'' کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ شیخ کے اس بیان سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ مملکت سعودیہ میں گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی رویت کا ثبوت شرعی طور پر ہی ہوا، بہر حال مندرجہ بالا واقعاتی شہادتوں اور شیخ ابن باز کے اسی واضح بیان کے بعد صرف حساب پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہنا کہ سعودی عرب میں رویت ہلال کا مسئلہ تمام تر غیر شرعی اصولوں پر طے ہوتا ہے، اس احتیاط کے خلاف ہے جو ہمارے دین کے اہم تعلیمات میں سے ہے۔ خصوصاً ایک ایسے مسئلے میں جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اپنے حج کے بارے میں شک وشبہ پیدا ہوجائے۔

مخدوم ومکرم ومحترم المقام جناب حضرت مولانا اسمٰعیل آدم کنتھاروی صاحب زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مشتمل برائے استفتا نظرنواز ہوا، غوروخوض کے بعد درج ذیل چند سطور سپرد قرطاس ہیں۔

روزہ وافطار کے سلسلہ میں دو حدیثیں بنیادی ہیں: (۱) ''**صوموا لرویته وافطروا لرویته**''۔ (۲) ''**الشهر هکذا او هکذا الحدیث**''۔ لیکن رویت ہر ایک

جگہ اور ہر ایک کے لئے ممکن نہیں، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں روزہ وافطار کی تین صورتیں بیان کی ہیں: (۱) شہادت علی الرؤیۃ۔ (۲) شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ۔ (۳) شہادت علی قضاء القاضی۔ پہلی صورت کا تحقق آنجناب کی تحریر کردہ تفصیلات کے مطابق غیر ممکن ہے، لہٰذا دوسری یا تیسری صورت میں سے کسی بھی ایک صورت کے ذریعہ حدود شرعیہ کے اندر مراکش یا سعودیہ عربیہ کی رویت معتبر ہے، لیکن سعودیہ کی رویت کا اعتبار قاطع نزاع اور جامع المسلمین ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسے ہی کا اعتبار کیا جائے۔

آنجناب کے ارسال کردہ پمفلیٹ اور مخدوم ومکرم حضرت مولانا ''نعمانی'' صاحب دامت برکاتہم کی تحریر اور مولانا ''عبداللہ عباس ندوی'' صاحب استاذ ''جامعہ ام القریٰ'' کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق حکومت سعودی عرب شرعی ضابطہ کی پابندی کرتی ہے، لہٰذا اگر شرعی ضابطہ کے تحت وہاں کی رویت موصول ہوسکتی ہے تو بالکل اعتبار کیا جائے باقی بے سند افواہوں کی بھی کمی نہیں، لیکن ان کی طرف سے صرف نظر ضروری ہے۔

ھذا ھو ما عندی ولعل عند غیری أحسن منه

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد حنیف	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

✪✪✪✪✪

کتاب الزکوٰۃ

بقدر نصاب سونا چاندی موجود نہیں کیا حکم ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

سوال (۴۲۲): زید کے پاس پانچ تولہ صرف زر ہے اور اس کے ساتھ سکۂ رائج الوقت بھی دو چار سو ہے تو اس کے اوپر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں سکۂ رائج الوقت کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روپئے آتے جاتے رہتے ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صرف پانچ تولہ زیور پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے الّا یہ کہ اس کے پاس اس کے علاوہ اتنی مقدار نقدی ہو جس سے نصاب کی تکمیل ہو سکے بشرطیکہ اس پر بھی حولان حول ہو گیا ہو یا از قبیل عروض وتجارت کوئی شئ ہو جس سے نصاب کو مکمل کیا جا سکتا ہو اور اس تکمیل نصاب میں انفع للفقراء کا لحاظ ضروری ہے مثلاً پانچ تولہ سونا اور اس کے ساتھ نقد یا عروض ہوں ان سب سے اگر چاندی خریدی جائے تو زکوٰۃ کا نصاب پورا ہو جاتا ہے اور سونے سے نہیں تو نصاب چاندی سے مکمل ہوگا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... قال: فإذا كانت لك مأتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليك شئ يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً فإذا كانت لك عشرون ديناراً وحال عليها الحول ففيها نصف دينارٍ فمازاد فبحساب ذلك۔ (سنن أبي داؤد ص: ۲۲۱۔ باب فی زكاة السائمة)۔ مكتبة بلالٍ۔

ونصاب الذهب عشرون متقالاً ونصاب الفضّة ومئتا درهمٍ (حاشية الطحطاوی مع المراقی ص:۷۱۶۔ دار الکتاب)۔

وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة أما لأول فلأن الوجوب فی الكل باعتبار التجارة وإن افترفت جهة الأعداد۔ وأما الثانی فللمجانسة من حيث الثمنية ومن هذا الوجه صار سبباً، وضم إحدى النقدين إلى الآخر۔ (البحر الرائق ص:۲۳۰، باب زكاة الأموال) سعید۔

کتنی رقم پر زکوٰۃ فرض ہے؟

سوال (۴۲۳): سکہ رائج الوقت کی کیا حیثیت ہے یعنی آج کل کے روپیہ چاندی سمجھے جائیں گے یا سونا روپئے کے چاندی کے ساتھ ملنے پر کیا حکم ہوگا اور صرف روپئے ہوں تو فی الحال کتنی رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سکہ رائج الوقت نہ حقیقتاً سونا ہے نہ چاندی البتہ حکماً و معنیً سونا چاندی دونوں (۱) ہے اگر کسی کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہو اور کچھ روپیہ بھی ہو تو اگر اتنی رقم ہو کہ جس سے سونا یا چاندی خریدی جائے تو نصاب کی تکمیل ہو جائے گی تو زکوٰۃ واجب ہے (۲) ورنہ نہیں اور یہاں بھی انفع للفقراء کا لحاظ ضروری ہے (۳) اور اگر کسی کے پاس صرف روپئے ہوں اور وہ نصابین میں سے کسی ایک کی مقدار ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں بشرطیکہ ان روپیوں پر سال گذر جائے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اس کی قیمت بازار سے معلوم کریں جتنی قیمت ہو اس کی مقدار اگر کیش ہے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں کذا فی الشامی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(١) جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة في الأوراق المالية لأنها حلّت محل الذهب والفضّة في التعامل ويمكن.... صرفها بالفضة بدون عسرٍ۔ (الفقه على المذاهب الأربعة ص:٦٠٥ ج:١۔ دار الفكر)۔

(٢) وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة۔ أما الأول فلأن الوجوب في الكل باعتبار التجارة۔ وإن افترقت جهة الأعداد۔ (البحر الرائق ص:٢٣٠ ج:٢۔ سعيد باب زكاة الأموال)۔

(٣) ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء۔ (شامي ص:٣٠٣ ج:٢۔ كراچی، باب زكاة المال)۔

حاشية الطحطاوي على المراقي ص:٤١٧۔ دار الكتاب۔

سونے اور چاندی کا نصاب کتنا ہے؟

سوال (۴۲۴): سونے کا نصاب کتنے گرام پر ہوتا ہے اور نصاب نقرہ کتنے تک پہنچ جاتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے (١) بازار سے بھاؤ اور گرام معلوم کیا جاسکتا ہے موجودہ اوزان سے سونار خوب واقف ہیں بسہولت ان سے معلوم ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) نصاب الذهب والفضّة عشرون مثقالاً والفضة مئتا درهمٍ۔ کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل والدینار عشرون قیراطاً۔ والدرهم أربعة عشر قیراطاً...... قیل یفتی فی کل بلدٍ بوزنهم۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۲۹۵ ج:۲ کراچی۔

نصاب الذهب.... عشرون مثقالاً ونصاب الفضه مئتا درهمٍ کل عشرة منهما وزن سبعة مثاقیل۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۷۱۷ ج:۱۔ دار الکتاب)۔

البحر الرائق ص:۲۳۰ ج:۲۔ سعید۔

لیس فیما دون عشرین مثقالاً من ذهب صدقة فإذا کانت عشرین مثقالاً ففیها نصف مثقالاً لما روینا۔ (هدایه ص:۱۹۵ ج:۱۔ تهانوی)۔

سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۲۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے اندر کہ زید کے پاس ساڑھے چھ تولہ سونا ہے اور اٹھاون تولہ چاندی ہے اور اس کے ذمہ اٹھارہ سال کی زکوٰۃ باقی ہے اور یہ دونوں یعنی سونا اور چاندی اتنی مدت تک علی حالہ باقی رہے اور اب وہ زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی اور کتنی زکوٰۃ نکلے گی اطمینان بخش جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں ڈھائی روپیہ سیکڑہ کے حساب سے سنین ماضیہ کی زکوٰۃ نکالیں ضابطہ کے طور پر ڈھائی فیصد یاد رکھیں اس لئے کہ سونا چاندی کی قیمت میں عموماً تفاوت ہوتا رہتا ہے بازار سے نرخ معلوم کرکے ایک سال کا جتنا حساب بنے اس کا اٹھارہ گنا نکال دیں اور ہر

سال کی زکوٰۃ مجموعی رقم سے منہا کرتے جائیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً وهو الأصح۔ (شامی ص:۲۸٦ ج:۲) کراچی۔

فيعتبر قيمتها يوم الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا۔ (بدائع الصنائع ص:۱۱۱ ج:۲ زکریا)۔

إن أدى قيمتها تعتبر القيمة يوم الوجوب في الزيادة والنقصان۔ (البحر الرائق ص:۲۲۱ ج:۲۔ سعید)۔

سئل عن الرجل يكون له الدين الظنون أيزكيه؟ فقال: إن كان صادقاً فليزكه لما مضى۔ إذا قبضه۔ (المصنف لابن شيبة ص:۴۸٦ ج:٦، المجلس العلمي)۔

صاحب نصاب مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال (۴۲٦): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اپنے یہاں ملک میں لوگوں کے پاس زیورات ہوتے ہیں اور وہ اتنے ہوتے ہیں کہ وہ صاحب نصاب ہوجاتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان کی پوزیشن بھی ایسی ہوتی ہے کہ کسی کو رہنے کے لئے گھر نہیں ہے کوئی قرض کے بوجھ سے لدا ہوا ہے بہر حال طرح طرح کے مصائب میں گھرے ہوتے ہیں تو آیا ایسی حالت میں زکوٰۃ کا پیسہ ان کو دیا جاسکتا ہے کہ نہیں اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوجاوے گی یا نہیں لہٰذا مہربانی فرما کر اس کے جواب سے اطلاع فرمادیں گے عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

صاحب نصاب اگر مقروض ہے اور قرض کی مقدار اتنی ہے کہ اگر وہ قرض ادا کرے تو پھر اس کے پاس اتنا مال نہیں بچتا جو نصاب کو پہنچ جائے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

کذا فی تنویر الابصار ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ ج ۲ ص ٦١ (١) وھکذا فی ملتقی الابحر ج ١ ص ٢٢١۔ (٢)

اور اگر کوئی صاحب نصاب ہو مگر اس کے پاس گھر نہ ہو تو اس کی وجہ سے صاحب نصاب ہونے سے خارج نہیں ہوگا بلکہ صاحب نصاب ہی کہلائے گا اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دوسروں کو دے **کذا فی ملتقی الابحر (٣) ولا تدفع الی غنی یملک نصابا من ای مال کان ج ١ ص ٢٢٣ وھکذا فی الدر المختار ج ٢ ص ٦٤۔ (٤)** یہ ضروری نہیں ہے کہ رہنے کے لئے بلڈنگ ہی ہو کچا مکان بھی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(١) تنویر الأبصار مع الدر المختار ص: ١٤٠ ر ج: ١۔ اشرفیہ۔

(٢) ملتقی الأبحر ص: ١٨٩ ر ج: ١۔ مؤسسۃ الرسالۃ۔

(٣) ولا تدفع إلی غنی یملک نصاباً من أی مالٍ کان سواء کان من النّنود أو السوائم أو العروضہ وھو فاضل عن حوائجہ الأصلیۃ کالدین فی النقود۔ ملتقی الأبحر مع مجمع الأنھر ص: ٢٣٩ ج: ١، فقیہ الأمت)۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ٧١٩۔ دار الکتاب۔

والمدیون..... بأن لا یملک نصاباً فاصلاً عن دینہ لأنہ المراد بالغارم فی الآیۃ۔

(البحر الرائق ص:۲۴۱ ج:۲۔ سعید)۔

(۴) شامی ص:۳۴۷ ج:۲۔ کراچی۔

بھینس میں زکوٰۃ کی تفصیل

سوال (۴۲۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی کے پاس ۱۵ یا ۱۶ بھینس موجود ہیں وہ بارش میں گھر سے باہر چرنے جایا کرتی ہیں اور دوسرے موسم میں گھر پر بھی خریدی ہوئی گھاس یا چونی وغیرہ کھاتی ہیں اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان بھینسوں میں زکوٰۃ آتی ہے یا نہیں؟ اور اگر آوے تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی یا خود بھینس دینا پڑے گا؟ بالتفصیل وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وليس فی أقل من ثلثين من البقر زكوٰة فاذا كانت ای البقرة ثلاثين سائمة صحيحة او مريضة ففيها تبع وهو ما طعن فی السنة (۱) **الثانية الى ان قال والجواميس كالبقرة۔** (ملتقی الابحر: ج۱ ص ۱۹۹)

عبارت مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیس بھینس سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور تیس میں بھی زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جبکہ حولان حول یعنی اس پر ایک سال گذر گیا ہو اور سائمہ ہو یعنی نصف سال یا اس سے زائد صرف چرنے پر اکتفا نہ کیا ہو بلکہ اکثر سال مباح گھاس کھانے کو ملا ہو **والسائمة التی تكتفی بالرعی فی اكثر الحول فان علفها نصف الحول او اكثر فليست بسائمة الخ** (مجمع الانہر: ج۱ ص ۹۷) (۲) ان دونوں شرطوں کے پائے جانے کی صورت میں بھینس کا ایسا بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہوگیا ہو زکوٰۃ میں دینا ضروری ہوگا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس بچہ کی جو قیمت ہو زکوٰۃ میں دے دے وہ بچہ دینا ضروری نہیں **ويجوز دفع القيم فی الزكوٰة الخ** (ملتقی الابحر: ج۱ ص ۲۰۳) (۳) یہ بھی یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ تیس بھینسوں میں ایک سالہ بچہ اسی وقت واجب

ہوگا جبکہ وہ بھینس دودھ گھی یا زیادتی نسل کے لئے ہو اور اگر ان بھینسوں کی تجارت ہو تو پھر اس میں مالیت کے اعتبار سے زکوٰۃ آئے گی اس وقت عدد کا اعتبار نہ ہوگا بہر حال صورت مسئولہ میں چونکہ نصاب سے کم بھینس ہیں اس لئے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر نفلی طور پر کچھ دیتے رہیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ باعث ثواب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(١) ملتقی الأبحر ص:١٧٤ ج:١۔ مؤسسة الرسالة۔

(٢) مجمع الأنهر ص:٢٩٢ ج:١ فقيه الامت۔

(٣) ملتقی الأبحر ص:١٧٦ ج:١۔ مؤسسة الرسالة۔

شامی ص:٢٨٦ ج:٢۔ کراچی۔

بدائع الصنائع ص:١١١ ج:٢۔ زکریا

شک کی صورت میں متیقن مقدار کی زکوٰۃ ادا کرے

سوال (٤٢٨): حضرت مولانا صاحب مدظلہ العالی

عرصہ سے زکوٰۃ کا روپیہ فاطمہ کو دیتا ہوں اور انہیں سے خود لے کر جہاں مناسب سمجھتا ہوں پہونچا دیتا ہوں اور فاطمہ کو اختیار دے رکھا ہوں کہ جو لوگ مستحق ہوں ان کو پہونچا دیا کرو یا خود دے آیا کرو گذشتہ سال کا میرے اور فاطمہ کے خیال سے سب رقم دے چکے تھے لیکن ابھی ایک ماہ سے زائد ہوا فاطمہ نے مجھ سے کہا کہ تین نوٹ سو سو روپئے کے بکس میں ہیں کپڑے میں بندھے ہوئے ہیں اس بکس میں صرف زکوٰۃ کی ہی رقم رکھی رہتی ہے فاطمہ سے میں نے بار بار دریافت کیا کہ اگر یہ رقم زکوٰۃ والی ہے تو زکوٰۃ کے مد میں دے دیا جائے لیکن فاطمہ کچھ وثوق کے ساتھ بتانے سے قاصر ہے لہٰذا اس رقم کو میں بھی اپنے خرچہ میں رکھنا

مناسب نہ سمجھ کر متذکرہ رقم آپ کو روانہ ہے تاکہ میری زکوٰۃ میں کمی نہ ہو اور اگر یہ رقم زکوٰۃ کے علاوہ ہو تو اللہ پاک یہ حقیر ہدیہ بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ تین سو روپیہ بھی گذشتہ زکوٰۃ ہی میں محسوب ہوں گے چونکہ پوری زکوٰۃ کی ادائیگی اور عدم ادائیگی میں شک ہے لہٰذا یہ بھی رقم زکوٰۃ ماضیہ ہی میں شمار کی جائے گی۔

ولو شك رجل فى الزكوٰة فلم يدر أزكّى أو لم يزك فانه يعيدها كذا فى المحيط والسراجيه والبحر الرائق ناقلًا عن الواقعات عالمگیری ج۱ ص۱۸۰ مسائل شتی (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الفتاوىٰ الهندية ص:۱۸۰ ج:۱۔ رشيديه۔

رجل شك فى الزكاة بعد الوجوب هل أدى أم لا۔ عاد الوجوب۔ (الفتاوىٰ السراجية ص:۱۴۶ اتحاد)۔

لأن العمر كله وقت أداء الزكاة فصار الشك فيهما بمنزلة شك وقع فى الصلاة فى الوقت أنه أدى أو لم يؤد۔ وهناك يؤمر بالإعادة فههنا كذلك۔ والله أعلم۔ (المحيط البرهانى ص:۲۲۷ ج:۳۔ کراچی)۔

ولو شك رجل فى الزكاة فلم يدر أزكى أم لا؟ فإنه يعيد۔ (البحر الرائق ص:۲۱۲ ج:۲۔ سعيد)۔

بس کی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہے یا منافع پر

سوال (۴۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میرے پاس ۱۲ موٹریں ہیں اور سب کرایہ پر چل رہی ہیں ۱۲ موٹر کی قیمت تقریباً ۱۲ لاکھ روپئے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۱۲ لاکھ روپے کی مالیت پر ۴ لاکھ روپیہ قرض ہے ایسی صورت میں ان موٹروں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں براہ کرم مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ان موٹروں کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ اس کے منافع پر زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب کے مقدار ہو اور قرض سے فارغ ہو صورت مسئولہ میں منافع سے چار لاکھ روپیہ دین کا نکالنے کے بعد جو کچھ بچے گا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر کچھ بھی نہ بچا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

ولو اشتری قدورًا من صفر یمسکھا ویواجرھا لا تجب فیہ الزکوٰۃ کما لا تجب فی بیوت الغلۃ الخ (کذا فی فتاوی قاضیخاں ج ۱ ص ۲۵۱)(۱) علی ھامش عالمگیری و کذالك العطار ولو اشتری القواریر أو جوالق یواجرھا من الناس فلا زکوٰۃ فیھا لانہ اشتراھا للغلۃ لا للمبایعۃ کذا فی محیط السرخسی فتاوی ھندیہ (۲) ج ۱ ص ۱۸۰ کذا فی قاضیخاں علی ھامش عالمگیری ج ۱ ص ۲۵۰۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ ص: ۲۵۱ ج: ۱۔ رشیدیۃ۔ مال التجارۃ۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۱۸۰ / ج: ۱۔ رشیدیۃ۔

(۳) فلا زکاۃ..... و کذلك الات المحترفین إلا یبقی أثر عینہ وتحتہ فی الشامیۃ: وفی الفتح۔ قال: وقراریر العطارین ولحم الخیل والحمیر المشتراۃ للتجارۃ

ومقاورها وجلالها إن كان من غرض المشتري بيعها بها ففيها الزكاة۔ (شامی ص:۲۶۵ ج:۲۔ کراچی)۔

وكالات الحرفة وآثات المنزل ودواب الركوب و كتب العلم لأهلها.... الخ۔

(البحر الرائق ص:۲۰۶ ج:۲) سعید۔

الموسوعة الفقهية ص:۲۱۵ /ج:۲۳۔

حقیقی بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۴۳۰): عمر کا ایک بھائی زید ہے، زید کے پاس دو بیل، ایک گائے، ایک بھینس اور کھیت ہے اور سنچائی کے لئے ایک پمپنگ سیٹ ہے جس سے وہ اجرت لے کے کھیت کی سنچائی کرتا ہے اور پیسہ لے کر دوسروں کے کھیت کی سنچائی کرتا ہے لیکن اس کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہوتا کہ وہ مالک نصاب ہو جائے۔ زید کا بھائی عمر ایک لاکھ کا مالک ہے عمر کے پچیس ہزار زکوٰۃ نکلی، اگر عمر اپنے بھائی زید کو زکوٰۃ کا پیسہ دے کر کاروبار کرا دے اور اس کو نہ بتائے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مدفوع علیہ کو یہ معلوم ہو کہ یہ مال زکوٰۃ ہے لہٰذا اگر کوئی بغیر بتلائے دے دے یا اس کا ہبہ یا قرض نام رکھ کر دے دے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے البتہ مزکی کے لئے زکوٰۃ کی نیت کرنی ضروری ہے۔ **ولا يشترط علم الفقير أنها زكوٰة على الأصح الخ** (مراقی الفلاح ص ۳۹۰)(۱)

ومن اعطى مسكينا دراهم وسماها هبة وقرضًا ونوى الزكوٰة فانها تجزيه وهو الأصح هكذا في البحر الرائق ناقلًا عن القنية الخ (الفتاوىٰ الهندية)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المراقی مع حاشیۃ ص: ۷۱۵ دار الکتاب۔

(۲) الفتاوی الہندیۃ ص: ۱۷۱ ج: ۱ رشیدیۃ۔

الأفضل صرف الصدقة إلى اخواته زكوراً وإناثاً۔ (مجمع الأنهر ص:۳۳۳ ج:۱۔ الطحطاوی دار الكتب العلمية)۔

والأفضل صرفها للأقرب فالأقرب من كل ذی رحمٍ محرمٍ منه ثم جيرانه۔ (مراقی الفلاح على نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۷۲۲ دار الكتاب)۔

ولأنه صلة وصدقة۔ (شامی ص:۳۴۶ ج:۲ کراچی)۔

فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال (۴۳۱): مدارس عربیہ یا سرکاری ملازمتوں میں ملازمین کو فنڈ کا روپیہ قانوناً بعد ملازمت یا دورانِ ملازمت مع شرائط ادائیگی قسط وار دورانِ ملازمت دیا جاتا ہے حاصل یہ کہ فنڈ کا روپیہ جو ملازمین کی ملکیت نہیں ہوتا ہے کیا اس روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور کیا یہ روپیہ فنڈ کا ہر ماہ وضع ہو کر اس کے کھاتہ میں جمع ہوتا رہتا ہے، اس کی ملکیت میں نہیں۔ محقق ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں فنڈ کے روپیہ کے ملازمین دورانِ ملازمت مستحق نہیں ہوتے۔ **المستفتی حافظ محمد عمر صاحب**

الجواب: حامدًا ومصليًا

زکوٰۃ کے وجوب کے شرائط میں سے ملک تام بھی ہے اور ملک تام اس ملکیت کو کہتے ہیں جس میں ملکیت اور قبضہ دونوں ہوں اگر صرف ملکیت ہو اور قبضہ نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد واما اذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض لا تجب فيه الزكوٰة اه كذا فی السراج الوهاج (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۷۲)(۱)

فنڈ کی رقم جو کٹتی ہے اور کھاتہ میں جمع ہو جاتی ہے کھاتہ دار اس کا مالک تو ہوتا ہے لیکن بالفعل کھاتہ دار کا قبضہ اس پر نہیں اسی وجہ سے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس کے قبضہ میں آجانے کے بعد حولان حول پر اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی بشرطیکہ مقدارِ نصاب ہو۔

بعض اہل مدارس نے بھی فنڈ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے ادائیگی فنڈ کے ضابطہ کے مطابق ہی وجوب اور عدم وجوب زکوٰۃ کا حکم لگایا جاسکتا ہے لہٰذا اگر ضابطہ یہ ہو کہ کھاتہ دار کا دورانِ ملازمت اس پر قبضہ نہیں تو بعد اخراج رقم حولانِ حول پر ہی حسبِ ضابطہ شرعیہ زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر ضابطہ میں تعمیم ہو کہ کھاتہ دار جب چاہے نکال سکتا ہو تو پھر قبضہ کے تحقق کی وجہ سے مقدار نصاب پر حولان حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہو جائے گی خواہ وہ رقم نکالے یا نہ نکالے اس لئے کہ اس تقدیر پر یہ رقم مدرسہ والوں کے پاس گویا کہ بطور امانت کے ہے اس لئے مدیر مدرسہ سے ضابطہ کی تحقیق کر لی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الهندية ص:۱۷۲ ج:۱۔ رشيدية۔ باب شرائط الزكاة۔

ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه۔ لأن ملكه۔ فيه ناقص۔ لاستحقاقه بالدين ولأنه مشغول بحاهنه الأصلية۔ فاعتبر معدوماً۔ (الجوهرة النيرة ص:۱۴۷ ج:۱۔ کراچی)۔

شامی ص:۲۵۹ ج:۲۔ کراچی)۔

ولا بد أن يكون الملك تامًّا۔ (حاشية الطحطاوى ص:۷۱۴ دار الكتاب)

کرایہ پر دیئے جانے والے سامان پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۳۲): کرایہ پر جو سامان ملتا ہے مثلاً دیگ رضائی گدا وغیرہ تو اس پر زکوٰۃ ہے کہ نہیں کتنے روپیہ پاس میں رکھنے پر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

کرایہ پر جو سامان چلتا ہے اس میں زکوٰۃ نہیں **ولو اشتریٰ قدورًا من صفر یمسکها ویوء اجرها لا تجب فیهما الزکوٰۃ کما لا تجب فی بیوت الغلة** (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۸۰ کتاب الزکوٰۃ) (۱)

اور جس کے پاس دوسو درہم ہو جس کی مقدار ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا اس کی قیمت تو ایک سال گذرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی **فاذا کانت مأتین وحال علیها الحول قیمتها خمسة دراهم** اھ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۴) (۲) اور چونکہ چاندی کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اس لئے روپیہ کا نصاب بدلتا رہتا ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت بازار سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت معلوم کرلی جائے جتنی قیمت ہو وہی نصاب زکوٰۃ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ص: ۱۸۰ رج: ۱۔ رشیدیہ۔

(۲) المصدر السابق ص: ۱۹۴ رج: ۱۔ رشیدیہ۔

وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الأداء وفی السوائم یوم الأداء إجماعاً وهو الأصح۔ (شامی ص: ۲۸۶ ج: ۲) کراچی۔

بدائع الصنائع ص: ۱۱۱ رج: ۲۔ زکریا۔ البحر الرائق ص: ۲۲۱ رج: ۲۔ سعید۔

پانچ تولہ زیور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۳۳): زید کے پاس صرف پانچ تولہ زیورِ زر ہے اور اسی کے ساتھ سکہ رائج الوقت بھی دو چار سو ہے تو اس کے اوپر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ سکہ رائج الوقت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روپئے آتے جاتے رہتے ہیں، کچھ لوگوں نے بتایا کہ زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی اور ایک آدمی نے بتایا کہ انفع للفقراء کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی، تو آیا انفع للفقراء کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صرف پانچ تولہ زیور پر زکوٰۃ نہیں الا یہ کہ اس کے پاس اس کے علاوہ اتنی مقدار نقدی ہو، جس سے نصاب کی تکمیل ہو جائے، بشرطیکہ اس پر حولانِ حول ہوگیا ہو یا از قبیل عروض وتجارت کوئی شیٔ ہو جس سے نصاب کو مکمل کیا جاسکتا ہو البتہ تکمیل نصاب میں انفع للفقراء کا لحاظ ضروری ہے، مثلاً پانچ تولہ سونا اور اس کے ساتھ نقد یا عروض ہے اگر چاندی خریدی جائے تو زکوٰۃ کا نصاب پورا ہو جاتا ہے اور سونے سے نہیں تو نصاب چاندی سے مکمل ہوگا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم.... إذا کانت لك عشرون دیناراً وحال علیها الحول ففیها نصف دینارٍ فمازاد فبحساب ذلك۔ (سنن أبي داؤد ص:۲۲۱ ج:۱۔ باب زکاۃ السائمة)۔ بلال۔

ویضم الذهب إلی الفضة والفضة إلی الذهب، ویکمل إحدی النصابین بالآخر عند علمائنا ویقوم الدراهم بالدنانیر فإن بلغت قیمتها عشرین مثقالاً تجب فیها الزکاة۔ (الفتاویٰ التاتارخانیه ص:۱۵۸ ج:۳) زکریا۔

فیعتبر قیمتها یوم الأداء والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا۔ (بدائع

الصنائع ص:۱۱۱ ج:۲۔ زکریا)۔

ولکن یجب أن یکون التقویم بما هو أنفع للفقراء۔ (شامی ص:۳۰۳ ج:۲۔ کراچی باب زکاۃ المال)۔

”نوٹ“ سونے کے حکم میں ہے یا چاندی کے؟

سوال (۴۳۴): سکۂ رائج الوقت کی کیا حقیقت ہے یعنی آج کل روپئے چاندی سمجھے جائیں گے یا سونا، روپئے کے چاندی کے ساتھ ملنے پر کیا حکم ہوگا اور صرف روپئے ہوں تو فی الحال کتنی رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

سکۂ رائج الوقت نہ حقیقۃً سونا ہے نہ چاندی، البتہ حکماً و معنیً سونا چاندی دونوں ہے، (۱) اگر کسی کے پاس کچھ سونا ہو اور کچھ روپیہ جس سے سونا یا چاندی خریدا جائے تو نصاب کی تکمیل ہوجائے گی تو زکوٰۃ واجب ہے (۲) ورنہ نہیں، اور یہاں انفع للفقراء کا لحاظ ضروری ہے، (۳) اور اگر کسی کے پاس صرف روپئے ہوں اور وہ نصابین میں سے کسی ایک کی مقدار ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں، بشرطیکہ ان روپیوں پر سال گذر جائے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، اس کی قیمت بازار سے معلوم کریں جتنی قیمت ہو اس کی مقدار اگر کیش ہے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ کذا فی الشامی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) جمهور الفقهاء یرون وجوب الزکاة فی الأوراق المالیة، لأنها حلّت محلّ الذهب والفضة فی التعامل، ویمکن صرفها بالفضة بدون عسرٍ فلیس من المعقول أن یکون لدی الناس ثروة من الأوراق المالیة ویمکن بهم صرف نصاب الزکاة

منها بالفضة۔ (الفقه على المذاهب الأربعة ص:۳۶۹ ج:۱۔ سلمان دیوبند)۔

(۲) ولوبلغ بأحدهما نصاباً دون الآخر تعين ما يبلغ به ولو بلغ بأحدهما نصاباً وخمساً وبالآخر أقل، قومه بالأنفع للفقير۔ (شامی ص:۲۹۹ ج:۲۔ کراچی)۔

وتضم قيمة العروض إلى الثمنين، والذهب إلى الفضة۔ (البحر الرائق ص:۲۳۰ ج:۲۔ سعید)۔

(۳) يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء۔ (شامی ص:۳۰۳ ج:۲۔ کراچی) حاشية الطحطاوی على المراقی ص:۷۱۴ دار الکتاب)۔

سونے اور چاندی کا نصاب

سوال (۴۳۵): سونے کا نصاب کتنے گرام پر پورا ہوتا ہے اور نصاب نقرہ کتنے تک پہنچ جاتا ہے۔

الجواب: حامدًاومصليًا

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ (۱) ہے، بازار سے بھاؤ اور گرام معلوم کیا جاسکتا ہے موجودہ اوزان سے سونار خوب واقف ہیں بسہولت ان سے معلوم ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة متتا درهمٍ۔ كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل، والدينار عشرون قيراطاً.... قيل يفتى فی كل بلدٍ يوزنهم۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۲۹۵ ج:۲۔ کراچی)۔

نصاب الذهب عشرون مثقالاً ونصاب الفضة منتادرهمٍ كل عشرة منها وزن

سبعة مثاقيل۔ (مراقی علی نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۷۱۷، دار الکتاب)۔

البحر الرائق ص:۲۳۰/ج:۲۔سعید۔

ہدایۃ ص:۱۹۵/ج:۱۔تھانوی۔

الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ص:۴۶۶/ج:۱۔سلمان۔

الفتاویٰ السراجیۃ ص:۱۳۷/ج:۵۔اتحاد۔

سونا چاندی دونوں بقدر نصاب ہوں تو زکوٰۃ کس سے ادا کرے؟

سوال (۴۳۶): زید مالک نصاب ہے اور اس کے پاس سونا اور چاندی دونوں نصاب موجود ہیں اور دونوں نصاب تک پہونچ جاتے ہیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی کس نصاب سے ہوگی؟

ایک آدمی نصاب کا مالک ہے لیکن اس کے ذمہ قرض بھی اتنا ہی ہے جو نصاب کو محیط ہے تو قرض کی ادائیگی پہلے کرے یا زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

دونوں میں سے ہر ایک سے زکوٰۃ ادا کرے۔(۱)

جب قرض نصاب کو محیط ہے تو زکوٰۃ واجب ہی نہیں لہٰذا قرض ادا کرے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) نصاب الذهب عشرون مثقالاً ونصاب الفضة مئتا درهمٍ كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل۔ (حاشية الطحطاوی ص:۷۱۷، دار الکتاب)۔

(۲) شرط وجوبها ..... وملك نصاب حولي، فارغٍ عن الدين وحاجته الأصلية نام ولو تقديراً والمراد به دين له مطالب من جهة العباد سواء كانت، المطالبة بالفعل أو بعد زمانٍ۔ (مجمع الأنهر ص:۲۸٦ ج:۱۔ فقيه الامت)۔

الدر المختار مع الشامی ص: ۲۹۵ / ج: ۲۔ کراچی۔

البحر الرائق ص: ۲۳۰ / ج: ۲۔ سعید۔

الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ص: ۴۶۶ / ج: ۱۔ اسمان دیوبند۔

زکوٰۃ یا عطیہ کی ملی ہوئی رقم اپنے لڑکے کو دینے کا حکم

سوال (۷۴۳): زید نے عمر کو کچھ رقم دی اور کہا کہ کسی کو دیدیجئے گا تو اگر وہ مال زکوٰۃ کا ہے تو عمر اپنے لڑکے کو دے سکتا ہے یا نہیں جبکہ لڑکا مستحق ہے اور اگر وہ زکوٰۃ کا نہیں ہے اپنے مال سے دیا اور کہا کہ کسی کو دیدیجئے گا تو اس صورت میں کیا اپنے لڑکے کو دے سکتا ہے یا نہیں اسکے علاوہ بھی اگر کوئی صورت نکلے تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر عمر کا لڑکا نابالغ ہے تو اس کو دینا جائز نہیں اس لئے کہ صغیر کا نفقہ والد کے ذمہ ہے بشرطیکہ والد غنی ہو اور اگر والد فقیر ہو تو اس صورت میں والد فقیر اپنے ولد صغیر کو دے سکتا ہے اور اگر عمر کا لڑکا بالغ ہو تو دیکھا جائے گا وہ غنی ہے یا فقیر، اگر فقیر ہے تو عمر کے لئے جائز ہے کہ اپنے ولد کبیر کو دیدے اور اگر ولد کبیر غنی ہو تو اس کو دینا جائز نہیں یہ اس تقدیر پر ہے کہ عمر کو جو رقم ملی ہے وہ زکوٰۃ کی ہو، اس صورت میں عمر کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے فقیر کو دیدے۔ اور اگر وہ رقم جو عمر کو ملی ہے زکوٰۃ کی نہیں ہے بلکہ امداد و عطیہ کی ہے تو اس صورت میں عمر کے لئے جائز ہے کہ وہ حاصل کردہ اختیار کلی کے تحت جس کو چاہے دیدے خواہ اپنا لڑکا ہو یا کوئی اور خواہ لڑکا کبیر ہو یا صغیر ہو نیز خواہ غنی ہو یا فقیر ہو ویسے انسب یہی ہے کہ کسی دوسرے کو دیدیا جائے اگرچہ اپنے لڑکے کو بھی دینا جائز ہے۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تجب النفقة للقرابة المحرمة للزواج أی لکل ذی رحم محرم۔ الفقه الاسلامی ص:۷۳۵۱ ج:۱۰۔۔۔۔ ولا یشارك الأب أحد فی الإنفاق علی أولاده۔۔۔۔ لأن نسبهم لاحق بهم۔ (الفقه الإسلامی ص:۷۳۵۹ ج:۱۰)۔ دار الفکر المعاصر۔

(۲) ولا یجوز إلی صغیرٍ والده غنی فإن کان الابن کبیراً جاز۔ (الفتاویٰ الخانیة علی الهندیة ص:۲۶۶ ج:۱، رشیدیة)

ولا یجوز رفعها إلی عبد الغنی وولده الصغیر۔۔۔۔ وأما ولده الصغیر فلأنه یعد غنیاً بیسار أبیه بخلاف ما إذا کان کبیراً لأبنه لا یعد غنیاً بسیار أبیه۔ (تبیین الحقائق ص:۳۰۳ ج:۱، امدادیه ملتان باب المصرف)۔

ولا یجوز دفعها۔۔۔۔ وطفلٍ غنی۔۔۔۔ وتحته فی الطحطاوی: والمراد بالطفل الذی لم یبلغ بخلاف ولده الکبیر۔۔۔۔ (حاشیة الطحطاوی ص:۷۲۰ دار الکتاب)۔

شامی ص:۳۵۰ ج:۲۔ کراچی۔

کیا لڑکیوں کے لئے رکھے گئے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے؟

سوال (۴۳۸): نور الصباح کے پاس سونا مقدار میں تقریباً ۱۸ تولہ ہے، جس میں انہوں نے چھوٹی بچیاں جن کا نمبر ۵ اور ۶ ہے ان کی شادی کے لئے چار تولہ کر کے رکھا ہے۔ یعنی چار تولہ، پانچ نمبر کی لڑکی کو چار تولہ چھ نمبر کی لڑکی کو، ان کی عمریں چھ اور ۴ سال ہیں اور دونوں تیسرے نمبر کی لڑکی کے لئے رکھا اس کی عمر دس سال ہے۔

نور الصباح بذاتِ خود چوڑی چار تولہ، ہار تین تولہ، کان پھول ایک تولہ، یعنی آٹھ تولہ ہمیشہ ۲۴ گھنٹہ استعمال میں رکھتی ہیں اور گاہے گاہے تیسری لڑکی کے دو تولہ والے زیور کو شادی وغیرہ میں استعمال کرتی ہیں۔ تو ان کو کس طرح زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نور الصباح نے اپنی لڑکیوں کے لئے زیورات کا جو حصہ رکھا ہے جب تک اپنی ملکیت سے خارج کر کے لڑکیوں کی ملکیت میں داخل نہیں کرے گی اس وقت تک نور الصباح کو مکمل زیورات کی زکوٰۃ دینی پڑے گی خواہ وہ استعمال کرے یا نہ کرے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو تبراً أو حلياً مطلقاً۔ ما نشحلّى به المرأة من ذهبٍ فضةٍ۔ (شامی ص:۲۹۸ ج:۲۔ کراچی)۔

وهو ما يتحلى به من الذهب والفضة سواء كان مباح الاستعمال۔ أولا۔ ولو خاتم الفضة للرجل۔ سوار اليد للمرأة۔۔۔۔ ولو كانا للتجمل أو للنفقة۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص:۷۱۴ دار الكتاب)۔

(۳) إذا كانا معدين للنفقة أو كانا حلي الرجل أو حلي المرءة أكثر من المعتاد تجب فيها الزكاة۔ (تبيين الحقائق ص:۲۷۷ ج:۱۔ امدادیہ ملتان)۔

(۴) البحر الرائق ص:۲۲۶ ج:۲۔ سعید۔

غلہ کے بجائے عشر میں پیسے دینے کا حکم

سوال (۴۳۹): پہلے سے غلہ کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے چالیسواں یا کہ اب لوگ زائد طور پر دسواں اور گیہوں وغیرہ میں بیسواں اگر اس کی قیمت صرف ادا کی جاوے تو صرف زکوٰۃ کے نام پر دی جاوے تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ دسواں یا بیسواں کے حساب سے قیمت دیجاتی ہو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جائز ہے۔(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ویجوز دفع القیم فی الزکاۃ والعشر والخراج والکفارات والنذور وصدقه.

(ملتقی الأبحر ص:۷۶ ج:۱) مؤسسة الرسالة۔

البحر الرائق ص:۲۲۱ ج:۲۔ سعید۔

تبیین الحقائق ص:۲۷۱ ج:۱۔ امدادیه۔

مجمع الأنهر ص:۳۰۱ ج:۱۔ فقیه الامت۔

بدائع الصنائع ص:۱۱۱ ج:۲۔ زکریا۔

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم بلا تملیک تنخواہ میں دینے کا حکم

سوال (۴۴۰): درمیان سال بعض مدارس میں زکوٰۃ، فطرہ کے مد کی رقمیں آتی ہیں۔ انہیں بغیر تملیک ملازمین ومدرسین کو دیتے ہیں، تنبیہ کرنے پر کہتے ہیں کہ اتنا پیسہ جو تملیک شدہ بینک میں ہے اسی سے سمجھ کر وضع کر لیتے ہیں۔ ایسا کرنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بالکل غلط ہے بغیر تملیک کے دینا ہرگز جائز نہیں اور معلوم ہونے کے بعد لینا بھی جائز نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولأن الزكاة يجب فيها تمليك المال۔ (البحر الرائق ص:۲۰۱ ج:۲۔ سعید)
والتمليك ركن في الزكاة۔ (حاشية ملتقى الأبحر ص:۱۸۹ ج:۱۔ مؤسسة الرسالة)۔
سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص:۲۸۴ ج:۱،فقيه الامت)۔
شامی ص:۲۵۶ ج:۲۔ کراچی۔
حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۷۱۳دار الكتاب۔
ويشترط التمليك ولا يجوز التغذية والتعشية۔ (الفتاوىٰ السراجية ص:۱۵۶ اتحاد)۔

واجبہ رقم سے مدرسہ یا مکتب بنانا کیسا ہے؟

سوال (۴۴۱): واجبہ رقم سے مدرسہ یا مکتب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

واجبہ رقم سے مدرسہ یا مکتب بنانا جائز نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا تدفع لبناء مسجدٍ أو لتكفين ميتٍ وتحته في التعليق: والتمليك ركن في الزكاة۔۔۔۔ وفي الدفع لبناء مسجدٍ أو مستشفى أو مدرسةٍ أو تكفين ميتٍ لا يتحقق التمليك۔ (ملتقى الأبحر ص:۱۸۹ ج:۱۔ مؤسسة الرسالة)۔
وبناء مسجدٍ وتكفين ميتٍ وقضاء دينه۔۔۔ عدم الجواز لانعدام التمليك وهو الركن في الأربعة۔ (البحر الرائق ص:۲۴۳ ج:۲) سعيد۔
لا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد۔ (تبيين

الحقائق ص:۳۰۰ ج:۱۔ امدادیہ ملتان)۔

مجمع الأنہر ص:۳۲۸/ ج:۱۔ فقیہ الامت

الفتاویٰ السراجیۃ ص:۱۵۶۔ اتحاد۔

طالب علم کو زکوٰۃ کا دینے کا حکم

سوال (۴۴۲): ایک طالب علم جس کے والد صاحب صاحبِ نصاب ہیں وہ ایک مدرسہ میں زیرِ تعلیم ہے تو آیا اس طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر طالب علم نابالغ ہے تو اس کو صورتِ مسئولہ میں زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں اس لئے کہ اس کا نفقہ اس کے والد پر واجب ہے "**نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كذا في الجوهرة النيرة**" (عالمگیری: ۱/ ۵۶۰)(۱) اور اگر بالغ ہو تو اس کو دینا جائز ہے "**لا يجب على الأب نفقة الذكر الكبار إلا أن يكون الولد عاجزًا عن الكسب لزمانة او عرض ولا يقدر على العمل لكن لا يحسن العمل فهو بمنزلة العاجز**" (كذا في فتاوىٰ قاضيخان عالمگیری: ۱/ ۵۶۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الهندية ص:۵۶۰ ج:۱۔ رشيدية۔

(۲) الفتاویٰ الهندية ص:۵۶۳ ج:۱۔ رشيدية۔

الفقه الاسلامی ص:۵۵۹ ج:۱۰۔

ولا يجوز دفعها إلى صغيرٍ والده غني فإن كان الابن كبيراً جاز۔ (الفتاوىٰ

الخانیة ص:۲۶۶ ج:۱) رشیدیة۔

ولا یجوز دفعها إلی عبد الغني وولده الفقیر۔ (تبیین الحقائق ص:۳۰۳ ج:۱۔ امدادیه ملتان)۔

حاشیة الطحطاوی مع المراقی ص:۷۲۰۔ دار الکتاب۔

شامی ص:۳۵۰ ج:۲۔ کراچی۔

مقدار نصاب مال پر حولان حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہے

سوال (۴۴۳): میرے والد گذر گئے ہیں کچھ ان کا روپیہ ملا والدہ کے نام سے کچھ جمع ہے بینک میں کچھ روپیہ میری شادی کے لئے میرے نام سے جمع ہے ابھی کما نہیں رہا ہوں کام سیکھتا ہوں اسی سے میں خرچ بھی کرتا ہوں والدہ کو بھی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بھی اسی میں سے خرچ کرتی ہیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ دینا چاہئے یا نہیں؟ اس کے بیاج کو کیا کرنا چاہئے وہ بھی تحریر کیجئے میرے اوپر کیا مسئلہ ہے اور میری والدہ کے اوپر کیا مسئلہ ہے؟

تیسرا سوال: بچوں کے نام شادی کے لئے کچھ روپیہ کفایت سے جمع کر دیا جائے اس روپیہ پر زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور بیاج بھی گورنمنٹ دیتی ہے اس کو کیا کرنا چاہئے؟

چوتھا سوال: نوکری کرنے والے کے اوپر زکوٰۃ ہے یا نہیں جو بڑی مشکل اور کفایت کے ساتھ برس میں چار پانچ ہزار روپیہ جمع کر لیتا ہے اس کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر مقدار نصاب کیش رقم ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی (۱) خواہ وہ رقم شادی بیاہ کے لئے جمع کر کے رکھا ہو یا کسی اور ضرورت کے لئے نیز خواہ نوکری کر کے رقم حاصل کی ہو یا تجارت کے ذریعہ یا وراثت میں ملی ہو اور بینک سے جو رقم ملے اس کو لیکر انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس میں دیدیں اور اگر ان میں سے کوئی ٹیکس نہ ہو تو بلا

نیت ثواب فقراء مسلمین پر تقسیم کر دیں۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ
الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة فى الأوراق المالية لأنها حلت محل الذهب والفضة فى التعامل۔ ويمكن صرفها بالفضة بدون عسرٍ۔ فليس من المعتول أن يكون لدى الناس ثروة من الأوراق المالية۔ (الفقه على المذاهب الأربعة ص:۴۶۹ ج:۱۔ سلمان ديوبند)۔

ولو كانللتجمل أو للنفقة۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۷۱۴ دار الكتاب)۔

إذا كانا معدين للنفقة...... نجب فيهما الزكاة۔ (تبيين الحقائق ص:۲۷۷ ج:۱۔ امداديه ملتان)۔

(۲) يجب عليه أن ينصدق بمثل تلك الأموا على الفقرء۔ (بذل المجهود، ص:۳۷ ج:۱۔ دار البشائر الإسلامية)۔

(۵) أما رجاء الثواب من نفس المال فحرام.... لايرجو الثواب منه۔ (العرف الشذى على هامش الترمذى ص:۳ ج:۱ بلال)۔

زکوٰۃ فطرہ کی رقم تعمیر میں لگانے کا حکم

سوال (۴۴۴): جو مدرسہ کی عمارت نہ ہو کچھ لڑکے گاؤں کے فیس دیکر پڑھتے ہوں تو کیا اس مدرسہ کی عمارت میں زکوٰۃ یا فطرہ چالیسواں کا روپیہ چندہ لیکر لگایا جاسکتا ہے یا ماسٹر کی تنخواہ دیجاسکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زکوٰۃ فطرہ کی رقم سے تعمیر کرنا اساتذہ وماسٹر کی تنخواہ دینا جائز نہیں ہے اگر تعمیر یا تنخواہ میں صرف کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولا تدفع لبناء مسجدٍ أو لتكفين ميتٍ وتحته في النعليق: والتمليك ركن في الزكاة.... وفي الدفع لبناء مسجدٍ أو مستشفى أو مدرسةٍ أو نكفين ميتٍ لا يتحقق التمليك۔ (ملتقى الأبحر ص:۱۸۹ ج:۱ مؤسسة الرسالة)۔

وبناء مسجدٍ وتكفين ميتٍ وقضاء دينه... عدم الجواز لا نعدام التمليك وهو الركن في الأربعة۔۔ (البحر الرائق ص:۲۴۳ ج:۲۔ سعيد)۔

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد۔ (تبيين الحقائق ص:۳۰۰ ج:۱۔ امداديه ملتان)۔

مجمع الأنهر ص:۲۸[illegible] ج:۱۔ فقيه الامت۔

قرض میں زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۴۵): ایک شخص کپڑے کی تجارت کرتا ہے اس کے پاس نقد روپیہ ہے جو تجارت ہی سے حاصل ہوئے ہیں اور میرے کچھ روپئے قرض بھی ہیں اور مال تجارت یعنی کپڑے بھی اس کے پاس موجود ہیں اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ان تینوں اموال میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور آیا علی التراخی واجب ہوگی یا علی الفور؟ فقط والسلام

المستفتی عبدالقیوم ریاضی

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سال پورا ہونے پر اگر نقد اور مال تجارت بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اور جو پیسے دوسروں کے ذمہ قرض ہیں ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، لہٰذا نقد اور قرض اور مال تجارت تینوں کو ملا کر دیکھا جائے گا اور اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کی جائے گی البتہ جو پیسے دوسروں کے ذمہ قرض ہیں ان کی زکوٰۃ فوراً واجب نہیں، وصول ہونے پر واجب ہوگی، اور اگر فوراً ادا کر دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — صح الجواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ — بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) عن عائشة رضی لله عنها قالت: لیس فی الدین زکاة. وفی روایة وکیع "حتی یقبضه"۔ (المصنف لابن أبی شیبة ص:۴۸۷ ج:۶۔ المجلس العلمی)۔

قال فی البدائع: إن روایة ابن سماعة أنه لا زکاة فیه حتی یقبض المائتین ویحول الحول من وقت القبض هی الأصح من الروایتین عن أبی حنیفة۔ (شامی ص:۳ق۰۶ ج:۲۔ کراچی)۔

الفتاویٰ التاتارخانیه ص:۲۴۶ ج:۳۔ زکریا۔

إنه قبض الدین زکاه لما مضیٰ۔ (البحر الرائق ص:۲۰۷ ج:۲۔ سعید)۔

ہمشیرہ مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۴۴۶): اگر اپنی ہمشیرہ غریب ہو جس کو اس کے شوہر نے بغیر طلاق کے میکہ میں بیٹھا دیا ہو اور بالکل نان ونفقہ نہیں دیتا ہو اور ساتھ ہی ایک بھانجی یعنی بھگنی کا نکاح ہوا ہو اور بہن اس شادی میں کافی مقروض ہوئی ہو تو اس صورت میں اپنی بہن کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

بہن اور بھانجی کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ وقید به بالولاد، لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولى لانه صلة وصدقة (شامی ج۱ص ۶۳)(۱)

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن سلمان بن عامر بن الضبي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصدقة على غير ذي رحمٍ الرحم: صدقه. وعلى ذي الرحم صدقة وصلةٌ. (المصنف ابن شيبة: ص:۵۴۵ ج:۶، المجلس العلمي).

عن زبيدٍ قال: سألت ابراهيم عن الأخت: تعطى من الزكاة؟ قال: نعم. (المصدر السابق).

(۱) (شامی ص:۳۴۶ ج:۲. کراچی) باب المصرف.

مراقی الفلاح علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص:۷۲۲ دار الکتاب.

مجمع الأنهر ص:۳۳۳ ج:۱. دار الکتاب العلمیة.

الفتاوىٰ الهندية ص:۱۷۱ ج:۱. رشيدية.

ہندوستان کی زمینوں میں عشر کا حکم

سوال (۴۴۷): ہندوستان کی زمین میں عشر ہے یا نہیں؟ جبکہ سرکار مالگذاری اور ٹیکس وصول کرتی ہے۔ **المستفتی** مولانا محمد سلیم الدین موتیہاری چمپارن

الجواب: حامداً ومصلیاً

ہندوستان کی زمینوں پر عشر نہیں ہے، لیکن یہ مسئلہ عام کرنے میں مدارس کا نقصان ہے اس لئے تشہیر نہیں کی جاتی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وهذا نوع ثالث يعني: لا عشرية ولا خراجية من الأراضي نسمي أرضه المملكة: وأراضي الجوف. (شامی ص:۱۷۹ ج:۴۔ کراچی)۔

(۲) فتاویٰ محمودیہ ص:۴۵۴ ج:۹۔ دابھیل۔

(۳) فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص:۱۹۱ ج:۶۔ امدادیة۔

(۴) فتاویٰ رشیدیة ص:۳۶۶۔ ادارہ اسلامیات لاہور۔

(۴۴۸) وجوب زکوٰۃ کی مختلف شکلوں کی تفصیلی بحث

(۱) محور اول
زکوٰۃ کی قسم کے اموال میں واجب ہے؟
وجوب زکوٰۃ کی وہ شرطیں جن کا تعلق محل زکوٰۃ یعنی اموال سے ہے۔

پہلی شرط- ملک تام

ملک تام سے کیا مراد ہے، اس ذیل میں چند سوالات:

سوال ۱: مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کر دی گئی ہو لیکن مال کی وصولی اب تک نہیں ہوسکی ہے، وہ قیمت جو ادا کی جا چکی اور وہ مال جو خریدار کے ملک میں آچکا لیکن قبضہ میں نہیں آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال ۲: کرائے کی مد میں دی گئی پیشگی رقم یا ڈپوزٹ جو عقد اجارہ کے فسخ ہو جانے یا مدت پوری ہونے پر کرایہ دار کو واپس کیا جاتا ہے اس نقد کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی، کرایہ دار پر یا مالک مکان پر۔

سوال ۳: جس مال کا کوئی معین مالک معین نہ ہو جیسے مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال ۴: وہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں بطور حرام آتا ہے مثلاً، رشوت کا مال، بینک کا سود وغیرہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

اگر یہ اموال حلال مال میں اس طرح مخلوط ہو گئے ہوں کہ ان میں باہم تمیز مشکل ہو تو اس صورت میں ان مخلوط اموال میں وجوب زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

سوال ۵: دین کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی، دائن پر جس کی ملک ہے لیکن قبضہ نہیں یا مدیون پر جس کے قبضہ وتصرف میں ہے لیکن اس کے ملک میں نہیں یا دین کی زکوٰۃ کسی پر واجب نہ ہوگی، کیا اگر مدیون باوجود قدرت کے دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہو اور اس مال کو تجارت میں لگا کر استفادہ کر رہا ہو تو، ایسی صورت میں اس مدیون پر زکوٰۃ واجب قرار دی جا سکتی ہے؟

وصولیابی کی امید اور ناامیدی کے اعتبار سے دین کی قسمیں اور وجوب زکوٰۃ کا حکم اور اگر زکوٰۃ واجب ہوگی تو کب اور وصولیابی کے بعد سابق کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی یا وصول ہونے کے بعد مستقبل کی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوال ۶: سرکاری محکموں اور مختلف پرائیویٹ کمپنیوں میں جو لوگ ملازم ہیں ان کی ماہانہ یافت میں سے ایک حصہ وضع کر کے ان کو محفوظ کھاتے میں جمع کر دیا جاتا ہے اور کچھ فیصد سرکار یا کمپنی اپنے ملازم کے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرتی ہے اور ریٹائرمنٹ کے وقت وہ پوری رقم ملازم کو دیدی جاتی ہے، دوران ملازمت بھی بعض خاص قواعد کی پابندی کرتے ہوئے ملازم کو اپنے اس محفوظ فنڈ سے کچھ حصہ کا اختیار ہوتا ہے، بعض اوقات ہر دو قسم کی مذکور رقم پر سرکار یا کمپنی انٹرسٹ کے نام سے بھی کچھ اضافہ جوڑ کر آخر میں وہ مجموعی رقم ملازمین کو ادا کرتی ہے، یہ رقم عام اصطلاح میں پرائیوڈینٹ فنڈ کہلاتی ہے۔

پرائیویڈ ینٹ فنڈ کی مذکورہ بالا رقوم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کب؟ اور اگر زکوٰۃ وصولیابی کے وقت واجب ہوگی تو سابق کی بھی واجب ہوگی یا آئندہ سال گذرنے پر؟

دوسری شرط-نما

نما کی حقیقت اوراس کی صورتیں تیسری شرط حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا۔
حاجت اصلیہ کی تعریف اوراس کا دائرہ۔
نمبر ۱: کیا حاجت اصلیہ کا تعین ہر دوراور ماحول میں اس کے اعتبار سے کیا جائے گا؟

چوتھی شرط- دین سے محفوظ ہونا

کون سا دین مانع زکوٰۃ ہے۔ دین کی قسمیں اوران کے احکام۔
نمبر ۱: دین طویل الاجل، آج کے دور میں زراعتی قرض۔
تعمیر مکان کے لئے قرض اوراس طرح کے مختلف قرض۔

سرکاراپنے شہریوں کو دیتی ہے جن کے لئے ۵ سال سے لیکر ۳۰-۴۰ سال کی طویل مدت مقرر کی جاتی ہے اس مدت کے دوران قسط وار قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، اس قرض کی مقدار بھی عموما بہت بڑی ہوتی ہے مثلا، زید نے اپنے کسی تجارتی کاروبار کے لئے پانچ کروڑ روپئے قرض لئے جسے پچاس قسطوں میں ادا کرنا ہے یعنی سالانہ دس لاکھ روپئے ادا کرنا ہے یا کسی شخص نے ٹریکٹر کی خریداری کے لئے ایک لاکھ روپیہ قرضہ لیا جسے دس سال میں دس دس ہزار سالانہ کے لحاظ سے ادا کرنا ہے، ان صورتوں میں وجوب زکوٰۃ کے لئے اموال زکوٰۃ سے پورے قرض کو منہا کیا جائے گا یا سالانہ واجب الاداء قسط وضع کرکے باقی اموال پر زکوٰۃ واجب قراردی جائے گی؟

(۴۴۹)۔اسلام میں کن اموال میں زکوۃ واجب ہے؟

چند اور سوالات:

کمپنیز پر زکوٰۃ:

کسی بھی کمپنی میں متعدد شرکاء ہوتے ہیں اور اپنے اپنے حصہ کے مطابق اثاثے اور آمدنی کے مالک ہوتے ہیں، بعض ایسی صورتیں ہوسکتی ہیں، جس میں کمپنی کا مجموعی اثاثہ اور مالیت کروڑوں روپئے کو پہنچتا ہو جس میں نصاب وجوب زکوٰۃ موجود ہے، لیکن اس کے شرکاء اور حصہ داروں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ کمپنی کی مجموعی مالیت کی تقسیم حصہ داروں پر کیجائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا یا کچھ لوگ صاحب نصاب نہیں ہوتے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وجوب زکوۃ میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار ہوگا یا ہر فرد کے انفرادی حصہ کا؟

ہیرے اور جواہرات:

(۱) ہیرے اور جواہرات کی تجارت کی جاتی ہے، جو لوگ ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے ہیں بظاہر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر تو زکوٰۃ واجب ہوگی ہی لیکن دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ جو لوگ انکم ٹیکس اور دیگر سرکاری قوانین کی زد سے بچنے کے لئے نقد روپیوں یا سونے چاندی کی صورت میں اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے بجائے ہیرے جواہرات لاکھوں روپئے کے خرید کر محفوظ کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ حوائج اصلیہ میں نہیں ہیں اور بڑی مالیت رکھتے ہیں، شرعاً ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

بعض اوقات خواتین محض تزئین وآرائش کے لئے ہیرے جواہرات استعمال کرتی ہیں ان کا مقصد تمول نہیں ہوتا ہے وجوب زکوۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا؟

اموال تجارت پر زکوٰۃ:

سامان تجارت جو تاجر کے قبضہ میں ہے ادائیگی زکوٰۃ کے دن ان کی مالیت کا تعین کس نرخ سے کیا جائے گا، اپنی لاگت کے حساب سے کریں یا اس دن کی قوت خرید کا اعتبار کیا جائے، پھر یہ کہ تھوک کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا یا پھٹکر فروختگی کا اعتبار ہوگا؟

جو لوگ اراضی کی خرید و فروخت کو ایک تجارتی کاروبار کے طور پر کرتے ہیں، سال پورا ہونے پر نقد رقم کے علاوہ جو اراضی ان کی ملکیت میں ہیں وہ اراضی بھی اموال زکوٰۃ میں شمار ہوں گی؟ اور ان پر زکوٰۃ کا وجوب قیمت خرید کے اعتبار سے ہوگا یا متوقع قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا؟

شیرز اور بونڈس کی زکوٰۃ:

مختلف تجارتی کمپنیاں اپنے شیرز فروخت کرتی ہیں، یہ شرکت کی ایک صورت ہے کمپنی قائم کرتے وقت کچھ اکائیاں طے کرلی جاتی ہیں، ہر یونٹ (اکائی) ایک شیر ہوتا ہے اور اس کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے کمپنی جو کچھ منافع کمائے گی شیرز ہولڈرس اس میں اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حقدار ہوں گے، شیرز دراصل کسی تجارتی کمپنی کے ایک خاص حصہ کی ملکیت ہے، واضح رہے کہ بعد کو ان شیرز کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور کمپنی کے نفع و نقصان اور اس کے ساکھ کے پیش نظر ان شیرز کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ ان شیرز پر ایک تجارتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان شیرز کی مالیت کا تعین ان کی بنیادی قیمت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا یا بہ وقت ادائے زکوٰۃ مارکیٹ میں اس کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا؟

بونڈس سے مراد یہ ہے کہ اکثر حکومتیں یا مختلف کمپنیز لوگوں سے قرضے مانگتی ہیں اور ان

قرضوں کی واپسی کے لئے کچھ مدت (5 سال دس سال وغیرہ) متعین کرتی ہیں اور کچھ فیصد سود کا بھی اعلان کرتی ہیں اور بطور ثبوت قرض دہندہ کو سرٹیفکیٹ ایشو کرتی ہیں وہی بونڈس ہے، سوال یہاں پر صرف اتنا ہے کہ جو کچھ سود کے نام پر دیا جاتا ہے، اس کی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں؟ قرض دہندہ نے جو سرمایہ بونڈس پر لگایا اس کی زکوٰۃ اسے ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ادا کرنی ہوگی تو سال بہ سال یا بونڈس کیش کرانے کے وقت سبھی گذرے ہوئے برسوں کی یا صرف آئندہ کی؟

محور ثانی - نصاب زکوٰۃ

چاندی اور سونے کے نصاب میں سے کون سا نصاب اصل تسلیم کیا جائے؟

آج کے دور میں جبکہ سونے اور چاندی کی نرخ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، نصاب حرمت زکوٰۃ (غنا یعنی کسی شخص کو غنی قرار دے کر اس کے لئے زکوٰۃ لینا ممنوع قرار دیا جائے) اور اسی طرح نصاب موجب زکوٰۃ کی کم سے کم مقدار چاندی کے نصاب سے مقرر کی جائے گی یا سونے کے نصاب سے؟

محور ثالث - مصارف زکوٰۃ

(۱) کیا یہ صورت درست ہوگی کہ ایک طالب علم جو مستحق زکوٰۃ ہے ادارہ اس کے طعام قیام، تعلیم اور دوسری سہولتوں کا انتظام کرتا ہے، اس کے طعام پر ماہانہ خرچ سو روپئے آتا ہے، اس کی رہائش کے لئے جو مکان فراہم کیا گیا ہے (مکان کی تعمیر عام چندے سے کی گئی ہے) بازاری نرخ کے حساب سے اس کا کرایہ ۲۵ روپئے ماہانہ ہے، اساتذہ کے شہریہ (ماہانہ تنخواہ) وغیرہ پر جو خرچ آتا ہے اس کو اگر طلبہ کی خدمت یا متعلق انتظامی امور پر مامور ہے ان کا مجموعی شہریہ تقسیم کئے جانے پر فی طالب علم 26 روپئے ماہوار پڑتا ہے، اس طرح ایک طالب علم پر کل اخراجات ماہانہ مثلاً ڈھائی سو (250) روپئے آتے ہیں مدرسہ یہ نظام

بناتا ہے کہ ہر طالب علم سے ڈھائی سو روپئے ماہانہ لئے جائیں، مستطیع طلبہ اپنے پاس سے یہ اخراجات ادا کریں اور غیر مستطیع طلبہ کی طرف سے مقررہ فیس مدرسہ مدزکوٰۃ سے ادا کرے یا مدرسہ اس رقم کا چیک اس طالب علم کے نام دیدے اور وہ چیز وصول کرنے کے بعد مدرسہ میں جمع کردے، کیا یہ صورت جائز ہوگی؟ ذیل میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ مہتمم مدرسہ زکوٰۃ دہندگان کا وکیل ہے یا مستحقین زکوٰۃ کا؟

(۱) سوال یہ ہے کہ مدارس کے لئے زکوٰۃ کی وصولی پر جولوگ مقرر کئے جاتے ہیں وہ ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عملہ جو حساب کتاب کے لئے مقرر ہوتا ہے اسے بھی ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے، یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ ماہانہ تنخواہ پر مقرر کئے ہوئے سفراء و محصلین کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے اور ان پر جو خرچ ہوتا ہے ہے اس سے مدرسہ کو نقصان پہنچتا ہے، آمد کا تناسب کم اور خرچ کا تناسب زائد آتا ہے بعض مدارس میں متعین شرح فیصد کمیشن دیا جاتا ہے، اس صورت میں خرچ کے تناسب کے مقابلہ میں آمد کا تناسب بہتر رہتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہوگا اور اسے ''**العاملین علیہا**'' کے تحت داخل مانا جائے گا؟ اگر کمیشن کی صورت کو جائز قرار دیا جائے تو کیا شرح فیصد کے تعین کے لئے کوئی خاص حد شرعا ضروری ہے؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حساب آمد وخرچ کے اندارج پر جو عملہ مقرر ہے کیا اس کی ماہانہ تنخواہ مدزکوٰۃ سے ادا کی جاسکتی ہے جبکہ وہ لوگ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں؟

محور ثالث–مصارف زکوٰۃ

فی سبیل اللہ

مصارف زکوٰۃ کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق ایک فرض کی ادائیگی سے ہے، اگر زکوٰۃ ایسے لوگوں پر اور ایسے مصارف میں صرف کردی جائے جو شریعت کے اعتبار سے ''مصرف'' نہ ہوں تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور اگر مصارف کا صحیح تعین نہ ہو اور وہ لوگ جو شرعا مستحق ہیں ان کو مصرف زکوٰۃ سے خارج کردیا جائے تو یہ مستحقین کو ان کے حق

سے محروم کر دینا ہوگا جسے ظلم کہا جائے گا یہ بڑا افساد ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات کو خود قرآن کریم میں واضح فرمادیا اور ارشاد فرمایا: **اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ** (سورہ توبہ:۶۰)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ ہے "**فاحکم اللہ عز وجل فرض الزکوۃ فی کتابہ ثم اکدھا فقال فریضۃ من اللہ ولیس لاحد ان یقسمھا علی غیر ما قسمہ اللہ عز وجل ذلک ما کانت الاصناف موجودۃ**" (کتاب الام:۶؍۶۰)

تقی الدین بن ابی بکر بن محمد حسینی شافعیؒ نے لکھا ہے:

"**فان دفع زکوتہ لیس مستحقھا لفقد الشروط المعتبرۃ لم تبر ذمتہ منھا**" (کفایت الاختیار فی حل غایۃ الاختصار:۱؍۳۷۹)

ابن قدامہؒ حنبلی کہتے ہیں "**ولا یجوز صرف الزکوۃ الی غیر من ذکر اللہ تعالیٰ**" (المغنی:۲؍۶۶۷)

صاحب نیل المآرب نے لکھا ہے: "**اصل الزکوۃ ثمانیۃ اصناف لا یجوز صرفھا الی غیرھم عن بناء المساجد والقناطر وتکفین الموتی ووقف المصاحف وغیر ذالک من جھات الخیر**" (نیل المآرب:۱؍۲۶۳)

مرادی مرداوی کہتے ہیں: "**لا یجوز لغیر الاصناف الثمانیۃ الماخوذۃ من الزکاۃ مطلقا علی الصحیح من المذھب وعلیہ جماھیر الاصحاب**" (الانصاف:۳؍۲۱)

صاحب محلی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے بروایت صحیحہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا: "**ضعوھا مواضعھا**" (المحلی:۳؍۱۴۵)

اور سعید بن جبیر نے فرمایا: ’’ضعھا حیث امر کم اللہ‘‘ (المحلی: ۳/ ۱۴۵)

قرآن میں مذکورہ مصارف میں ایک مصرف ’’فی سبیل اللہ‘‘ ہے، فی سبیل اللہ کے مصرف کے تعین میں علماء کی آراء میں اختلاف پیدا ہوا ہے اس وجہ سے ایسے مسئلے میں سخت اضطراب پیدا ہو رہا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ آج علماء ان مختلف اقوال اور ان کے دلائل کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے لئے ایک راہ عمل طے کریں تاکہ فی سبیل اللہ کے ابہام کی وضاحت اور اس کے اجمال کی تفصیل پوری طرح متعین ہو جائے۔

فی سبیل اللہ کی وضاحت میں مختلف علماء کے اقوال

اگر ہم فقہ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے اقوال کو سمیٹیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سلسلے میں بعض علماء نے غیر معمولی توسع اختیار کیا ہے اور ہر عمل خیر پر مال زکوٰۃ صرف کرنا جائز قرار دیا ہے۔ بعضوں نے مسلمانوں کی مصالح عامہ کے ساتھ فی سبیل اللہ کو خاص کیا ہے، بعضوں نے اسے صرف جہاد فی سبیل اللہ تک محدود رکھا ہے۔

اب ہم ذیل میں ان تمام اقوال کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

(۱) پہلا قول: فی سبیل اللہ کا لفظ تمام ہی قسم کے اعمال خیر اور قدرت وطاقت پر حاوی ہے۔ یہ رائے امام رازیؒ نے امام قفال سے نقل کرتے ہوئے بعض فقہاء کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن ان فقہاء کے نام نہیں بتائے، امام رازیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’واعلم ان ظاھر اللفظ فی قولہ تعالی وفی سبیل اللہ لا یوجب القصر علی کل الغزاۃ فلھذا المعنی نقل القفال فی تفسیر عن بعض الفقھاء انھم أجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصول وعمارۃ المساجد لأن قولہ فی سبیل اللہ عام فی الکل‘‘ (تفسیر الکبیر: ۱۶/ ۱۱۳)

نواب صدیق حسن خان نے ’’الروضۃ الندیۃ‘‘ میں لکھا ہے کہ ’’آیت مصارف زکوٰۃ

میں مذکور لفظ فی سبیل اللہ کے معنی اللہ کا راستہ ہے اور جہاد اگرچہ اللہ تک پہنچانے والے راستوں میں اہم ترین راستہ ہے، لیکن باب زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کے حصے کو مجاہدین کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کا صرف کرنا ہر اس عمل پر جو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو جائز ہوگا، آیت کا لغوی معنی یہی ہے اور لغوی معانی پر وقوف واجب ہے اس لئے کہ اس مقام پر شرع سے کوئی نقل صحت کے ساتھ ثابت نہیں"۔

نواب صدیق حسن خان نے اپنے اسی رجحان کے مطابق تمام قرضوں میں زکوٰۃ کے صرف کو جائز قرار دیتے ہوئے علماء کو بھی مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے، اگرچہ وہ غنی ہوں، نواب صاحب لکھتے ہیں "**من جملة سبيل الله الصرف فی العلماء الذين يقومون بمصالح المسلمين الدينية فان لهم فی مال الله نصيبا سواء كانوا اغنياء او فقراء بل الصرف فی هذه الجهة من اهم الامور لان العلماء ورثة الانبياء وحملة الدين وبهم تحفظ بيضة الاسلام وشريعة سيدنا الامام** "(الروضۃ الندیۃ: ۱/۲۰۷)

واضح رہے کہ خود نواب صاحب مرحوم نے اپنی تفسیر "فتح البیان" میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے جمہور کے اس قول کو ترجیح دی ہے، جس میں فی سبیل اللہ سے "**وهم الغزاة والمرابطون يعطون من الصدقة ما ينفقون فی غزوهم ومرابطهم وان كانوا أغنيا**" مراد لیا گیا تھا۔

اس قول کے بارے میں نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں: "**والاول أولى لاجماع الجمهور عليه**" (فتح البیان: ۴/۱۵۱)

بعض حضرات نے یہ قول امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب بدائع کی طرف منسوب کیا ہے، اور ان کے اس جملے سے کہ فی سبیل اللہ تمام ہی قربتوں کا نام ہے اس لئے کہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت میں سعی کر رہا ہو، اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، لیکن ان کا یہ قول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شخص محتاج ہو، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ

بناء مسجد وغیرہ جن میں کوئی شخص مصرف نہیں بلکہ کام مصرف ہے وہ اس ذیل میں نہیں آتے اور اگر اشخاص ہی ہوں جو کسی دینی جد وجہد میں مشغول ہوں تو وہ بھی اس شرط کے ساتھ مصرف ہوں گے کہ وہ محتاج ہوں، کاسانی کے پہلے جملے نے جو توسع پیدا کیا تھا اس شرط نے اس توسع کو ختم کر دیا۔

(۲) دوسرا قول "فی سبیل اللہ" مسلمانوں کی مصالح عامہ کو شامل ہے، اس قول کا حاصل یہ ہے کہ ہر طاعت وکار خیر مصرف زکوٰۃ نہیں بلکہ انہیں کاموں پر فی سبیل اللہ کی مد میں زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے، جس کا تعلق مسلمانوں کی عمومی مصالح سے ہو، اور جن سے مسلمانوں کے دین اور ان کی جتماعی حیات کی بقا اور ترقی کا تعلق ہو مثلاً جنگ کی تیاری، فوجوں کی غذائیں، فوجی ہاسپٹل، عمومی خیراتی اسپتال وغیرہ، اسی ذیل میں علوم شرعیہ کے مدارس جو مسلمانوں کی عام مصلحت سے تعلق رکھتے ہیں بشمول اساتذہ مدارس کے جو کسی اور ذریعہ آمدنی سے علیحدہ ہوکر بالکل مدارس دینیہ میں تعلیم وتدریس میں مشغول ہوجاتے ہیں یہ رائے عام طور پر علماء سلف میں نہیں پائی جاتی البتہ ماضی قریب میں شیخ محمد رشید رضا مصری اور شیخ شلتوت وغیرہ نے اختیار کی ہے۔

(۳) تیسرا قول: فی سبیل اللہ میں حج بھی داخل ہے۔

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ کی طرف یہ قول منسوب ہے امام احمد سے اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں اور فقہاء حنابلہ کے یہاں ترجیحات بھی مختلف نظر آتی ہیں۔ (الانصاف للمرداوی: ۵:۲۳۵)

ابوعبید بن قاسم بن سلام نے بعض صحابہ کی یہ رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "**هذا القول مهجور غير معمول به**" (الاموال لابی عبید: ۷۹۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی مجموعہ فتاوی میں اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ (مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲/ ۲۷۴)

پھر یہ کہ جس حاجی کو زکوٰۃ دی جائے اس کا فقیر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ پھر حج فرض ونفل

کاایک ہی حکم ہے یاالگ یہ سب بحثیں فقہاء حنابلہ نے اپنی کتابوں میں کی ہیں۔

فقہاء حنفیہ میں سے محمد بن الحسن کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ ایسا شخص جو سفر حج میں نکلا، قافلہ سے بچھڑ گیا اس لئے کہ اس کے اخراجات سفر ضائع ہو گئے یا اس کی سواری اسے دھوکا دے گئی۔

تو یہ حاج منقطع مصرف زکوٰۃ ہے، (شامی: ۲/ ۳۴۳، بدائع الصنائع: ۱/ ۴۶)

جمہور فقہاء امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ سفیان ثوریؒ، ابوثورؒ، ابن المنذر وغیرہ حجاج کو زکوٰۃ دینا جائز قرار نہیں دیتے۔

(۴) چوتھا قول: علماء، مدرسین، اصحاب افتاء وقضاء اور طلبہ علوم شرعی، جو علم کے لئے وقف ہیں، انہیں زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ یہ رائے بعض متأخرین فقہاء کی ہے، جنہوں نے مجاہدین وغزاۃ کے ساتھ قضاء افتاء اور تدریس جیسے عمومی مصالح امت میں مشغول لوگوں کو ملحق قرار دیا ہے، جیسا کہ صنعانی نے سبیل السلام: ۱/ ۱۴۵ میں اس قول کا تذکرہ کیا ہے اور بعض فقہاء احناف نے طلبہ علوم دینیہ کو باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ دینا جائز قرار دیا ہے۔ (شامی: ۲/ ۳۴۰، ۳۴۳)

(۵) پانچواں قول: فی سبیل اللہ سے مراد غزوہ جہاد ہے۔

علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ و جہاد داخل ہے اس کے بعد غزوہ کے علاوہ کسی اور کام کے فی سبیل اللہ میں داخل ہونے کے بارے میں فقہائے امت کے درمیان کچھ اختلاف ہے، لیکن فقہا مجتہدین کی بڑی تعداد اسی کی قائل ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ و جہاد کے علاوہ کوئی اور کام داخل نہیں، ائمہ مجتہدین میں امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا اس بارے میں متفقہ قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق غازی ہی ہیں، عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک یہی جمہور علماء کا قول رہا ہے، علامہ ابن رشد فی سبیل اللہ کے بارے میں ائمہ مجتہدین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قال مالك: سبيل الله مواضع الجهاد والرباط“۔

”وبہ قال ابوحنیفة: وقال الشافعی: ھو الغازی“۔

”جاز الصدقة، وانما اشترط جاز الصدقة لأن عند أکثرھم انہ لا یجوز نقل الزکوٰۃ من بلد الی بلد الا من ضرورة“(بدایۃ المجتہد: ۱/ ۲۱۴)

جمہور فقہاء کے نزدیک اس پر ات پر اتفاق ہے کہ باوجود کہ فی سبیل اللہ میں صرف غزوہ و جہاد آتا ہے، اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات کے بارے میں ان میں باہم اختلاف ہے، بعض فقہاء نے غازیوں اور مجاہدین کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لئے ان کے فقیر ہونے کی شرط لگائی ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہی غازی فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آئیں گے جو بیت المال سے اجرت لئے بغیر رضا کارانہ طور پر جنگوں میں حصہ لیں غرضیکہ تفصیلات میں کچھ اختلاف ہونے کے باوجود فقہاء کی غالب اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ غزوہ و جہاد تک محدود ہے۔

پہلے قول کے دلائل

(۱) جو حضرات سبیل اللہ میں تمام نیک کاموں کو داخل کرتے ہیں ان کی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ لفظ ”فی سبیل اللہ“ عام ہے، لہٰذا کسی دلیل کے بغیر لفظ عام کو اس کے بعض افراد کے ساتھ مخصوص کر دینا درست نہیں ہے، اور یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر فی سبیل اللہ کو غزوہ و جہاد کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے تو اب صدیق حسن صاحب اس دلیل کو پوری قوت کے ساتھ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

”وأما سبیل اللہ المراد بہ ھھنا الطریق الیہ عز وجل والجھاد وان کان اعظم الطریق الی اللہ عز وجل، لکن لا دلیل علی اختصاص ھذا السھم بہ بل یصح الصرف بذلك فی کل ما کان طریقا الی اللہ عز وجل، ھذا معنی الآیة لغة، والواجب الوقوف علی المعانی اللغویة حیث لم یصح النقل ھنا شرعا“(الروضۃ الندیۃ: ۱/ ۲۰۶)

(۲) فی سبیل اللہ: کے عموم پر دوسرا استدلال اس طرح کیا جاتا ہے کہ بعض صحابہ، تابعین اور فقہاء نے حج کو فی سبیل اللہ میں داخل قرار دیا ہے۔اس س یہ بات معلوم ہوئی کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ غزوہ جہاد تک محدود نہیں ہے بلکہ دوسرے کار خیر بھی اس میں داخل ہیں اور جب غزوہ جہاد سے آگا بڑھ کر حج کو "فی سبیل اللہ" میں داخل مان لیا گیا تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے نیک کاموں کو اس سے خارج قرار دیا جائے زکوۃ کے دوسرے کارہائے خیر میں صرف کرنے کے جواز کی ایک دلیل کتب حدیث کی وہ روایت بھی ہے جسے امام بخاری نے الجامع الصحیح کے باب القسامہ میں ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی کو خیبر میں یہودیوں نے قتل کر دیا ان کے قاتل کا پتہ نہیں چل سکا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کو خون بہا صدقہ کے اونٹوں میں سے دیا۔

(۳) نواب صدیق حسن صاحب نے تمام کاموں میں مشغول افراد کو زکوۃ دینے کے جواز پر یہ استدلال بھی پیش کیا ہے کہ صحابہ کرام ہر سال بیت المال سے عطیہ لیا کرتے تھے، بیت المال میں جمع شدہ مال کا ایک حصہ مال زکوۃ ہوا کرتا تھا اور بیت المال سے عطیہ لینے والے صحابہ میں مالدار وغریب دونوں قسم کے صحابہ تھے۔ایک ایک شخص کا عطیہ عزار کو پہنچ جاتا تھا۔(الروضۃ الندیۃ:۱/ ۶)

دوسرے قول کے دلائل

"فی سبیل اللہ" کے مصداق کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ "فی سبیل اللہ" سے مراد ملمانوں کے عمومی مصالح ہیں، جن سے اجتماعی طور پر مسلمانوں کے دین کی بقا و ترقی اور مملکت اجتماعی امور وابستہ ہیں، قدیم مفسرین مجتہدین اور فقہاء کے یہاں یہ قول نہیں ملتا، سب سے پہلے شیخ محمد رشید رضا اور شیخ الازہر شیخ محمد شلتوت نے یہ قول اختیار کیا، اس کے بعد بعض دوسرے حضرات نے ان کی پیروی کی، ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے......۔

(۱) قرآن وسنت میں کوئی ایسی صراحت موجود نہیں ہے جس کی بنا پر ہم فی سبیل اللہ کو

کسی خاص کارِ خیر کے لئے مخصوص کرسکیں، لہٰذا فی سبیل اللہ کا مصداق طے کرنے کا مسئلہ اجتہادی مسئلہ ہے، ہر عالم وفقیہ کو اس کے بارے میں اپنی رائے دینے کا حق ہے، اس مسئلہ کا اجتہادی ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماضی اور حال میں فی سبیل اللہ کے مصداق کے بارے میں علماء اور فقہاء کا اختلاف رہا ہے، چنانچہ بعض حضرات نے ''فی سبیل اللہ'' کو غازیوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ بعض حضرات نے غازیوں کے ساتھ حج وعمرہ کرنے والوں کو بھی اس میں شامل کیا ہے، بعض نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے۔

(۲) ان حضرات کا ایک استدلال صدقہ کے اونٹوں سے خون بہا ادا کئے جانے کی اس حدیث سے بھی ہے جس کا تذکرہ قول اول کے دلائل کے ذیل میں آچکا ہے، استدلال کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرع نزاع اصلاح ذات البین نیز مقتول کے اولیاء کو خوش کرنے کے لئے زکوٰۃ کے مال سے خون بہا ادا کیا۔ جب امن برقرار رکھنے ک مقصد سے رفع نزاع کے لئے مقتول کے ورثہ کو خون بہا میں زکوٰۃ دینا جائز ہے تو یہ بات بدرجہ اولی جائز ہونی چاہئے کہ اسلامی مملکت میں امن وامان کے قیام اور اجتماعی زندگی کی شیرازہ بندی کے لئے زکوٰۃ کی رقم صرف کی جائے، مصالح عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ خرچ کرکے اسلامی مملکت کو استحکام بخشا جائے۔

(۳) فقہاء کی ایک جماعت نے زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف کے لئے صرف زکوٰۃ کی علت یہ قرار دی ہے کہ ان مصارف پر خرچ کرنے سے مسلمانوں کی عمومی حاجت اور منفعت پوری ہوتی ہے، جب متعدد مصارف زکوٰۃ میں زکوٰۃ صرف کرنے کی علت مسلمانوں کی عمومی حاجت ومنفعت ہے تو ہم کیوں نہ اس علت کو عام کرتے ہوئے ان تمام کاموں کو مصارف زکوٰۃ کے دائرہ میں لے آئیں جن میں مسلمانوں کی عام مصلحت اور مسلم سوسائٹی کا اجتماعی مفاد ہو۔

تیسرے قول کے دلائل

(۱) جن حضرات نے غزوہ وجہاد کے ساتھ حج کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے ان

کا استدلال چند روایات و آثار سے ہے ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کو فی سبیل اللہ میں شمار کیا، اور جس شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں محبوس کردیا تھا اسے آپ نے ہدایت دی کہ اپنا وہ اونٹ حج کرنے کے لئے دے دے۔ اس سلسلہ کی ایک روایت مسند احمد میں آتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابومعقل سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے اوپر حج لازم ہے اور آپ کے پاس ایک جوان اونٹ ہے، مجھے وہ اونٹ دے دیجئے تاکہ میں اس پر حج کرآؤں، ابوالمعقل نے کہا کہ تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں نے وہ اونٹ فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں محبوس کردیا ہے ام معقل نے کہا کہ پھر مجھے حضور اکرم کے باغ کی فصل دے دیجئے، ابوالمعقل نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میری کھجور کی پیداوار میرے بال بچوں کی روزی ہے ام معقل نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس بارے میں بات کروں گی، راوی کہتے ہیں کہ ابومعقل اور ام معقل دونوں چل کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ام معقل نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے ذمہ حج لازم ہے اور ابومعقل کے پاس جو اونٹ ہے، ابومعقل نے عرض کیا کہ ام معقل کی بات درست ہے، لیکن میں نے وہ اونٹ فی سبیل اللہ محبوس کردیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ام معقل کو وہ اونٹ حج کرنے کے لئے دیدو، کیونکہ حج بھی فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں ہے۔

حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں اسی طرح کا ایک واقعہ ابوطلیق اور ام طلیق کا آتا ہے۔

(۲) امام بخاری نے تعلیقاً ابواللیث سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں حج کرنے کے لئے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا، (حوالہ، صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ”قول اللہ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ“) امام احمد، ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے اس حدیث کی سند متصل ذکر کی ہے۔

(۳) چند صحابہ کرام سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے حج کے لئے زکوٰۃ کا مال دینے کا فتویٰ دیا، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اپنے مال

کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کیا جائے گا اور زکوٰۃ کا مال حج میں دیا جائے گا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا مال حج کرنے والوں کو دینے کا فتویٰ دیا، اس طرح کے متعدد آثار حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں نقل کیا ہے، یہ احادیث وآثار اس بات کے ثبوت ہیں کہ جہاد کے ساتھ حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے، ائمہ مجتہدین میں سے امام محمد بن حسن رحمہ اللہ امام احمد اسحاق بن راہویہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔

چوتھے قول کے دلائل

بعض متأخرین فقہاء نے علماء ومدرسین، اصحاب افتاء اور طلبہ علوم دینیہ کو بھی غازی کے ساتھ ملحق کر کے مصارف زکوٰۃ میں شامل کیا ہے، ان حضرات نے اپنے اس قول پر کوئی قابل ذکر دلیل ذکر نہیں کی ہے، مصنف سبل السلام اس نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عمدۃ الاحکام کے شارح نے لکھا ہے کہ غازی کے ساتھ وہ لوگ بھی ملحق کئے جائیں گے جو مسلمانوں کی کسی عمومی مصلحت مثلاً قضاء، افتاء وتدریس انجام دے رہے ہیں خواہ وہ لوگ مالدار ہی ہوں۔" (سبل السلام: ۱/ ۱۴۵)

پانچویں قول کے دلائل

عہد صحابہ سے لیکر دور حاضر تک جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ فی سبیل اللہ سے صرف غزوہ وجہاد مراد ہے، دوسرے نیک ام زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ میں داخل نہیں ہیں، سچی بات یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی تین صدیوں میں یہی علماء کا متفقہ قول تھا ہاں معدود چند افراد ایسے ضرور تھے جنہوں نے فی سبیل اللہ میں حج کو بھی شامل کیا تھا۔

ان حضرات کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اور صحابہ کرام کی زبان میں جب فی سبیل اللہ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد غزوہ وجہاد ہی ہوتا ہے، شیخ المفسرین

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: ”واما قوله فی سبیل الله فانه یعنی النفقة فی نصرة دین الله وطریقه وشریعته التی شرعها لعباده لقتال اعدائه وذلك هو الغزو“ (تفسیر ابن جریر: ۱۰/ ۱۶۵)

ابن الاثیر لکھتے ہیں:

”السبیل فی الاصل الطریق ویذکر ویونث والتانیث فیها اغلب وسبیل الله عام یقع علی کل عمل خالص سلك به طریق التقرب الی الله تعالی بأداء الفرائض والنوافل وانواع التطوعات واذا اطلق سبیل الله فهو فی الغالب واقع علی الجهاد وحتی صار لکثرة الاستعمال کأنه مقصور علیه“ (النہایۃ فی غریب الحدیث: ۲/ ۳۳۶)

ابن جوزی لکھتے ہیں:

”اذا أطلق ذکر سبیل الله فالمراد به الجهاد“ (فتح الباری: ۷/ ۴۸)

ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

”سبیل الله عند الاطلاق هو الغزو“ (فتح الباری: ۷/ ۴۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

”المتبادر عند اطلاق لفظ ”فی سبیل الله الجهاد“ (فتح الباری: ۷/ ۲۹)

”المتبادر الی الافهام ان سبیل الله تعالی هو الغزو اکثر ما جاء فی القرآن العزیز کذلك“ (المجموع: ۶/ ۲۱۲)

ابن قدامہ حنبلی المغنی میں لکھتے ہیں:

”کل ما فی القرآن من ذکر سبیل الله انما ارید به الجهاد. فیجب حمل ما فی هذه الآیة (یعنی آیة الصدقات) علی ذلك لأن الظاهر ارادته“ (المغنی: ۶/ ۴۳۷)

تمام فقہی مسالک کے اصحاب علم وتحقیق فقہا کا مطالعہ یہی ہے کہ ”فی سبیل الله“

شریعت کی ایک اہم اصطلاح ہے، سبیل اللہ لغوی معنی کے اعتبار سے اگر چہ عام ہے اس میں ہر کار خیر داخل ہے کتاب وسنت میں بھی کہیں اسی عام لغوی معنی میں سبیل اللہ کا استعمال ہوا ہے، لیکن کتاب وسنت میں سبیل اللہ کا استعمال جب قرائن کے بغیر مطلق طور پر ہوتا ہے تو اس سے غزوہ جہاد ہی مراد ہوتا ہے قدیم مفسرین وفقہاء کے علاوہ دور جدید کے بعض علماء نے بھی کتاب وسنت میں فی سبیل اللہ کے استعمالات کا تتبع کر کے ''فی سبیل اللہ'' کے اس مخصوص معنی کو ثابت کیا ہے کتب حدیث میں ابواب الجہاد کی حدیثوں کا مطالعہ بھی اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے۔

(۲) جمہور فقہاء کی طرف سے استدلال میں وہ احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں جو فن حدیث کی متعدد اہم کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة. لغاز فی سبیل الله او العامل علیها او لغارم او رجل اشتراها بماله او لرجل كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فاهدى المسكين للغنى'' (موطاء امام مالک، سنن ابو داؤد)

اس حدیث میں زبان رسالت نے فی سبیل اللہ کے ساتھ ''غاز'' کی قید لگا کر زکوٰۃ کے مصرف ''فی سبیل اللہ'' کی مراد متعین کر دی، فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف اقوال کے تمام دلائل کا احاطہ یہاں مقصود نہیں ہے، تفصیلی دلائل کے لئے تفسیر، حدیث، فقہ کی اہم کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، اوپر کے صفحات میں زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف اقوال اور ان کے اہم دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے، مختلف اقوال کے درمیان محاکمہ اور ان کے دلائل کا موازنہ اصحاب علم وبصیرت علماء اور فقہاء پر چھوڑ دیا گیا۔

ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے فی سبیل اللہ کا مصداق طے کرنے کی خاطر جن نکات کو طے کرنا اور جن سوالات کا منقح کرنا ہمارے لئے ضروری ہے وہ یہ ہیں:

(۱) مصارف زکوٰۃ کو طے کرنے میں سب سے بنیادی حیثیت سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶

''انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة

قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ‘‘ کو حاصل ہے، یہ آیت زکوٰۃ کے مصارف کو حصر کے ساتھ بیان کرتی ہے کلمہ ’’انما‘‘ حصر پر دلالت کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس آیت کے ذریعہ مصارف زکوٰۃ کا جو حصر بیان کیا گیا ہے، وہ حصر حقیقی ہے یا حصر اضافی؟ منشا سوال یہ ہے کہ اگر چہ عہد صحابہ سے لیکر دور حاضر تک جمہور مفسرین فقہاء اور علماء مصارف زکوٰۃ والی آیت کا حصر حقیقی قرار دیتے رہے اور یہ صراحت کرتے رہے کہ اس آیت میں مذکور آٹھ مصارف کے باہر زکوٰۃ کا صرف کرنا قیامت تک کے لئے ناجائز ہے، زکوٰۃ انہیں مصارف میں صرف کی جائے گی لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ’’حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ میں اس حصر کو اضافی قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

’’**وعلی ھذا فالحصر فی قولہ تعالیٰ "انما الصدقات" اضافی بالنسبۃ الی ما طلبہ المنافقون فی صرفھا فیما یشتھون علی ما یقتضیہ سیاق الآیۃ والحصر فی ذلک ان الحاجات غیر محصورۃ، ولیس فی بیت المال فی البلاد الخالصۃ" للمسلمین غیر الزکاۃ کثیر مال، فلا بد من توسعہ لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم** ‘‘ (حجۃ اللہ البالغہ: ۲/ ۴۵)

(۲) جمہور مفسرین وفقہاء نے آیت مصارف میں مذکور ’’فی سبیل اللہ‘‘ سے غازی مراد لیا ہے ان حضرات نے ’’**لا تحل الصدقات لغنی الا لخمسۃ لغاز فی سبیل اللہ الخ**‘‘ والی حدیث کے علاوہ ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ کتاب وسنت میں اگر چہ فی سبیل اللہ کا اطلاق مختلف دینی کاموں کے لئے کیا گیا ہے، لیکن جب کتاب وسنت میں فی سبیل اللہ کا استعمال مطلق طور پر (کسی قید وقرینہ کے بغیر) ہوتا ہے تو اس سے مراد غزوہ جہاد ہی ہوتا ہے۔ شیخ یوسف قرضاوی نے ’’فقہ الزکوۃ‘‘ میں کتاب وسنت میں فی سبیل اللہ کے استعمالات کا استقراء وتتبع کر کے یہی بات ثابت کرنی چاہی ہے، کیا آپ جمہور فقہاء کے اس دعوی سے متفق ہیں کہ فی سبیل اللہ کا استعمال جب کتاب وسنت میں مطلق طور پر ہوتا ہے تو اس سے مراد غزوہ

وجہاد ہی ہوا کرتا ہے۔

(۳) یہ ایک حقیقت ہے کہ قرون اولی میں زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی تشریح میں دو ہی قول ملتے ہیں، صحابہ تابعین، مفسرین، فقہاء کی غالب اکثریت نے فی سبیل اللہ کو غزوہ میں محصور کیا ہے اور دوسرا قول یہ رہا کہ فی سبیل اللہ میں حج بھی شامل ہے، سوال یہ ہے کہ اگر آیات احکام میں سے کسی آیت کی تشریح میں قرون اولی میں صرف دو قول پائے جاتے ہیں تو کیا ہمارے لئے لازم ہے کہ انہی دو میں سے کسی ایک قول کو اختیار کریں یا ہم ان دو اقوال کو چھوڑ کر آیت کی تفسیر وتشریح میں کوئی تیسرا یا چوتھا قول بھی اختیار کرسکتے ہیں؟

(۴) فقہاء احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے ساتویں مصرف میں فی سبیل اللہ کا مصداق جو لوگ بھی ہوں، بہر حال فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آنے والے لوگ فقیر ہونے ہی کی صورت میں زکوۃ کے مستحق ہوں گے، عاملین زکوۃ کے علاوہ باقی تمام مصارف میں فقہاء احناف فقر کی شرط لگاتے ہیں، اسی لئے جن فقہائے احناف نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے یا تمام امور خیر کو فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے (مثلا صاحب فتاوی ظہیریہ اور علامہ کاسانی) ان کی اس تشریح سے مستحقین زکوۃ کے مسئلہ میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں پیدا ہوا، کیونکہ جب ان حضرات کے نزدیک فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آنے والے لوگ فقر کی شرط کے ساتھ ہی مستحق زکوٰۃ ہوئے تو وہ لوگ زکوۃ کے پہلے مصرف فقراء میں متفقہ طور پر داخل ہوں گے فقہاء احناف کے نزدیک فی سبیل اللہ میں فقر کی شرط ہونے ہی کی وجہ سے غالبا ان حضرات کے قول پر زیادہ رد وقدح نہیں ہوئی جنہوں نے فی سبیل اللہ میں تمام امور خیر کو داخل کیا، یا طلبہ کو اس کا مصداق قرار دیا۔ کیونکہ فقر کی شرط لگانے کے بعد فی سبیل اللہ کے مصداق کی تعیین میں اختلاف نتیجہ کے اعتبار سے کوئی حقیقی اختلاف نہیں رہ جاتا۔ اس کے برخلاف ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک جو لوگ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کے مصداق ہیں ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لئے فقر کی شرط نہیں ہے، فی سبیل اللہ میں فقر کی شرط نہ لگانے کی صورت میں اس کے مصداق کی تعیین

میں اختلاف ایک حقیقی اختلاف بن جاتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں فی سبیل اللہ کی تشریح میں زیادہ احتیاط اور حساسیت ہے، فقہائے مالکیہ اور فقہائے شافعیہ کے یہاں متفقہ طور پر یہ بات ملتی ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی ہے اور فقہاء حنبلی میں دو قول ملتے ہیں۔ (۱) فی سبیل اللہ سے صرف غازی مراد ہے۔ (۲) فی سبیل اللہ میں غزوہ کے ساتھ حج بھی شامل ہے۔

مذکورہ بالا معروضات کو سامنے رکھ کر آپ تحریر فرمائیں کہ......

الف: زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کا آپ کے نزدیک کیا مصداق ہے؟ فی سبیل اللہ کے دائرہ میں کون کون لوگ آتے ہیں، اور اس کے دائرہ کی وسعت کہاں تک ہے؟

ب: جو لوگ بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہوں ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لئے فقر کی شرط ہے یا نہیں؟

(۵) مصارف زکوٰۃ قیاس شرعی کا محل ہیں یا نہیں؟ یعنی کیا یہ بات درست ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کی تعلیل کرکے اشتراک علت کی بنا پر ان آٹھ مصارف کے علاوہ کچھ دوسری قسموں کو مصارف زکوٰۃ کے ساتھ ملحق کیا جائے، اور ان پر زکوٰۃ کا صرف کیا جانا جائز قرار دیا جائے، بعض حضرات نے فی سبیل اللہ کا مصداق جہاد عسکری کو قرار دینے کے باوجود جہاد قلمی، جہاد فکری وغیرہ کو جہاد عسکری پر قیاس کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق اگرچہ جہاد عسکری ہی ہے، لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے، جہاد قلمی جہاد فکری، جہاد ثقافتی وغیرہ پر بھی زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز ہے، کیا آپ کے نزدیک یہ نقطۂ نگاہ قابل قبول ہے؟ اور اصولاً کیا اس کی گنجائش ہے کہ مصارف زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے کچھ اور قسموں کو مصارف زکوٰۃ میں شامل کیا جائے؟

(۶) یہ واقعہ ہے کہ دور حاضر میں مختلف دینی دعوتی کاموں کے لئے بے پناہ سرمایہ کی ضرورت ہے، دور حاضر کی ترقیات اور جدید وسائل نے دینی کاموں کی ضروریات اور مصارف کو بہت بڑھا دیا ہے اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ آج کل مسلمان دینی کاموں کے لئے

جو سرمایہ دیتے ہیں اس کا کم وبیش اسی نوے فیصد زکوٰۃ ہی کی رقم سے ہوتا ہے، صدقات نافلہ اور غیر زکوٰۃ کی مدوں میں دینے کا رواج دن بدن کم ہوتا جارہا ہے، ان حالات میں دینی کام کرنے والے اداروں (مدارس، اکیڈمیاں، تنظیمیں وغیرہ) کے لئے یہ پابندی بہت دشوار ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے مختلف اخراجات اور منصوبوں میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہ کریں، کیا اس دشواری کے پیش نظر آپ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ وسیع کردیا جائے، اور اس سلسلہ میں دلائل کی قوت وضعف سے قطع نظر متاخر یا معاصر علماء کے تفہیم وتوسیع والے قول کو اختیار کرلیا جائے؟

(۷) اگر آپ کے نزدیک زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ میں تعمیم ہے یعنی اس کے دائرہ میں غزوہ اور حج کے علاوہ کچھ اور کام بھی آتے ہیں تو یہ وضاحت بھی مطلوب ہے کہ فی سبیل اللہ کے دائرہ کس حد تک وسیع ہے، اسکے حدود کیا ہیں؟ اور آپ فی سبیل اللہ کا دائرہ اور جو حدود سمجھتے ہیں مختصراً اس کے دلائل کیا ہیں؟

(۴۵۰)۔ مسئلہ زکوٰۃ پر ایک نظر

زیر نظر مقالہ مسئلہ زکوٰۃ کے محوراول پر مشتمل ہے، اختصار کے ساتھ زیر بحث عنوان پر روشنی ڈالی جائے گی۔

زکوٰۃ جن اموال پر واجب ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم سوائم اور دوسری قسم مال تجارت۔

چونکہ زکوٰۃ کی شرائط میں سے مال کا نامی ہونا ہے اور نما بڑھوتری من حیث العین اسامت سے ہوتی ہے اور من حیث المعنی تجارت سے ہوتی ہے، پھر مالِ تجارت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ اموال تجارت کی دو قسموں کا بیان:

پہلی قسم: اثمان مطلقہ جسے ثمن خلقی بھی کہا جاتا ہے، جیسے سونا چاندی، دوسری قسم سلع۔

البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ سونا چاندی کی تخلیق ہی دراصل تجارت کے لئے ہوئی ہے، اس لئے اس میں تجارت کی نیت وجوب زکوٰۃ کے لئے ضروری نہیں، لہٰذا خواہ تجارت کے لئے کوئی شخص رکھے ہوئے ہو یا خرچ کے لئے بہر حال اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، بخلاف سونے چاندی کے علاوہ دوسرے سامان کہ اس میں جس طرح تجارت کی صلاحیت ہے، اسی طرح اس کے عین سے بھی نفع اٹھایا جاسکتا ہے، بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد اصلی اس کے عین سے انتفاع ہے، اس لئے اس پر وجوب زکوٰۃ کے لئے نیت تجارت ضروری ہے تاکہ یہ مال تجارت ہو جائے۔ (تحفۃ الفقہاء ۱/ ۴۶۲)

سونا چاندی خواہ جس شکل میں ہوں، مضروب ہوں یا غیر مضروب، زیورات ہوں یا تبر، استعمال جائز ہو یا نہ ہو، تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو۔ (تحفۃ الفقہاء ۱/ ۴۶۲)

جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے ان کا بقدر نصاب ہونا بھی ضروری ہے اور نصاب مختلف ہیں، مثلاً چاندی میں دوسو درہم، سونے میں بیس مثقال اور اگر مال از قبیل عروض ہے تو وہ سونے یا چاندی کے نصاب کے بقدر ہو اور اگر مال از قبیل حیوانات ہے تو ان کا متعینہ مقدار کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ (تحفۃ الفقہاء: ۱/ ۴۶۲) (۱)

التعليق والتخريج

(۱) مال التجارة نوعان، الأثمان المطلقة وهى الذهب والفضة وما سواهما من السلع، غير أن الأثمان خلقت فى الأصل للتجارة فلا تحتاج إلى تعيين العباد للتجارة بالنية، فتجب الزكاة فيها وإن لم ينو التجارة أو أمسك للنفقة، وفاقا السلع فكما هى صالحة للتجارة، بها فهى صالحه للانتفاع بأعيانها بل هو المقصود الأصلى فنها، فلا بد من النية حتى تصوير للتجارة.... ثم الفضة مال الزكاة حتى تصير للتجارة.... ثم الفضة مال الزكاة كيفما كانت مضروبة أو غير مضروبة۔ أو تبراً او حلياً يحل استعمالها أولا؟ أو نوى التجارة أو لم ينو.... الخ۔ (تحفة الفقهاء ص:۲٦۔ دار الكتب العلمية)۔

وشرط وجوبها..... وملك نصابٍ حولى فارغ عن الدين وحاجته الأصلية نامٍ ولو تقديراً ملكاً تاماً۔ (ملتقى الأبحر ص:١٦٨ ج:١، مؤسسة الرسالة)۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد أما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض، أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لاتجب فيه الزكاة۔ (هنديه ص:١٧٣ ج:١، رشيدية)۔ (كذا فى مجمع الأنهر ص:٢٨٦ ج:١۔ فقيه الامت)۔

شامی ص:٢٦٠[illegible] ج:٢۔ كراچی۔ ص:[illegible] ج:٢۔ نعمانية۔

الفتاوىٰ الهندية ص:١٧٢[illegible] ج:١۔ رشيدية۔

(۲)۔ وجوب زکوٰۃ کے لئے اوصاف اربعہ کا ہونا ضروری ہے:

مال بقدر نصاب ہونے کے بعد اس میں اوصاف اربعہ کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) حولانِ حول ہونا۔

(۲) نصاب کا دین اور حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا۔

(۳) نصاب کا نامی ہونا، خواہ نما حقیقۃً ہو یا تقدیراً۔

(۴) نصاب پر ملکِ تام کا حاصل ہونا۔ (ملتقی الابحر ۱/ ۳۹۱) (۱)

اوصافِ اربعہ میں سے ایک وصف ملک تام ہے، کسی بھی نصاب پر ملک تام کا تحقق اس وقت ہوگا، جب ملک اور ید (قبضہ) کا تحقق ہو، اگر ان دونوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوگئی تو ملک تام نہیں کہلائے گا، مثلاً مہر قبضہ سے پہلے ملک تو موجود ہے، لیکن ید مفقود ہے اور مال مکاتب و مدیون میں ید تو ثابت ہے، لیکن ملک مفقود ہے، لہٰذا مہر قبل القبض اور مال مدیون میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ (۲): ۱/ ۱۷۲، مجمع الانہر ۱/ ۳۹۲) (۳)

(۱) صاحب السراج الوہاج کی تشریح کے مطابق وہ مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کردی گئی ہو، لیکن مال کی وصولی اب تک نہ ہوسکی ہو اس کی زکوٰۃ مشتری (خریدار) پر واجب

نہ ہوگی، اس لئے کہ ملک تو ثابت ہے، لیکن قبضہ میں ابھی نہیں آیا، اس لئے ید کا تحقق نہیں ہوا اور وجوبِ زکوٰۃ کے لئے ملک اور ید دونوں کا تحقق ضروری ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ نے بھی بحوالۂ بحر اس صورت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے:

''وخرج به أيضًا كما في البحر المشترى للتجارة قبل القبض'' (رد المحتار ۲/ ۲۶۰) (۴)

لیکن علامہ سرخسیؒ کی عبارت محل غور ہے جو بحوالہ محیط فتاوی ہندیہ میں موجود ہے:

''وأما المبيع قبل القبض فقيل: لا يكون نصابًا، والصحيح أنه يكون نصابًا'' (فتاوی ہندیہ: ۱/ ۱۷۲) (۵)

اس جزئیہ سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خریدار پر صحیح قول کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۱) وملك نصابٍ حوليٍ فارغ عن الدين وحاجته الأصلية نام ولو تقديراً ملكاً تاماً۔ (ملتقى الأبحر ص: ۱۷۱ ج: ۱، مؤسسة الرسالة)۔

(۲) ومنها الملك التام وهو ما احتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب۔ (هنديه ص: ۱۷۲ ج: ۱، رشيدية)۔

(۳) مجمع الأنهر ص: ۲۸۶ ج: ۱۔ فقيه الامت۔

(۴) وخرج به أيضاً كما في البحر المشترى للتجارة قبل القبض۔ (شامى ص: ۲۶۰ ج: ۲) كراچى۔

(۵) وأما المبيع قبل القبض لا يكون نصاباً والصحيح أنه يكون نصاباً۔ (الفتاوىٰ الهندية ص: ۱۷۲ ج: ۱) رشيدية۔

ڈپوزٹ پر زکوٰۃ کا حکم:

(۲) کرائے کی مد میں دی گئی پیشگی رقم (ڈپوزٹ) پر کرایہ دار و مالک مکان میں سے

کسی پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہئے، مالک مکان پر تو اس وجہ سے نہیں کہ اس کو صرف ید حاصل ہے، ملک نہیں، چونکہ یہ رقم عقد اجارہ کے فسخ یا تکمیل مدت کے بعد واجب الرد ہوتی ہے، اور کرایہ دار پر زکوٰۃ اس وجہ سے نہیں کہ اس کو ملک تو حاصل ہے ید نہیں، اور وجوبِ زکوٰۃ کے لئے مال پر ملک و ید دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے، چنانچہ مسئلہ رہن کے تحت بیان کردہ تعلیلات فقہاء سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

"ولا فی مرھون أی لا علی المرتھن لعدم ملك الرقبة ولا علی الراھن لعدم الید" (شامی: ۲/ ۳۶۲)(۱)

ابن نجیمؒ صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں:

"ومن موانع الوجوب الرھن" (ایضاً)(۲)

البتہ اس رقم کی واپسی کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کا مسئلہ زیر غور ہے، اگر ڈپوزٹ کا مسئلہ رہن پر قیاس کیا جائے تو سنین ماضیہ کی زکوٰۃ راہن پر استرداد کے بعد واجب نہیں ہوگی اور اگر مسئلہ رہن پر قیاس نہ کیا جائے تو سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

"وإذا استردہ الراھن لا یزکی عن السنین الماضیة" (رد المحتار: ۲/ ۳۶۲)(۳)

التعلیق والتخریج

(۱) قوله: ولا فی مرھون بعد قبضه وتحته فی الشامیة: لا علی المرتھن لعدم ملك الرقبة۔ ولا علی الراھن لعدم الید۔ (شامی ص:۲۶۳ ج:۲۔ کراچی)۔

(۲) ومن موانع الوجوب الرھن إذا کان فی ید المرتھن لعدم ملك الید۔ (البحر الرائق ص:۲۰۳ ج:۲۔ سعید)۔

(۳) وإذا استردہ الراھن لا یزکی عن السنین الماضیة۔ (الشامی ص: ۲۶۳ ج: ۲، کراچی)۔

الفتاوىٰ الھندیة ص:۱۷۳ ج:۱۔ رشیدیة۔

مجمع الأنھر ص:۱۸۶ ج:۱۔ فقیه الامت۔

(۳)۔مدارس میں جمع شدہ رقم پرزکوٰۃ کاحکم:

(۳) مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم کو اگر اس نظر سے دیکھا جائے کہ جب تک وہ رقم مستحقین پر صرف نہیں ہوئی، وہ حکماً ملکِ معطی میں ہے تو یہ نظر انتہاءً انظار دقیقہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے لاینحل ہے، اس لئے ایسر و اسہل یہی ہے کہ اس کو ملکِ معطی سے خارج قرار دے کر ملک مدرسہ قرار دیا جائے اور اس کی تائید کتاب الوقف کی بعض جزئیات سے بھی ہوتی ہے۔(ہندیہ ۲/ ۴۶۰،کتاب الوقف باب ۱۱،فصل ۲و باب ۵ ص ۸۱۴)(۱)

لہٰذا معطی پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسی طرح مدرسہ کے مہتمم پر بھی اسی کی زکوٰۃ واجب نہیں، چونکہ یہ رقوم غلۃ الوقف کے درجہ میں ہے اور جس طرح غلۃ الوقف پر زکوٰۃ واجب نہیں، مدارس و اداروں کی رقوم پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔(الکلام البدیع فی احکام التوزیع)

التعلیق والتخریج

(۱) وإنما یزول ملك الواقف عن الوقف عند أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ بالقضاء۔ (الفتاویٰ الهندیة ص:۳۵۰ ج:۲۔رشیدیة)۔

فلا زکاة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملك۔ (شامی ص:۲۵۹ ج:۲۔ کراچی)۔

ممنها الملك فلا نجب الزکاة فی سوائم الوقف۔ (بدائع الصنائع ص:۸۸ ج:۲۔ زکریا)۔

تبیین الحقائق ص:۱۰۹ ج:۲۔دار الکتب العلمیة۔

(۳۶)۔اہل مدارس سے ایک درخواست:

البتہ فقہی سمینار اہل مدارس سے سفارش کرے کہ بقدر ضرورت ہی مال کی فراہمی کریں،

تا کہ مال زکوٰۃ اس طرح محبوس نہ ہو اور مستحق مدارس محروم نہ ہوں، لیکن اگر اہل مدارس کے پاس زکوٰۃ کی رقم پسماندہ ہو تو احوط یہ ہے کہ اس کو بذریعہ تملیک رقوماتِ غیر واجبہ میں شامل کرلیا جائے اور اس کی احسن صورت یہ ہے کہ کوئی فقیر مہتمم مدرسہ کی ضمانت پر قرض لے کر مدرسہ کو عطیہ دے اور مہتمم مدرسہ مدِ زکوٰۃ سے فقیر کو قرض کی ادائیگی کے لئے دیدے۔

(۴)۔مال حرام یا حرام وحلال مخلوط مال پر زکوٰۃ کا حکم:

(۴) اگر پورا نصاب مال حرام ہو تو اس مال پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، چونکہ وجوب زکوٰۃ کے لئے ملک ضروری ہے اور مال حرام جو اس کے پاس ہے اس کا وہ مالک نہیں، چونکہ مال حرام واجب الرد ہے، لہٰذا مالک کا پتہ لگا کر وہ یہ مال واپس کرے گا اور اگر مالک معلوم نہ ہوسکے تو وہ مال واجب التصدق (۱) ہے، بلا نیت ثواب فقراء مسلمین کو دیدے "**كما لو كان الكل خبيثًا كما في النهر في القنية لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه**" (درمختار ۲/ ۱۹۲)

اگر حرام حلال مخلوط ہوگئے ہوں تو مال حرام نکالنے کے بعد باقی مال اگر بقدر نصاب ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (درمختار ۲/ ۱۹۲) (۲)

لیکن اگر مال حرام مالِ حلال کے ساتھ اس طرح مخلوط ہوگیا ہو کہ تمیز مشکل ہو تو تحری کرکے ظن غالب پر عمل کرے اور ظن غالب کے بہت سے نظائر کتب فقہ میں موجود ہیں، نیز اس انداز کے مواقع التباس میں تحری کے نظائر بھی کتب فقہ میں ہیں، گو اعلیٰ وافضل یہ ہے کہ اس طرح کا پورا مال صدقہ کردے جیسا کہ ہمارے اکابر کا یہی طرز عمل رہا ہے۔

التعليق والتخريج

(۱) ملكه ملكاً حراماً فسبيله التصدق۔ (البحر الرائق ص:۲۳۶ ج:۲) سعید

(۲) شامی ص:۲۹۱ ج:۲۔ کراچی۔

(۳) ومن ملك أموالاً غير طيبةٍ أو غصب أموالاً وخلط ملثها بالخلط ويصير ضامناً

وإن لم يكن له سواه نصاب فلان زكاة عليه فى تلك الأموال۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۲۳۳ ج:۳ زکریا)۔

يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء۔ (بذل المجهود ص:۳۷ ج:۱، ودا الیشائر الإسلامية)۔

أما رجاء الثواب من نفس المال الحرام فحرام.... ولا يرجو الثراب منه۔ (العرف الشذى على هامش الترمذى ص:۳ ج:۱، بلال)۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ص:۳۰۵ ج:۲۔ کراچی۔

(۲) أما الكلام فى اخراج زكاة قدر المقبوض من الدين الذى تجب فيه الزكاة على نحو الكلام فى المال العين إذا كان زائداً على قدر النصاب وحال عليه الحول فعند أبى حنيفة لا شئ فى الزيادة هناك فالم يكن أربعين درهماً فههُنا أيضاً لا يخرج شيئًا من زكاة المقبوض مالم۔ يبلغ المقبوضه أربعين درهماً فيخرج من كل أربعين درهماً يقبضها درهماً.... وذكر الكرخى: أن هذا إذا لم يكن له مال سوى الدين فأما إذا كان له مال سوى الدين فما قبض منه فهو بمنزلة المستفاد يضم إلى ماعنده۔ (بدائع الصنائع ص:۹۱ ج:۲۔ زكريا)۔

(۲) قسم أبو حنيفة الدين على ثلاثة أقسامٍ قوى وهو بدل القرضه ومال التجارة ومتوسط وهو بدل ماليس للتجارة كثمن ثياب البذلة وعبد الخدمة ودار السكنى وضعيف وهو بدل ماليس بمالٍ كالمهر والوصية۔ وبدل الخلع والصلح عن دم العمد.... الخ۔ (البحر الرائق ص:۲۰۷ ج:۲) سعيد شرائط وجوب الزكاة۔

(۵)۔ دیون کے اقسام اور زکوٰۃ کا حکم:

(۵) حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دین کی تین قسمیں ہیں:

دین قوی کی تفصیلات

(۱) دین قوی۔ (۲) دین وسط۔ (۳) دین ضعیف۔

(۱) دین قوی: وہ دین ہے جو مال زکوٰۃ (دراہم ودنانیر) یامال تجارت یامال تجارت سے حاصل شدہ آمدنی ونفع کے عوض میں واجب ہوا ہو۔

دین قوی کا حکم یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، لیکن دوشرطوں کے ساتھ: (۱) بقدر نصاب ہو۔ (۲) سال مکمل گزر چکا ہو۔ لیکن ادائیگی اسی وقت واجب ہوگی جب دین سے کم ازکم چالیس درہم وصول ہو جائے، تب چالیس درہم سے ایک درہم بمد زکوٰۃ نکالے اور اگر چالیس درہم سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی لیکن بقدر نصاب حولان حول، چالیس درہم کی شرط اسی وقت ہے جب دین کے علاوہ کوئی دوسرا مال زکوٰۃ نہ ہو اور اگر اس کے پاس اموال زکوٰۃ میں سے کوئی مال ہو تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کے پاس موجود مال زکوٰۃ بقدر نصاب ہے تو دین سے جتنی رقم بھی حاصل ہوگی خواہ قلیل ہو یا کثیر وہ نصاب سابق میں ضم کر دی جائے گی اور نصاب سابق کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ واجب الاداء ہوگی، اور اگر مال بقدر نصاب نہ ہو، مگر دین قوی سے حاصل شدہ رقم کو شامل کرنے کے بعد نصاب کامل ہو جائے تو دین قوی سے چالیس درہم یا اس کے بقدر وصول ہونے کے بعد ایک درہم بمد زکوٰۃ واجب الاداء ہوگا، اور جب سے نصاب کامل ہوا ہے اس وقت سے سال کی ابتداء ہوگی۔ (ردالمحتار: ۲/ ۳۰۷)

(۶)۔قرض پر زکوٰۃ کا حکم:

قرض جو اصطلاح شریعت میں دین ہے اور عرف عام میں قرض ہے، اگر مقروض وسعت کے باوجود ادا نہ کر رہا ہو تو "**مطل الغنی ظلم**" کے تحت گنہ گار ہوگا لیکن اس کی زکوٰۃ مقروض پر واجب نہیں بلکہ قرض خواہ پر واجب ہے، بشرطیکہ اس کے ملنے کا یقین ہو اور اس کی ادائیگی کا وہی طریقہ ہے جو دین قوی کا ہے جس کی تفصیلات ابھی آچکی ہیں، چونکہ یہ دین قوی میں داخل ہے اور اگر نہ ملنے کا یقین ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، جیسے وہ مال جو سمندر

میں گر کر ضائع ہو جائے، اور اگر یک مشت وصول ہو تو سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

"لو کان الدین علی مقر ملیٔ إلی أن قال فوصل إلی ملکه لزمه زکوة مامضی" (درمختار: ۲/ ۲۶۶)

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۲۶۶ ج:۲ کراچی۔

بدائع الصنائع ص:۹۱ ج:۲۔ زکریا۔

البحر الرائق ص:۲۰۷ ج:۲۔ سعید۔

وأما بعد قبضه فتجب زكاته فيما مضى كالدين القوي۔ (البحر الرئق ص:۲۰۹ ج:۲) سعید۔

(۷)۔ دین وسط کی تعریف اور اس کا حکم

(۲) دین وسط: وہ دین ہے جو اسے مال کے عوض میں اجب ہوا ہو، اگر مالک کے پاس سال بھر رہ جائے تب بھی اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، جیسے خدمت کے غلام، ثیاب بذلہ، مال خدمت کا غلہ۔

دین وسط کا حکم یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، لیکن ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب دین سے دوسو درہم وصول ہو جائے، اگر اس سے کم وصول ہوا تو زکوٰۃ واجب الاداء نہ ہوگی، لیکن دوسو درہم وصول ہو جانے کی صورت میں سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دو روایتوں میں سے روایت اصل ہے۔

دوسری روایت جو ابن سماعہ عن ابی حنیفہؒ ہے، وہ یہ ہے کہ قبضہ کے بعد حولانِ حول شرط ہے یعنی دوسو درہم وصول ہونے کے بعد جب تک اس پر سال نہ گزر جائے اس میں زکوٰۃ واجب الاداء نہ ہوگی، دین وسط میں بھی وہی تفصیلات ہیں جو دین قوی کے تحت گزر چکی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دونوں روایتوں میں صحیح اور مفتی بہ ابن سماعہ کی روایت ہے۔ (تحفۃ

الفقہاء (۱) ۱/ ۴۹۲، رد المحتار ۲/ ۶۰۳) (۲)

التعلیق والتخریج

(۲) المتوسط كثمن سائمةٍ وعبيد خدمة ونحوهما مما هو مشغول بحوائه الأصلية كطعام وشرابٍ وأمالكٍ ويعتبر مامضى من الحو قبل القبض فى الأصح وتحته فى الشامية: أنه ظاهر الرواية وعبادة الفتح والبحر فى صحيح الرواية: لكن قال فى البدائع إن رواية ابن سماعة أنه لا زكاة دفيه حتى يقبض ويحول الحول من وقت القبض هى الأصح من الروايتين عن أبى حنيفة۔ (شامی ص:۳۰۶ ج:۲) کراچی۔

(۱) تحفة الفقهاء ص:۲۹۴ ج:۱۔ دار الكتب العلمية حكم الزكاة فى الدين۔

وفى المتوسط لاتجب مالم يقبض نصاباً ويعتبر لما مضى فى صحيح الرواية وفى الضعيف لاتجب مالم يقبض نصاباً ويحول الحول بعد القبض عليه۔ (البحر الرائق ص:۲۰۷ ج:۲۔ سعيد)۔

بدائع الصنائع ص:۱۱ ج:۲۔ زکریا۔

(۸)۔ دین ضعیف کی تعریف اور اس کا حکم

(۳) دین ضعیف: وہ دین ہے جو کسی چیز کے عوض میں اجب نہ ہوا ہو، اس کے دین ہونے میں اس کے کسی فعل کا دخل نہ ہو جیسے میراث، یا اس کے فعل کو دخل ہو، جیسے وصیت یا ایسی چیز کے عوض میں واجب ہوا ہو جو مال نہ ہو جیسے دیت علی العاقلہ، مہر، بدل خلع، صلح عن دم العمد اور بدل کتابت۔

دین ضعیف کا حکم یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، لیکن دو شرطوں کے ساتھ:

(۱) دین سے حاصل شدہ رقم بقدر نصاب (دوسو درہم) ہو۔

(۲) قبضہ کے بعد اس پر سال گزر جائے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب الاداء نہیں، یہ ساری تفصیلات حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہیں۔

(۱) وعند قبض مأتين مع حولان الحول بعده أي بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مالٍ كمهرٍ ودية وبدل كتابة وخلعٍ إلا إذا كان عنده ما يضم إلى الدين الضعيف۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص:۳۰٦ ج:۲۔ کراچی)۔

وفي الضعيف لا تجب مالم يقبض نصاباً ويحول الحول بعد القبض عليه۔ (البحر الرائق ص:۲۰۷ ج:۲۔ سعید)۔

تحفۃ الفقہاء ص:۲۹۴/ج:۱۔ دار الکتب العلمیۃ۔

بدائع الصنائع ص:۹۱/ج:۲۔ زکریا۔

(۹)۔ امام ابو یوسفؒ ومحمدؒ کے نزدیک دیون کی قسمیں:

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دیون کی صرف دو قسمیں ہیں:

(۱) دین مطلق۔ (۲) دین ناقص۔

دین ناقص: جیسے بدل کتابت، دیت علی العاقلہ، ان دونوں دیون کے علاوہ باقی دیون دین مطلق میں داخل ہیں۔

دین مطلق کا حکم ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ جب تک دین وصول نہ ہو جائے اس کی زکوٰۃ واجب الاداء نہیں، خواہ وصولیابی قلیل ہو یا کثیر، جتنی وصول ہوگی، اتنے کی زکوٰۃ واجب الاداء ہوگی۔

اور دین ناقص میں وجوب زکوٰۃ کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) حاصل شدہ رقم بقدر نصاب ہو۔ (۲) اس پر سال گزر جائے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دین ناقص میں سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں، دین کے سلسلہ کی ساری تفصیلات ''تحفۃ الفقہاء لعلاء الدین السمرقندی'' اور ''درمختار ورد المحتار'' سے ماخوذ ہیں۔ (تحفۃ الفقہاء (۱) ۲/ ۴۹۲، رد المحتار ۲/ ۳ ۵۰) (۲)

التعلیق والتخریج

(۱) وقال أبو يوسف ومحمد: الديون على ضربين: ديون مطلقة: وديون ناقصة: فالناقص هو بدل الكتابة والدية على العاقلة وما سواهما وديون مطلقة. والحكم فيها أنه تجب الزكاة في الدين المطلق، ولا يجب الأداء مالم يقبض. فإذا اقبض منها شيئًا قل أو كثر، يؤدى بقدر ما قبض، وفي الدين الناقص لا تجب الزكاة مالم يقبض النصاب ويحول عليه الحول. (تحفة الفقهاء ص:۲۹۴ ج:۱. دار الكتب العلمية بيروت).

(۲) شامی ص:۳۰۵/ج:۲۔کراچی۔

البحرالرائق ص:۲۰۷/ج:۲۔سعید۔

بدائع الصنائع ص:۹۱/ج:۲۔زکریا۔

(۱۰)۔ پراویڈنٹ فنڈ کے اقسام واحکام:

(۶) پراویڈنٹ فنڈ دوطرح کے ہیں:

(۱) سرکاری۔(۲) پرائیویٹ۔

(۱) سرکاری پراویڈنٹ فنڈ دین ضعیف کے حکم میں ہے، لہٰذا جوحکم دین ضعیف کا ہے وہی سرکاری پراویڈنٹ فنڈ کا ہے، یعنی سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب الاداء نہیں، البتہ وصولی کے بعد اگر وہ بقدر نصاب ہو اور سال گزرجائے تو اس رقم کی زکوٰۃ واجب الاداء ہوگی۔

(۲) پرائیویٹ کمپنیوں کا پرائیویڈنٹ فنڈ چونکہ مستقل ایک ایسی کمپنی کے حوالہ کردیا جاتا ہے جس میں ملازمین کا بھی ایک نمائندہ ہوتا ہے اور یہ کمپنی ملازمین کی وکیل ہوتی ہے، اس لئے کمپنی کا قبضہ ملازم کے قبضہ کے درجہ میں ہے، اس طرح فنڈ کی رقم گویا کہ ملازم کی ملک ہوگئی، اس لئے یہ دین نہیں کہلائے گا، اور اس پر سال بہ سال زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر ہر سال زکوٰۃ نہیں ادا کی گئی تو وصولی کے بعد سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اور اگر پرائیویٹ کمپنیوں کا حال بھی سرکاری پراویڈنٹ فنڈ کی طرح ہو تب جو حکم سرکاری پرائیوڈنٹ فنڈ کا ہے وہی حکم پرائیویٹ فنڈ کا بھی ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ، (۱) احسن الفتاویٰ) (۲)

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ محمودیہ ص: ۴۰۴/ ج: ۹۔ ڈابھیل۔

امداد الفتاویٰ ص: ۴۲/ ج: ۲۔ کراچی۔

(۲) احسن الفتاویٰ ص: ۲۶۰/ ج: ۴۔ زکریا۔

(۱۱) نمو کی تعریف وحقیقت:

نصاب کے اوصاف اربعہ میں سے وصف ثانی نصاب کا نامی ہونا ہے، نما کے لغوی معنیٰ اضافہ و بڑھوتری کے ہیں اور اضافہ کبھی حقیقۃً ہوتا ہے، جیسے حیوانات میں توالد و تناسل کے ذریعہ اور دیگر اموال میں تجارت کے ذریعہ اور کبھی تقدیراً ہوتا ہے، جیسے سونا چاندی اور سکہ رائج الوقت، وجوبِ زکوٰۃ کے لئے مال کا نامی ہونا ضروری ہے خواہ حقیقۃً نامی ہو یا تقدیراً، لہٰذا ایسا مال جسے اپنے یا اپنے نائب کے پاس رکھ کر استنماء پر قادر نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (مجمع الانہر ۱/ ۳۹۱) (۱)

التعلیق والتخریج

(۱) نام ولو تقديراً... إما تحقيقي يكون بالتوالد والتناسل والتجارات أو تقديري يكون بالتمكن من الاستنماء بأن يكون في يده أو يد نائبه لأن السبب هو المال النامي فلا بد منه تحقيقاً أو تقديراً فإن لم يتمكن من الاستنماء لا زكاة عليه لفقد شرطه كما في المنم. (مجمع الأنهر ص: ۲۸۶ ج: ۱. فقيه الامت).

بدائع الصنائع ص: ۱۱ ج: ۲. زكريا.

النماء.... وهو نوعان: حقيقي وتقديري با فالحقيقي الزيادة بالتوالد والتناسل

والتجارات والتقديري تمكنه من الزيادة يكون المال في يده أو يد نائبه۔ (شامی ص:۲۶۳ ج:۲) کراچی۔

الفتاوىٰ الهندية ص:۱۷۴ ج:۱۔ رشيدية۔

تبيين الحقائق ص:۲۵۵ ج:۱۔ امدادیہ ملتان۔

(۱۲)۔حاجت اصلیہ کی تشریح وتحدید:

نصاب کے اوصاف اربعہ میں سے وصف ثالث نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا ہے، حاجت اصلیہ کی تفسیر ابن ملک کے حوالہ سے علامہ علاء الدین حصکفی اور صاحب ''مجمع الانہر'' نے یہ کی ہے:

''ایسی چیزیں جو انسان کو ہلاکت سے دور کرنے والی ہوں خواہ تحقیقاً، جیسے اس کا اور اس کی بیوی اور بال بچوں کا نفقہ، یعنی کھانا، خوراک، گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے کپڑے، رہائشی مکان، گھریلو ساز وسامان، سواری کا جانور، خدمت کے لئے غلام، جنگی ساز وسامان، آلات صنعت وحرفت اور اہل علم کے لئے کتابیں، چونکہ اہل علم کے نزدیک جہالت باعث ہلاکت ہے، یا تقدیراً جیسے دین، کہ مدیون نے اگر موجود مال سے دین ادا نہیں کیا تو یہ دین اس کو جیل میں ڈلوا سکتا ہے جو ہلاکت کے درجہ میں ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال ہے، لیکن وہ مذکورہ بالا حوائج کی تکمیل میں مشغول ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ حاجت اصلیہ سے فارغ نہیں اور اگر بقدر نصاب یا اس سے زائد مال مذکورہ بالا اشیاء کی شکل میں موجود ہو، تب بھی اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، اس لئے کہ یہ چیزیں نامی نہیں ہیں، حتیٰ کہ وہ برتن جو گھر کی زینت کے لئے رکھے جاتے ہیں، بشرطیکہ وہ سونے چاندی کے نہ ہوں اور ایسے ہی وہ آلات جن کی ذات سے نفع اٹھایا جاتا ہو اور اس کا اثر معمول میں باقی نہ رہتا ہو، اس میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں جیسے صابن اور اگر اس کا اثر معمول میں باقی رہے، جیسے کپڑا رنگنے کے لئے رنگ، کھال میں لگانے کے لئے تیل، نمک وغیرہ تو اگر یہ بقدر نصاب ہوں اور

سال گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی، یہ تفصیلات ''مجمع الانہر، ہندیہ، شامی، درمختار'' سے ماخوذ ہیں۔ (مجمع الانہر (۱) ۱/ ۳۹۱، ردالمحتار (۲) ۲/ ۲۶۲، الفتاوی الھندیہ ۱/ ۱۷۲) (۳)

فقہاء کرام کی بیان کردہ جزئیات سے اتنی بات تو ظاہر ہے کہ حاجت اصلیہ کی کوئی ایسی تحدید نہیں جس میں کمی زیادتی کی گنجائش نہ ہو، بلکہ وسعت ہے، البتہ لفظ حاجت اور اصلی کے مفہوم کو باقی رکھتے ہوئے اس کے دائرے میں جائز حد تک نمائش سے بچتے ہوئے توسع کی گنجائش ہے، مثلاً کچے مکان کی جگہ پختہ مکان، نل کی جگہ پر ٹنکی، سواری کے جانور کی جگہ موٹر سائیکل، جیپ کار، تیر کمان کی جگہ پر رائفل، بندوق وغیرہ، آلات صنعت وحرفت میں دست کاری کی جگہ مشینیں، اسی طرح ضروریات زندگی میں بڑے مکانات میں لفٹ، ٹیلیفون، کاروباری لوگوں کے لئے فریج، کولر، موسم کے اعتبار سے ہیٹر یا اے سی پنکھا، الغرض اس طرح کی جدید چیزیں جو روزمرہ کی ضروریات زندگی میں داخل ہیں، اور جن کی اصل تصریحات فقہاء میں بنیادی حیثیت سے موجود ہیں وہ سب حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، البتہ ٹی وی، وی سی آر جیسی فحش اور ناجائز چیزیں حاجت اصلیہ میں داخل نہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) فارغ عن حاجته الأصلية أى عما يدفع عنه الهلال تحقيقاً أو تقديراً كطعامه وطعام أهله و كسوتها والمسكن والخادم والمركب وآلة الحرف لأهلها۔ و كتبُ العلم لأهلها، غير ذلك مما لارب منه فى معاشه فإن هذه الأشياء ليست بنامية فلا يجب فيها شيئ۔ (مجمع الأنهر ص:۲۸۶ ج:۱۔ فقيه الامت)۔

(۲) وهى مايدفع الهلال عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرْب والثياب المحتاج إليها لدفع الحرو البردأ تقديراً كالدين فإن المديون محتاج إلى قضائه بما فى يده من النصاب رفعاً عن نفسه الحبس الذى هو الهلال و كالات الحرفة واثاث المنزل ودواب الركوب و كتب العلم لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلان۔ (شامى ص:۲۶۲ ج:۲۔ كراچى)۔

(۳) الفتاویٰ الهندية ص:۱۷۲ ج:۱۔ رشيدية۔

و كذلك ألات المحترفين إلا مابقى أثر عينه كالعصفر لدبغ الجلد ففيه الزكاة۔ بخلاف مالا يبقى كصابونٍ۔ (سكب الأنهر ص:۲۸۶ ج:۱) ففيه الامت۔

(۱۳)۔ دَین کی تفہیم وتشریح

نصاب کے اوصاف اربعہ میں سے وصف رابع نصاب کا دَین سے فارغ ہونا ہے۔ دین سے مراد ہروہ دین ہے جس کا مطالب بندہ ہو، خواہ وہ دین بندوں ہی کا ہو، جیسے قرض، ثمن مبیع، ضمان متلفات، زخم کا تاوان، بدل خلع، بدل صلح عن دم العمد، نیز خواہ از قبیل نقود ہو یا مکیل وموزون یا از قبیل ثیاب اور حیوانات، نیز خواہ حال ہو، یا مؤجل یعنی بالفعل اس کی ادائیگی ضروری ہو یا بعد زمان کچھ دنوں کی مہلت ہو، لہٰذا صداق زوجہ اگر چہ وہ مؤجل الی الطلاق یا الی الموت ہو، وہ بھی دین میں داخل ہے اور مانع وجوب زکوٰۃ ہے۔ یا وہ دین اللہ تعالیٰ کا ہو، جیسے دین زکوٰۃ اور ہروہ دین جس کا مطالب بندہ نہ ہو، جیسے دین نذر، کفارات، صدقۃ الفطر، وجوب حج یہ دین میں داخل نہیں، یعنی مانع وجوب زکوٰۃ نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: مجمع النہر (۱) ۱/ ۳۹۱، فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۷۲) (۲)

دیون مذکورہ بالا میں جو مشغول ہو وہ معدوم کے درجہ میں ہے، اس لئے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

"لأن المشغول بها كالمعدوم" (مجمع الانہر ۱/ ۳۹۱)

دیگر حضرات فقہاء کے نزدیک عدم وجوب زکوٰۃ کی علت اس مال کا حوائج اصلیہ کی تکمیل میں مشغول ہونا ہے اور جو مال حوائج اصلیہ میں مشغول ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (دیکھئے: ردالمحتار ۲/ ۱۶۲)

لیکن وہی دین مانع وجوب زکوٰۃ ہے جو وجوب زکوٰۃ سے پہلے کا ہو، اگر مال بقدر نصاب ہو اور حولان حول ہو گیا اس کے بعد یہ مقروض ہو گیا تو یہ قرض مانع نہیں، بلکہ زکوٰۃ واجب الاداء

ہوگی۔ (دیکھئے: جوہرہ، ردالمحتار ۲/ ۰۶۲) (۳)

التعلیق والتخریج

(۱) والمراد دين له مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم أو لله تعالىٰ: وسواء كانت المطالبة بالفعل أو بعد زمان فينتظم الدين المؤجل ولو صداق زوجته المؤجل إلى الطلاق أو الموت يوقيل: لا يمنع لأنه غير مطالب به عادة بخلاف المعجل.... وتحته في السكب: ولأن المشغول بها كالمعدوم. (مجمع الأنهر ص:۲۸۶ ج:۲۔ فقيه الامت)۔

(۲) الفتاوىٰ الهندية ص:۱۷۲ ج:۱۔ رشيدية۔

(۳) وفارغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواء كزكاةٍ وحراجٍ ولو كفالة أو مؤجلاً ولو صداق زوجته المؤجل للفراق ونفقة لزمنه بقضاءٍ أو رضاً بخلاف دين نذرٍ و كفارة وحج لعدم المطالب.... ولأن المشغول بها كالمعدوم. (شامي ص:۲۶۳ ج:۲، كراچی)۔

شرط فراغه عن الدين لأنه مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معدوماً كالماء المستحق بالعطش۔ (البحر الرائق ص:۲۰۴ ج:۲)۔ سعيد۔

(۱۴) طویل المدت دیون پر وجوب زکوٰۃ کا حکم:

چونکہ دین عبد، لاحق ہے اور دین زکوٰۃ، سابق ہے اور لاحق سابق کو ساقط نہیں کرسکتا، فقہاء کرام کی تصریحات میں یہ بات بھی آچکی ہے کہ دین بالفعل واجب الاداء ہو یا بعد زمان، یعنی دین طویل المدت ہو، دونوں طرح کے دیون مانع وجوب زکوٰۃ ہیں، لہٰذا مروج طویل الاجل دیون خواہ زراعتی ہوں یا تعمیراتی جن کی ادائیگی کے لئے پانچ سال سے لے کر چالیس سال تک کی مدت مقرر کی جاتی ہے وہ بھی دین میں داخل ہیں اور مانع وجوب زکوٰۃ ہیں، پورے دین کو بھی اموال زکوٰۃ سے منہا کیا جاسکتا ہے اور اس کی نظیر مہر ہے جو مؤجل الی الطلاق یا الی

الموت ہو، نیز تصریح ہے بالفعل یا بعد زمان، البتہ احوط یہ ہے کہ صرف سالانہ واجب الاداء قسط وضع کر کے باقی اموال زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے، یہ خیال کر کے گویا کہ اس سال واجب الاداء دین صرف یہی ہے اور باقی مال میرا ہے، لیکن یہ تقویٰ ہے، اگر کسی نے عمل کر لیا تو انشاء اللہ ماجور ہوگا۔(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) فارغ عن الدين والمراد دين له مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم أو لله نعالى وسواء كانت المطالبة بالفعل أو بعد زمان فينتظم الدين المؤجل۔

(مجمع الأنهر ص:۲۸۶ ج:۱) فقیہ الامت۔

الفتاویٰ الهندية ص:۱۷۲ ج:۱۔ رشيدية

شامی ص:۲۶۳ ج:۲۔ کراچی۔

البحر الرائق ص:۲۰۴ ج:۲۔ سعید۔

الموسوعة الفقهية ص:۲۴۰ ج:۲۔

(۱۵)۔ کمپنیز پر زکوٰۃ کا حکم:

کمپنی کے شرکاء نے اگر کمپنی کو اداء زکوٰۃ کا وکیل بنا دیا ہو تو کمپنی پر زکوٰۃ واجب الاداء ہوگی، البتہ اگر اثاثے از قبیل آلات (مشینری) ہیں تو وہ مال زکوٰۃ میں شمار نہ ہوں گے، چونکہ آلات صنعت کا استثناء حضرات فقہاء نے کیا ہے اور اثاثے از قبیل آلات نہ ہوئے تو مال زکوٰۃ میں اس کو بھی شمار کیا جائے گا، اور اگر شرکاء نے کمپنی کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل نہ بنایا ہو تو ہر حصہ دار اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرے، جس حصہ دار کا حصہ بقدر نصاب ہو یا دوسرے اموال زکوٰۃ کے ساتھ مل کر وہ بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب الاداء ہوگی، اور جس حصہ دار کا حصہ بہ قدر نصاب نہ ہو اور نہ ہی دوسرے اموال زکوٰۃ اس کے پاس ہوں تو اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۰۷)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) وإذا كان النصاب بين خليطين لا تجب فيه الزكاة وقال الشافعي: تجب عند وجود شرائط الخلط..... ولو كانت بين اثنين فبلغ نصيب واحدٍ نصاباً دون الآخر تجب عليه دون صاحبه ولو لم يبلغ نصيب كل واحدٍ منهما على الانفراد يبلغ نصاباً كاملاً تجب الزكاة وإلا فلا۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ص:۲۴۳ ج:۳ زكريا)۔

فإن بلغ نصيب أحدهما نصاباً زكاة دون الآخر۔ (شامی ص:۳۰۴ ج:۲، کراچی)۔

(۱) فتاویٰ محمودیہ ص:۴۴۵ ج:۹۔ ڈابھیل۔

(۱۶)۔ ہیرے، جواہرات پر زکوٰۃ کا حکم:

ہیرے جواہرات اگر تجارت کے لئے نہیں ہیں تو بالاتفاق اس میں زکوٰۃ نہیں، چاہے جواہرات کی قیمت جتنی بھی ہو، لہٰذا جو لوگ انکم ٹیکس یا دیگر قوانین سے بچنے کے لئے اپنے سرمائے کو ہیرے و جواہرات کی شکل میں محفوظ کر دیتے ہیں اگر ان کے پاس ہیرے و جواہرات کے علاوہ دیگر اموال زکوٰۃ نہیں ہیں تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں، اسی طرح خواتین کے پاس اگر ہیرے جواہرات ہوں، خواہ تزیّن کے لئے ہوں یا تموّل کے لئے، بشرطیکہ تجارت کے لئے نہ ہوں ان پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں، چونکہ ہیرے جواہرات از قبیل احجار ہیں اور احجار میں حجرین (ذہب وفضہ) کے علاوہ میں زکوٰۃ نہیں، چونکہ ذہب وفضہ کو ثمن خلقی (ثمن مطلق) کی حیثیت حاصل ہے اور ان کے علاوہ باقی از قبیل عروض وسلع ہیں، ہیرے جواہرات بھی از قبیل عروض ہیں اور عروض میں زکوٰۃ نیت تجارت ہی سے واجب ہوتی ہے، اس لئے جب تک نیت تجارت نہ ہو ہیرے جواہرات میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔
(دیکھئے: درمختار ۲/ ۲۷۳، شامی (۱) ۲/ ۲۷۳، فتاوی ہندیہ (۲) ۱/ ۱۸۰)

لیکن اگر کوئی ہیرے جواہرات کی بھی زکوٰۃ ادا کر دے تو یہ تقویٰ ہے، وہ ماجور ہوگا،

البتہ شرعاً واجب نہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) لا زكاة فی اللآلی والجواهر وإن ساوت ألفاً اتفاقاً إلا أن تكون للتجارة والأصل أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكی بنية التجارة۔ (شامی ص:۲۷۳ ج:۲) کراچی۔

(۲) أما اليواقيت واللآلی والجواهر فلان كاة فيها وإن كانت حلياً إلا أن تكون للتجارة كذا فی الجوهرة النيرة۔ (الفتاوىٰ الهندية ص:۱۸۰ ج:۱) رشيدية۔

لازكاة فی اللآلی والجواهر كالغل واليا قوت والزمرد وأمثالها كذا فی الكافی۔ إلا أن يكون للتجارة۔ كذا فی التاتارخانية۔ (درر الحكّام شرح غرر الأحكام: ص:۱۷۵ ج:۱)۔

وأما اليواقيت والجواهر فلا زكاة فيها وإن كانت حلياً إلا أن تكون للتجارة۔ (الجوهرة النيرة ص:۱۵۹ ج:۱) کراچی۔

(۱۷)۔ اراضی کی زکوٰۃ کا حکم:

سونا چاندی کے علاوہ باقی چیزیں عروض میں داخل ہیں اور عروض کے مال زکوٰۃ بننے کے لئے نیت تجارت شرط (۱) ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص زمین بہ نیت تجارت خریدے تو اس کا بھی شمار اموال زکوٰۃ میں ہوگا اور حولان حول کے وقت اس کی جو قیمت مارکیٹ میں ہوگی اسی میں زکوٰۃ فرض ہوگی، قیمت خرید کا اعتبار نہیں۔

”وتعتبر القيمة عند حولان الحول“ (ہندیہ ۱/۱۷۹) (۲)

لیکن اگر کسی نے زمین رہائش کے لئے خریدی پھر تجارت کی نیت ہوگئی یا تجارت کے لئے خریدی پھر رہائش کی نیت ہوگئی تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں اس کی تفصیل درمختار میں موجود ہے۔ (۲/۲۷۲) (۳)

التعلیق والتخریج

(۱) والأصل أن ماعدا الحجرین والسوائم إنما یزکی بنیة التجارۃ۔ (شامی ص:۲۷۳ ج:۲۔ کراچی)۔

(۲) الهندیة ص:۱۷۹ ج:۱۔ رشیدیة۔

(۳) اشتراہ لها فنوی بعد ذلك خدمته ثم مانواہ للخدمة لا یصیر للتجارۃ۔ وإن نوی لها مالم یبعه بجنس مافیه الزکاۃ۔ والفرق أن التجارۃ عمل لاتَتِمُّ بمجرد النیة۔ بخلاف الأول فإنه ترك العمل۔ (شامی ص:۲۷۲ ج:۲) کراچی۔

ولوا شتری عبداً للخدمة ناویاً بیعه إن وجد ربحاً لا زکاۃ فیه۔ (البحر الرائق ص:۲۲۸ ج:۱) سعید۔

(۱۸)۔ اموال زکوٰۃ میں کون سی قیمت معتبر ہے؟

اموال زکوٰۃ میں فقہاء ''انفع للفقراء'' کی رعایت کرتے ہیں، چنانچہ بہ کثرت ایسی جزئیات ہیں جن میں اس کی تصریح ہے۔ ''تقویم بالدراهم والدنانیر'' میں بھی اسی کلیہ کی رعایت کی گئی ہے۔

''انظرهما للفقراء، ومشائخنا حملوا روایة کتاب الزکوۃ علی ما إذا کان لا یتفاوت النفع فی حق الفقراء بالتقویم بأیهما کان'' (تحفة الفقهاء ۱/ ۳۷۲)(۱)

''ثم ان المعتبر عند محمد الأنفع للفقیر من القدر والقیمة وعندهما القدر'' (ردالمحتار ۲/ ۵۸۲)(۲)

اس لئے مال کی قیمت لگاتے وقت اس پہلو کی رعایت تاجر حضرات کے ذہنوں میں رہنی چاہئے، ان کو دیکھنا چاہئے کہ تھوک میں فقراء کا زیادہ نفع ہے یا پھٹکر کی قیمت لگانے میں، جس میں فقراء کا زیادہ نفع ہو وہ قیمت لگائیں، لیکن بعض دکانیں تھوک ہی کی ہوتی ہیں، وہاں پھٹکر سامان

نہیں ملتا، اس صوت میں پھٹکر دکان دار پھٹکر قیمت لگائیں اور قیمت کی تعیین لاگت سے نہیں بلکہ حولان حول کے وقت اس کی جو قیمت ہوگی وہی معتبر ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ ۱/ ۱۷۹)(۳)

التعلیق والتخریج

(۱) تحفة الفقهاء ص:۲۷۳ ج:۱، قديم۔

(۲) شامی ص:۲۸۵ ج:۲۔ کراچی۔

(۳) ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدراً ورواجاً۔ (الفتاویٰ الهندية ص:۱۷۹ ج:۱) رشيدية۔

فعند أبي يوسف يعتبر فبه القدر دون القيمة وعند زفر القيمة وعند محمدٍ أنفع الوجهين للفقراء يبانه۔ (الجوهرة النيرة ص:۱۵۹ ج:۱۔ کراچی)۔

(۵) ودرر الحكام في شرح غرر الأحكام ص:۱۸۱ ج:۱۔ قديم۔

(۱۹)۔ یوم الوجوب کی قیمت معتبر ہوگی یا یوم الاداء کی؟

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یوم الوجوب کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا یوم الاداء کی قیمت کا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یوم الوجوب کی قیمت معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک یوم الاداء کی قیمت معتبر ہے، نیز اس شہر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس شہر میں مال ہے، ہیڈ آفس کا اعتبار نہیں۔

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا: يوم الأداء ...... ويقوم في البلد الذي المال فيه" (درمختار(۱) ۲/ ۶۸۲، عالمگیری (۲) ۱۰۸۱)

التعلیق والتخریج

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب۔ وقالا يوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً وهو الأصح۔ (شامی ص:۲۸۶ ج:۲ کراچی)۔

فيعتبر قيمتها الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا۔ (بدائع الصنائع

ص:۱۱۱ ج:۲۔ زکریا)۔

البحر الرائق ص:۲۱۴ ج:۲۔ سعید۔

(۲) الفتاویٰ الهندية ص:۱۸۰ ج:۱۔ رشیدیة۔

(۲۰) شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم:

شیئرز پر زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ وہ خود بقدر نصاب ہوں یا دیگر اموال زکوٰۃ کے ساتھ مل کر بقدر نصاب ہو جائیں اور اصل پونجی میں زکوٰۃ اس وقت فرض ہوگی، جب کمپنی نے اس کو کسی عین میں لگا رکھا ہو، مثلاً لوہا، سیمنٹ، سامانِ الکٹرک، ریشم وغیرہ، اور اگر کمپنی نے اس کو آلات میں لگا رکھا ہے، مثلاً نقل وحمل کے لئے ٹرک یا بس وغیرہ، تب اصل پونجی میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی، چونکہ آلاتِ صنعت کو فقہاء نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ سکہ رائج الوقت ثمن خلقی کے حکم میں ہے اور ثمن مطلق میں تقدیراً قوتِ نمو کی وجہ سے مطلقاً زکوٰۃ فرض ہے، خواہ تجارت میں وہ لگایا جائے یا نہ لگایا جائے (۱) اور صورت مسئولہ میں یہ ثمن مطلق تجارت میں مشغول ہے، اس لئے اس میں زکوٰۃ ہے۔

حولان حول کے وقت شیئرز کی جو قیمت ہوگی اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

”وتعتبر القيمة عند حولان الحول“ (عالمگیری ۱/۱۷۹) (۲)

التعليق والتخريج

(۱) وتمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيف ما أمسكها ولو للنفقة۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص:۲۶۷ ج:۲۔ کراچی)۔

(۲) الحنفية قالوا: الأوراق المالية۔ "البنكنوت" من قبيل الدين القوى إلا أنها يمكن صرفها فضةً فوراً فتجب فيها الزكاة فوراً۔ (الفقه على المذاهب الأربعة ص:۴۶۹ ج:۱۔ سلمان ديوبند)

(۲) الفتاویٰ الهندیة ص:۱۷۹ ج:۱۔ رشیدیة۔

(۲۱)۔ بونڈس پر زکوٰۃ کا حکم:

پرائز بونڈز ہو یا بونڈ سرٹیفکیٹ، فکسڈ ڈپوزٹ ہو یا انشورنس یہ سب سود پر مشتمل ہونے کے وجہ سے حرام ہیں، اس طرح رقم کو محفوظ کر دینا روحِ شریعت کے خلاف ہے۔

فقہی سمینار عوام کو اس پر متنبہ کرے، بونڈز پر جو سرمایہ لگایا گیا ہے اصل رقم پر زکوٰۃ فرض ہے، البتہ منافع حرام ہونے کی وجہ سے واجب التصدق ہیں، بونڈ جب کیش ہوگا اس وقت زکوٰۃ فرض ہوگی اور سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ واجب الاداء ہوگی۔

"لو كان الدين على مقر ملئ أو على معسر أو مفلس إلى أن قال فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضى" (درمختار ۲/ ۲۶۲)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۲۶۶ ج:۳ کراچی۔

وأما بعد قبضه فتجب زكاته فيما مضى كالدين القوى۔ (البحر الرائق ص:۲۰۹ ج:۲ کراچی)۔

بدائع الصنائع ص:۹۱ ج:۲۔ زکریا۔

عشر صدقۂ نافلہ ہے؟

سوال (۴۵۱): ہندوستان کی زمین کی پیداوار میں جو مقدار عشر کے نام سے ادا کی جاتی ہے وہ کیا ہے؟ ایا زکوۃ کی حیثیت ہے یا صدقہ نافلہ؟ آپ اس کی تشریح فرمائیں۔اس کے بعد یہ واضح فرمائیں کہ اگر صدقہ ہے تو عشر کی تعیین کیسی ہے؟ بلکہ یہ تو انسان کی چاہت پر ہونا چاہئے، جتنا چاہے غلہ کی پیداوار سے دے یا نہ دے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عشر کی حیثیت صدقۂ نافلہ کی ہے، **"وآتوا حقه يوم حصاده"** (۱) جب صدقۂ نافلہ ہے تو اس کے بعد والے سوال کا جواب بھی اسی سے نکل گیا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ الأنعام، رقم الآیۃ: ۱۴۱۔

وھذا نوع ثالث یعنی: لا عشریۃ ولا خراجیۃ من الأراضی تسمّٰی أراضی المملکۃ وأراضی الجوز۔ (شامی ص:۱۷۹ ج:۴۔ کراچی)۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص:۱۹۱ ج:۶۔ امدادیۃ۔

فتاویٰ رشیدیۃ ص:۳۶۶۔ لاہور۔

دور حاضر کے حساب سے صدقہ فطر کی مقدار

سوال (۴۵۲): صدقہ فطر کی مقدار شرعاً نصف صاع ہے، دور حاضر میں گندم دیگر اشیاء خوردنی کیل وصاع سے فروخت نہیں ہوتیں بلکہ تول اوروزن سے کام لیا جاتا ہے، تو موجودہ دور کے لحاظ اور کلو گرام کے حساب سے صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟ صحیح حساب لگا کر جواب عنایت فرمائیں۔

تا کہ اس کے مطابق عمل کرنا آسان ہو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

موجودہ کلو گرام کے حساب سے ایک کلو چھ سو چھیاسٹھ گرام گندم ایک صدقہ فطر کی مقدار ہے، چونکہ عموماً فطرہ کی ادائیگی گندم ہی کے ذریعہ کی جاتی ہے اس لئے صرف گندم کا مروج وزن کلو گرام کے حساب سے لکھ دیا گیا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر عن کل صغیرٍ و کبیرٍ وذکر وانثی یھودی أو نصرانی أوحر أو مملوكٍ

نصف صاعٍ من برٍّ أو صاعاً من تمر أو صاعاً من شعيرٍ۔ (سنن الدار قطنی ص:۱۳۱ ج:۲۔ دار الإيمان رقم الحديث: ۲۱۰۰)۔

نصف صاع من برٍّ أو دقيقةٍ أو سويقةٍ أو زبيبٍ وجعلاه كالتمر أوصاع تمرٍ أو شعيرٍ ولو رديئًا۔۔۔ الصاع المعتبر مايسع ألفاً وأربعين درهماً من وماش أو عدسٍ۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص:ق۳۶۴ ج:۲، کراچی)۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص:۳۰۴ ج:۶۔

جواهر الفقه ص:۱۱۱ ج:۳۔ زکریا۔

لکڑی کی تجارت پر زکوٰۃ کا ایک مسئلہ

سوال (۴۵۳): ایک شخص کے پاس دولاکھ مالیت کی لکڑی کا کاروبار ہے جس میں فریضہ زکوٰۃ مبلغ پانچ ہزار روپیہ ہوتا ہے اور اس آدمی کا کسی دوسرے شخص پر چالیس ہزار روپیہ قرض ہے، تو کیا پانچ ہزار روپیہ کا سامان بنیت زکوٰۃ الگ کیا جاسکتا ہے؟ کہ جس روز بکری ہوگی مستحقین کو دیدیا جائے گا۔

الجواب: حامدًاومصليًا

صورت مسئولہ میں جب آپ پر پانچ ہزار روپے بمد زکوٰۃ واجب ہے (۱) چونکہ اس کے بقدر مال آپ کے پاس موجود ہے لہٰذا اس کی زکوٰۃ آپ کو ادا کرنی ہوگی البتہ آپ کو اختیار ہے کہ آپ پانچ ہزار کے بقدر لکڑی ہی میں نکال کر مستحقین کو دیدیں یا اس کا سامان تیار کر کے مستحقین تک پہنچادیں یا نقد پانچ ہزار روپیہ بمد زکوٰۃ نکال دیں (۲) بہر صورت آپ کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، چالیس ہزار روپیہ جو آپ کا دوسروں کے ذمہ ہے اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی فی الحال واجب نہیں، قرضہ کی وصولی پر حاصل شدہ مجموعی رقم سے زکوٰۃ نکالنا ضروری ہوگا۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) يجب ربع العشر فى عروضه التجارة. إذا بلغت نصاباً من أحدهما. (البحر الرائق ص:۲۲۸ ج:۲. سعيد).

(۲) وجاز دفع القيمة ولو مع وجود المنصوص عليه..... فى زكاة وعشر وخراجٍ وفطرةٍ ونذرٍ و كفارة غير الإعتلاف ثم المعتبر عند محمدٍ الأنفع للفقير. (شامی ص:۲۸۵ ج:۲) کراچی.

(۳) لا تجب فيه الزكاة مالم يقبض قدر النصاب ويحول عليه الحول بعد القبض. (بدائع الصنائع ص:۹۱ ج:۲. زكريا).

مجمع الأنهر ص:۳۰۶ ج:۱. فقيه الامت.

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۱۹۹ ج:۲. ادارة القرآن. کراچی.

مالدار کے بالغ اولاد کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال (۴۵۴): حضرت مفتی صاحب درج ذیل مسئلہ میں آپ کی کیارائے ہے؟

کیامالدار شخص کے بالغ محتاج اولاد کے لئے زکوٰۃ وغیرہ لینا جائز ہے؟ جواب باصواب عنایت فرما کرممنون ومشکور رہوں۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

مالدار شخص کی بالغ محتاج فقیر اولاد کے لئے علت فقر کی وجہ سے زکوٰۃ وغیرہ لینا شرعا درست اور جائز ہے۔ كما فى الهندية، ولا يجوز دفعها الى ولد الغنى الصغير كذا فى التبيين ولو كان كبيرا فقيرا جاز (ہندیہ (۱) ج ۱/ ۱۸۹، شامی ج ۲ ص ۶۶ باب المصرف) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الهندیة ص:۱۸۹ ج:۱۔ رشیدیة۔

(۲) ولا إلی غنی ومملوکه ولا إلی طفله بخلاف ولده الکبیر۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۳۴۹ ج:۲) کراچی۔

(۳) تجب النفقة للقرابة المحرمة للزواج۔۔۔ ولا یشارك الأب أحد فی الإنفاق علی أولاده۔ (الفقه الاسلامی ص:۷۳۵۹ ج:۲۰)۔ دار الفکر المعاصر۔

الفتاویٰ الخانیة علی هامش الهندیة ص:۲۶۹ ج:۱۔ رشیدیة۔

تبیین الحقائق ص:۳۰۳[illegible] ج:۱۔ امدادیة ملتان۔

حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۲۰[illegible] ج۔ دار الکتاب۔

زکوٰۃ کی رقم کے بدلہ کوئی چیز دیا، زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

سوال (۴۵۵): زکوٰۃ میں اسی طرح چرم قربانی فروخت کرکے مصدق یا وکیل اس روپئے سے کوئی چیز مثلاً کتاب، کاپی، یا کپڑا وغیرہ خرید کر مستحق زکوٰۃ وصدقات کو دیدے تو کیا اس سے زکوٰۃ وصدقات ادا ہو جائے گی، ایسا کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زکوٰۃ وصدقات واجبہ میں مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے، خواہ نفس رقم دے کر یا اس کے بدلے کوئی سامان وغیرہ دیکر۔ لہٰذا زکوٰۃ اور فروختگی کھال کی صورت میں نفس رقم کے بجائے اس سے کوئی چیز کتاب، کاپی قلم یا کپڑا وغیرہ خرید کر مستحق کو دیدینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ **إلا إذا دفع إلیه المطعوم کما لو کساه ای کما یجزئه لو کساه** الخ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۱)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إلا إذا دفع إليه المطعوم كمالو كساه أي يجزنه لو كساه۔ (الدر المختار مع الشامي ص:۲۵۷ ج:۲) کراچی۔

وجاز دفع القيمة في زكاة وعشرٍ وخراجٍ وفطرةٍ ونذرٍ وكفارةٍ غير الاعتاق۔ (شامی ص:۲۸٦ ج:۲) کراچی۔

تحفة الفقهاء ص:۲ ۷۳ ج:۱۔ قديم۔

إن أدى قيمتها تعتدبر القيمة يوم الوجوب في الزيادة والنقصان۔ (البحر الرائق ص:۲۲۱ ج:۲۔ سعيد)۔

بدائع الصنائع ص:۱۱۱ ج:۲۔ زكريا۔

وکیل زکوۃ کس کس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

سوال (۴۵٦): وکیل زکوۃ دوسرے کو زکوٰۃ نہ دیکر اپنی بیوی، والدین، یا اولاد کو دے تو اس کا یہ فعل شرعا کیسا ہے؟ یا خود محتاج ہونے کی صورت میں اپنے اوپر خرچ کرلے، اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وکیل کا اپنے محتاج محارم بالغ اولاد، والدین کو زکوٰۃ کی رقم دینا شرعا صحیح ہے، اگر عام اجازت ہو مثلا موکل وکیل سے کہے کہ اس رقم کو تم جہاں چاہو وہاں صرف کردیا جس کو چاہو اس کو دیدو تو وکیل مستحق ہونے کی صورت میں اپنے اوپر بھی خرچ کرسکتا ہے، زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وللوكيل ان يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه إلا إذا قال ربها ضعها حيث شئت الخ (در(۱) مع الشامي ج ۲ ص ۱۱) وفي الفتاوى الهندية والوكيل اذا اعطى ولده الكبير او الصغير او امراته وهم محاريم جاز،

کذا فی الخلاصۃ (عالمگیری ج۱ ص ۱۸۹)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۲۶۹ ج:۲۔ کراچی۔

(۲) الهندية ص:۱۸۹ ج:۱، رشيدية۔

کتاب الحج

حاجی پر کتنی قربانی واجب ہے؟

سوال (۴۵۷): ایک حاجی پر مکہ مکرمہ میں کتنی قربانی واجب ہے بعض حاجی دو قربانی ایک گھر کے مالک ہونے کی حیثیت سے دوسرے حج کی کرتے ہیں اس طرح کرنا کیا واجب اور ضروری ہے ایام حج میں ملکیت رہتی ہے یا دوسرے کے ذمہ ہو جاتی ہے۔

براہ کرم ایک قربانی یا دو واجب ہے اطلاع کریں مہربانی ہوگی **بینوا توجروا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایام حج میں حاجی پر ایک ہی قربانی واجب ہے دوسری اگر کرتا ہے تو ضرور اس کا بھی ثواب ملے گا **ومنها الاقامة فلا تجب علي المسافر الخ** (عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۴) (۱) اور قربانی جو واجب ہے وہ قران اور تمتع کی صورت میں ہے اور اگر حج افراد ہو تو ایک بھی قربانی واجب نہیں البتہ اگر کر دے تو نفل ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ومنها الإقامة. فلا تجب على المسافر. (الفتاویٰ الھندیۃ ص: ۲۹۳ ج: ۵) رشیدیۃ۔

فلا تجب على حاج مسافرٍ فأما أهل مكة فتلزمهم وإن حجوا، وقيل لا تلزمهم المحرم. (الدر المختار مع الشامي ص: ۳۵۱ ج: ۶) کراچی۔

وذكر في الأصل وقال: ولا تجب الأضحية على الحاج وأراد بالحج المسافر. فأما أهل مكة فتجب عليهم الأضحية. (بدائع الصنائع ص: ۱۹۵ ج: ۴) زکریا۔

إنما لا تجب على المسافر لأن إرادها مختص بأسباب تشق على المسافر وتفوت

بمضی الوقت۔ (البحر الرائق ص:۱۷۳ ج:۸۔ کتاب الأضحیة سعید)۔

تبیین الحقائق ص:۱۱۱ ج:۶۔ امدادیہ ملتان۔

هدایه ص:۲۴۳ ج:۳۔ ماذن۔ دیوبند۔

ولکن المفرد لاذبح علیه فیجب علیه الترتیب بین الرمی والحلق۔ فقط۔ (شامی ص:۵۸۸ ج:۳) زکریا۔

بلا محرم حج کرنے سے فریضہ حج ادا ہو جائے گا؟

سوال (۴۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید نے اپنے والدہ والد صاحبان کے لئے حج کا فارم بھرا اور روپیہ وغیرہ جمع کر دیا کچھ دنوں کے بعد قرعہ اندازی میں بفضل خدا نمبر بھی آگیا زید اپنے والد و والدہ کو لے کر بمبئی جہاز سے سوار کرنے کے لئے گیا تو وہاں پتہ چلا کہ آپ کی والدہ صاحبہ کا فوٹو اور پاس لکھنو سے نہیں آیا ہے صرف تمہارے والد کا آیا ہے تو زید اپنے والد صاحب کو جہاز پر سوار کر کے اپنی والدہ صاحبہ کو ساتھ لے کر واپس چلا آیا اور پھر آنے کے بعد فوراً زید لکھنو کے لئے روانہ ہو گیا اور ساتھ میں قرعہ اندازی کا کارڈ بھی لے کر گیا اور حج کمیٹی سے بات کیا تو حج کمیٹی نے ہم سے دوبارہ فارم بھروایا اور کہا کہ میں اس کے بارے میں بمبئی مغل لائن کو لکھ رہا ہوں اور دوبارہ آپ کو اطلاع کروں گا اور زید کئی بار لکھنو خود جا چکا نہ تو زبانی ہی حج کمیٹی لکھنو نے بات کی اور نہ آج دو ماہ سے زیادہ ہوا آج تک بذریعہ ڈاک ہم کو اطلاع دی اور پھر آخر میں زید لکھنو گیا تو حج کمیٹی نے کہا کہ اس میں محرم اور غیر محرم کی بات ہے تو زید نے کہا کہ ہمارے والد تو گئے ہیں وہاں جا کر انہیں کے پاس رہیں گی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا تو اب گھر میں زید کی والدہ وہاں جانے کے لئے بے قرار ہیں اب ہمیں تو کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے بتلائیے کہ اس میں زید کی والدہ کو کچھ ثواب ملے گا یا نہیں اس کا جواب قرآن وحدیث سے دیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں والدہ کا تنہا سفر شرعاً درست نہیں (۱) ویسے اگر بلا محرم چلی گئیں تو

فریضۂ حج ادا ہوجائے گا مگر ساتھ ہی بلامحرم سفر کا گناہ بھی ہوگا (۲) اور نہ جانے کی صورت میں انشاء اللہ اس ارادہ خیر کا ثواب ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابن عمر رضی الله عنه قال عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لاتسافر المرءة ثلاثاً: إلا ومعها ذو محرم۔ (سنن أبي داؤد ص: ۲۴۲ ج:۱، کتاب المناسك، بلال)۔

(۲) وزوج أو محرم للمرءة فإن کان بینها وبین مکة مسافة سفرٍ۔ ولا تحج بلا أحدهما۔ (ملتقی الأبحر ص:۲۰۹ ج:۱۔ مؤسسة الرسالة)۔

ومع زوج أو حرمٍ ولو عبیداً أو زمیاً.... بالغ۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۴۶۴ ج:۲۔ کراچی)۔

مجمع الأنهر ص:۸۷ ج:۱۔ فقیه الامت۔

أن یکون معها زوجها أو محرم لها۔ فإن لم یوجد أحدهما لا یجب علیهما الحج۔ (بدائع الصنائع ص:۳۰۰ ج:۲) زکریا۔

فإن صحبت حاز مع الکراهة۔ (سکب الأنهر ص:۳۸۶ ج:۱) فقیه الامت۔

دیور کے ساتھ حج کرنا

سوال (۴۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں مسماۃ سیدہ بیگم اپنے دیور کے ساتھ حج میں جانا چاہتی ہیں ان کا یہ سفر دیور کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ جب کہ دیور کی بیوی اور اس کے بچے بھی اس کے ساتھ ہیں حاصل یہ کہ مسماۃ سیدہ بیگم کا سفر تنہا دیور کے ساتھ نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: حامدًا و مصليًا

صورت مسئولہ میں شرعاً سیدہ بیگم کو سفر کی اجازت نہیں۔

ومع وجود زوج أو محرم للمرأة ان كان بينها وبين مكة مسافة سفر ولا تحج المرأة بلا احدهما اى الزوج او المحرم الا عند الشافعي ومالك تحج مع النساء الثقات لحصول الا من بالموافقة ولنا قوله عليه الصلوٰة والسلام لا تحجن امرأة الا ومعها محرم ولان بدون المحرم يخاف عليها الفتنة الخ (مجمع الانہر مع ملتقی الابحر ج ۱ ص ۲۶۲)(۱)

وهكذا فى كتاب الفقه على المذاهب الاربعة (ج ۱ ص ۶۳۳)(۲)

اور اگر چلی گئی تو مع الکراہت جائز ہے۔

فان حجت جاز مع الكراهة الخ سكب الانهر (ج ۱ ص ۲۶۴)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) مجمع الأنهر ص: ۳۸۷ ج: ۱۔ فقیہ الامت دیوبند۔

(۲) ووجود زوج أو محرم للمرءة، ولا فرق بين أن تكون المرءة شابة أو عجوزاً إذا كان بينهما وبين مائة ثلاثة أيامٍ فأكثر، وأما إذا كانت المسافة أقل من ذلك۔ فيجب عليها أداء الحج وإن لم يكن معها محرم ولا زوج۔ (الفقه على المذاهب الأربعة ص: ۶۳۳ ج: ۱۔ دار إحياء التراث)۔

بدائع الصنائع ص: ۳۰۰ / ج: ۲۔ زکریا۔

الدر المختار مع الشامی ص: ۴۶۴ / ج: ۲۔ کراچی۔

البحر الرائق ص: ۳۱۵ / ج: ۲۔ سعید۔

فتاویٰ قاضی خان ص: ۲۵۱ / ج: ۱۔ دار الکتب العلمیۃ۔

نیل الأوطارص:۳۲۵/ج:۴۔

المنہل العذب المورود ص:۲۶۷/ج:۱۰۔قدیم۔

بذل المجہود ص:۱۴/ج:۷۔مرکز الشیخ۔

(۳) (سکب الأنہر مع المجمع ص:۳۸۶/ج:۱) فقیہ الامت۔

بیوہ کا چچازاد بھائی کے ساتھ حج میں جانے کا حکم

سوال (۴۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میری ممانی صاحبہ میرے چچازاد بھائی اوران کی بیوی کے ساتھ حج کے لئے جانا چاہتی ہیں سب کے سب بوڑھے ہیں ستر اسی سال کے ہیں اور ممانی صاحبہ بیوہ ہیں اوران کے لڑکے بھی نہیں ہیں کیا ایسی صورت میں میری ممانی ان کے ساتھ جاسکتی ہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

ممانی کے لئے چچازاد بھائی غیر محرم کی حیثیت رکھتا ہے اورغیر محرم کے ساتھ سفر کو فقہاء ممنوع قرار دیتے ہیں اگرچہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو (کذا فی مجمع الانہر ج۱ص ۲۶۲)(۱)

وزوج أو محرم للمرأة الشابّة والعجوز الخ وهكذا فى الدر المنتقى على هامش مجمع النهر للمرأة ولو عجوزة (ج۱ص ۲۶۲)

لیکن اگر چلی گئی تو فریضہ حج ساقط ہوجائے گا البتہ کراہیت کے ارتکاب کا گناہ ہوگا کذا فی سکب الانہر فان حجت جاز مع الكراهة الخ (ج۱ص ۲۶۲)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولا يحتج المرءة بلا أحدهما أى الزوج والمحرم۔ (مجمع الأنهر ص:۳۸۷ ج:۱۔ فقيه الأمت)۔

(۲) فان حجت جاز مع الکراہتہ ۔(سکب الأنہر ص: ق ۳۸۶ فقیہ الامت)۔

بدائع الصنائع ص: ۳۰۰ / ج: ۲ ۔زکریا۔

الدر المختار مع الشامی ص: ۴۶۴ / ج: ۲ ۔کراچی۔

فتاویٰ قاضی خان ص: ۲۵۱ / ج: ۱ ۔دار الکتب العلمیۃ ۔

نیل الأوطار ص: ۳۲۵ / ج: ۴ ۔شرکۃ القدس ۔

بذل المجہود ص: ۱۴ / ج: ۷ ۔مرکز الشیخ ۔

فکس ڈپوزٹ میں جمع رقم سے حج کرنے کا حکم

سوال (۴۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید نے اپنا روپیہ بینک میں ایک ایسے کھاتے میں جمع کیا جس میں ایک خاص مدت میں روپیہ دوگنا ہو جاتا ہے زید کی دلی خواہش ہے کہ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کروں اور زید کے پاس اس روپیہ کے علاوہ اور روپئے نہیں ہیں ۔کیا زید ایسے روپئے حج وزیارت مقامات مقدسہ کرسکتا ہے اور اگر کرے تو کیا گنہگار ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں وہ رقم جو اس کی ذاتی ہے اس سے حج کرسکتے ہیں مثال کے طور پر بیس ہزار جمع کیا کچھ مدت بعد چالیس ہزار ملا تو اس مجموعی رقم میں بیس ہزار طیب ہے اس کا استعمال جائز ہے باقی بیس ہزار روپئے سود کے ہیں لہٰذا اس کو اپنی کسی بھی ضرورت میں استعمال کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ حج جیسی اہم عبادت میں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویجتهد فی تحصیل نفقة حلالٍ فإنه لا یقبل بالنفقة الحرام۔ (شامی ص:۴۵۶ ج:۲۔ کراچی)۔

وقدرة زادٍ وسطٍ وراحلةٍ مختصةٍ به أو شق محمل فی حق الآفاقی فلا تجب بإباحةٍ ولا بحالٍ حرامٍ۔ (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص:۳۸۸ ج:۱، فقیه الأمت)۔

ویجتهد فی تحصیل نفقة حلالٍ فإنه لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع أنه یسقط الفرض معها وإن کانت مغصوبةً۔ (هندیه ص:۲۲۰ ج:۱، رشیدیة)۔

صرّح الفقهاء بأن من اکسنب مالاً حراماً بغیر حق فإما أن یکون کسبه بعقدٍ فاسدٍ کالبیوع الفاسدة..... ففی جمیع الصور یجب علیه أن یتصدق به۔ (بذل المجهود ص:۳۵۹) مرکز الشیخ۔

شامی ص:۲۹۲ ج:۲۔ کتاب الزکوٰۃ کراچی۔

تبیین الحقائق ص:۲۷ ج:۶۔ امدادیہ ملتان۔

طواف کی حالت میں دعا پڑھنے کا حکم

سوال (۴۶۲): طواف کرتے ہوئے بہت سے لوگ ہاتھ میں کتاب لے کر زور زور سے ہر شوط کی دعا پڑھتے ہیں جس سے دوسروں کے طواف میں بھی خلل ہوتا ہے کیا ہر شوط کی مطبوعہ دعا کا پڑھنا ضروری ہے، کیا اس کے بغیر طواف نہیں ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

طواف کی حقیقت طواف کی نیت سے بیت اللہ کا سات چکر لگانا ہے جس کی ابتداء حجر اسود سے ہوتی ہے اور اسی پر انتہا ہو جاتی ہے اتنا عمل جو شخص کرے اس کا طواف ہو جائے گا لیکن یہ سمجھنا کہ مطبوعہ کتابی شکل میں چھپی ہوئی دعاؤں کا پڑھنا ضروری ہے اس کے بغیر طواف نہیں ہوگا یہ غلط ہے جو لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور زور زور سے پڑھتے ہیں جس سے

دوسروں کے طواف میں خلل ہوتا ہے وہ لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اگر کوئی پڑھنا ہی چاہے تو آہستہ آہستہ پڑھے۔ طواف کے آداب میں سے جمعیتِ حضورِ قلب ہے اسی وجہ سے حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ طواف کی حالت میں نگاہ ادھر اُدھر نہ ہو بلکہ نیچی ہو (۱) اور جو بھی دعا یاد ہو خواہ عربی میں ہو یا اردو میں اس کو پڑھتا رہے اور اگر کوئی بھی دعا یاد نہ ہو تو سبحان اللہ، الحمد للہ اللہ اکبر، استغفر اللہ درود شریف کی تسبیح ہی پڑھتا رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وصوت النظر عن كل ما يشغله وينبغي أن لا يجاوز بصره محل مشيه كالمصلي ولا يجاوز بصره محل سجوده لأنه الأدب الذى يحصل به اجتماع القلب. (غنية الناسك في بغية المناسك ص:۱۲۲)۔ قديم۔

احسن الفتاویٰ ص:۵۴۸ رج:۴۔ زکریا۔

طواف کی حالت میں بیت اللہ کو دیکھنے کا حکم

سوال (۴۶۳): بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے عامۃً طواف کرنے والے بیت اللہ کو دیکھتے رہتے ہیں نیز دائیں بائیں آگے پیچھے بھی بلا ضرورت دیکھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

طواف کرتے وقت نگاہ نیچی رکھنی چاہئے بیت اللہ کو طواف کی حالت میں دیکھنا یا دائیں بائیں بلا ضرورت شدیدہ دیکھنا خلافِ ادب ہے۔ طواف کرنے والوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ طواف کی حالت میں جمعیتِ قلب اور استحضارِ رب مطلوب ہے لہٰذا ہر ایسے عمل سے پرہیز کرنا چاہئے جو مخل جمعیتِ قلب ہو۔ **وينبغي ان لا يجاوز بصره محل مشيه كالمصلي ولا يجاوز بصره محل سجوده لانه الادب الذى يحصل به اجتماع**

القلب (غنية) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک: ص: ۱۲۲، قدیم۔ أحسن الفتاویٰ ص: ۵۴۸ ج: ۴۔ زکریا۔

رکنِ یمانی کو بوسہ دینا

سوال (۴۶۴): ایک شخص حج کرنے گیا تو طواف کے درمیان رکن یمانی کو بوسہ دیا، روکنے پر کہنے لگا بہت سے لوگوں کو بوسہ دیتے دیکھا ہے تو کیا رکن یمانی کو بوسہ دینا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بوسہ صرف حجر اسود کا ثابت ہے رکن یمانی کی تقبیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں اس وجہ سے حضرات فقہاء نے بھی اس سے منع کیا ہے، رکن یمانی پر طواف کرتا ہوا جب پہنچے اور ہجوم نہ ہو تو صرف دونوں ہاتھ اُس پر رکھ کر پھیرے یا صرف داہنا ہاتھ پھیرے اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ بھی نہ دے (۱) اور نہ طواف کے درمیان رکن یمانی پر پہنچ کر ہاتھوں کو اٹھا کر اشارہ کرے جس طرح حجر اسود پر کیا جاتا ہے، بہت سے لوگ لاعلمی کی وجہ سے دیکھا دیکھی عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے بجائے ماجور ہونے کے مازور ہوتے ہیں اس لئے ہر وہ شخص جو حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ حج کے لئے جانے سے قبل ہفتہ عشرہ کسی ایسے عالم کے پاس رہ کر جس کو فقہ وفتویٰ سے مناسبت ہو اور تجربہ کار بھی ہو حج کے مسائل سیکھ لے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) واستسلام الركن اليمانى كلما مربه حس وتحته فى المجمع: من غير تقبيل وعن محمد إنه سنه فيقبل مثل الحجر وفى الأسود. والسراحية: إنه لا يقبله فى أصح الأقاويل. (مجمع الأنهر ص:۴۰۳ ج:۱۔ فقيه الأمة ديوبند).

ويستسلم الركن اليمانى وهو حسن فى ظاهر الرواية كذا فى الكافى وإن تركه لايضُرُّ. (الفتاوىٰ الهندية ص:۲۲۶ ج:۱۔ رشيدية).

(۳) وأما الركن اليمانى مستحب أن يستسلمه ولا يقبله. (البحر الرائق ص:۳۳۰ ج:۲ سعيد).

(۴) ويختم طوافه وباستسلام الركن اليمانى من غير تقبل. (الدر المنتقى على هامش المجمع ص:۴۰۳ ج:۱۔ فقيه الأمة).

مُحرِم کے لئے حجرِ اسود کی تقبیل کا حکم

سوال (۴۶۵): احرام کی حالت میں طواف شروع کرنے سے قبل یا وسط میں یا طواف ختم کرنے کے بعد حجرِ اسود کو بوسہ دینا چاہئے یا نہیں، بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

احرام کی حالت میں شریعت کی طرف سے بہت سی پابندیاں ہیں مثلاً سلا ہوا کپڑا نہ پہنے، ناخون، بال نہ کاٹے، خوشبو دار کوئی چیز یا خوشبو نہ استعمال کرے وغیرہ وغیرہ (۱) اور حجرِ اسود پر عامةً عطر لگا ہوا رہتا ہے، لگانے والے تو محبت میں حجرِ اسود پر عطر لگا دیتے ہیں اور لاعلمی کی وجہ سے کتنے لوگ مجرم ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے احرام کی حالت میں تقبیل حجرِ اسود سے منع کیا جاتا ہے۔ ہر محرم کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) واستسلم الحجر كلما مرت به إن استطاعت۔ من غير ايذاءٍ لحديث البخاری أنه عليه السلام طاف على بعيرٍ كُلَّمَا أتى إلى ركن أشار بشيئٍ فی يده و كبر۔۔۔۔ وفی المغرب استسلم الجمر تناوله بيده أو بالقبلة أو مسحه بالكف۔ (البحر الرائق ص:۳۳۰ ج:۲۔ سعيد)۔

فقد أحرم فليتق الرفث والجدل۔۔۔ والتطيب وتحته: فی الجمع: والدهن والتخضب بالحناء والرياحين والثمار الطيبة۔ (مجمع الأنهر ص:۳۹۶۔ ۳۹۷ ج:۱۔ فقيه الامة)۔

وأما المطيب منهما وهو ما ألقى فيه الأنوار كدهن البنفسج والياسمين والورد۔۔۔۔ فإن تطيب عضواً كاملاً فعليه دم بالإجماع لأنه طيب وفی الاشقل منه صدقة۔ (غنية الناسك ص:۲۴۹)۔ قديم۔

ملتزم کی تعیین

سوال (۴۶۶): ملتزم پر دعا کی فضیلت آئی ہے کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے، سول یہ ہے کہ ملتزم سے کون سی جگہ مراد ہے اکثر لوگ بیت اللہ کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ رکھ کر دعا کرتے ہیں، کیا ملتزم سے مراد بیت اللہ کی چوکھٹ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ملتزم بیت اللہ کی چوکھٹ اور حجر اسود کے درمیان کی جگہ ہے (۱) لیکن عام طور پر حجر اسود پر بھیڑ اور ملتزم ہی کے قریب **شُرطة** (پولس) کے کھڑے ہونے کی وجہ سے لوگ چوکھٹ پر جمع ہوجاتے ہیں اور بہت سے لوگ اسی کو ملتزم سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والملتزم مابین الرکن والباب کما رواہ البیھقی حدیثا مرفوعاً۔ (البحر الرائق ص:۳۵۱ ج:۲۔ سعید)۔

تبیین الحقائق ص:۶[illegible] ج:۲۔ امدادیة ملتان۔

الدر المنتقی علی ھامش الجمع ص:۱۸[illegible] ج:۱۔ فقیہ الامت۔

النھر الفائق ص:۳[illegible] ج:۱۔ زکریا۔

شامی ص:۲۴[illegible] ج:۲۔ کراچی۔

حلق یا قصر کی تفصیل

سوال (۴۶۷): بہت سے لوگ حج یا عمرہ کے ارکان سے فارغ ہو کر بجائے حلق یا قصر کے چند بال کسی طرف سے کٹوا کر احرام کھول دیتے ہیں، کیا اس طرح کرنا جائز ہے اور اس طرح کیا احرام کھل جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

حج یا عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد افضل یہ ہے کہ حلق کرائے (۱) یعنی پورے سر پر استرا پھرائے لیکن اگر کوئی عذر ہو تو دوسرے درجے میں قصر ہے لیکن قصر کے لئے یہ ضروری ہے کہ کم از کم ایک پوروے کے برابر پورے سر سے بال کم کرائے۔ اس وقت جو ایک فیشن چلا ہے کہ مروہ پر ساتواں چکر پورا ہوا، چھوٹی قینچی سے دو چار بال کسی طرف سے کٹوا کر احرام کھول لیا، یہ بالکل غلط ہے اس طرح محرم احرام سے باہر نہیں ہوتا، لہٰذا جو شخص بھی اس طرح احرام سے حلال ہوا ہو اس پر دم واجب ہے اور آئندہ اس سے احتراز ضروری ہے۔ **واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وحلقه أفضل۔ وهو مسنون وهذا فى حق الرجل ويكره للمرءة لأنه مثله فى حصّها كحلو الرجل لحيته۔۔۔ فإن السنة حلق جميع الرأس أو تقصير جميعه كما فى شرح اللباب والقهسانى۔ (شامى ص:۵۱۶ ج:۲) کراچی۔

مجمع الأنهر ص:۱۴[illegible] ج:۱۔ فقیہ الامت۔

البحر الرائق ص:۳۶[illegible] ج:۲۔ سعید۔

تبیین الحقائق ص:۲[illegible] ج:۲۔ امدادیہ ملتان۔

النهر الفائق ص:۸[illegible] ج:۲۔ زکریا۔

حرم میں عورتوں کی نماز کا حکم

سوال (۴۶۸): اکثر عورتیں حرمین شریفین پہنچ کر حرم پاک میں نماز پڑھنے پر اصرار کرتی ہیں روکنے پر کہتی ہیں کہ ایک لاکھ سے ہمیں کیوں محروم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ عورتوں کے لئے حرم میں نماز پڑھنا افضل ہے یا اپنے مستقر پر؟

الجواب: حامداً و مصلیاً

حرم پاک بھی مساجد کی طرح ایک مسجد ہے البتہ فضیلت کے اعتبار سے حرم پاک اعلیٰ و ارفع ہے لیکن عورتیں اپنے وطن میں رہتے ہوئے مقامی مسجدوں میں نماز کیوں نہیں ادا کرتیں؟ عورتوں کے لئے افضل یہی ہے کہ مکہ مکرمہ میں بھی اپنے مستقر پر تنہا نماز ادا کریں، (۱) حرم پاک میں نماز پڑھنے پر مرد کو ایک لاکھ کا اجر ملتا ہے (۲) عورتوں کو نہیں بلکہ ہجوم میں پہنچ کر مزید گنہگار ہوتی ہیں، اس لئے ان کو حرم میں نماز پڑھنے پر اصرار کیوں کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

حررہٗ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن عبید اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاة المرءة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها۔ وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها۔ (سنن أبی داؤد ص:۸۴ ج:۱) بلال۔

(۲) قال سلمان بن عتیق سمعت ابن الزبیر علی المنبر یقول.... صلاة فی المسجد الحرام أفضل من مأة صلاة فی ما سواہ من المساجد قال الحمیدی: قال سفیان: فی روایة: أن الصلاة فی المسجد الحرام أفضل من مأة ألف صلاةٍ إلا مسجد الرسول فإنما فضله علیه بمأة صلاة۔ (مسند الحمیدی ص:۱۷۹ رقم الحدیث: ۹۷۰)۔

بدائع الصنائع ص:۳۸۸/ج:۱۔زکریا۔

شامی ص:۳۰۷/ج:۲۔زکریا۔

طواف کرتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کا حکم

سوال (۴۶۹): طواف کرتے وقت بہت سے لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں بعض لوگ حافظ ہوتے ہیں وہ زبانی تلاوت کرتے ہیں اور جو لوگ حافظ نہیں ہوتے وہ قرآن کریم ہاتھ میں لے کر تلاوت کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ طواف کرتے وقت تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

طواف کرتے وقت قرآنِ کریم کی تلاوت سے فقہاء نے منع کیا ہے (۱) اس لئے جو لوگ زبانی یا قرآن دیکھ کر تلاوت کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں اس کے بجائے جو دعائیں زبانی یاد ہوں ان کو پڑھنا چاہئے ورنہ تسبیحات میں مشغول رہنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وصون النظر عن كل ما يشغله وينبغي أن لا يجاوز بصره محل مشيه كالمصلي ولا يجاوز بصره محل سجوده لأنه الادب الذى يحصل به اجتماع القلب. (غنية الناسك فى بغية المناسك ص:۱۲۲)۔ قدیم۔

(۲) احسن الفتاویٰ ص:۴۸۹ ج:۴۔ زکریا۔

حج بدل کا حکم

سوال (۴۷۰): ایک صاحب کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے ہیں جب کہ حج ان پر فرض تھا، اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کے فرزند اپنے والد صاحب کی طرف سے کسی مناسب آدمی کو حج بدل پر بھیجنا چاہتے ہیں، جن صاحب کو وہ بھیجنا چاہتے ہیں وہ حافظِ قرآن ہیں اور ایک مسجد میں پیش امام کی حیثیت سے امامت بھی کرتے ہیں لیکن صاحبِ استطاعت نہیں ہیں اور کبھی حج بھی نہیں کیا ہے، کیا یہ حج بدل میں جاسکتے ہیں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ کسی حاجی کو ہی بھیجنا بہتر ہے، لہٰذا از روئے شریعت اسلامیہ حکم شرعی سے مطلع فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر وافضل تو یہی ہے کہ حج بدل کے لئے کسی حاجی کو ہی بھیجا جائے تاہم اگر غیر حاجی کو بھیج دیا تو آمر کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ رویت بیت اللہ کی وجہ سے اس پر بھی حج فرض ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں اگر چہ جماعتِ فقہاء کا اختلاف ہے کہ دوبارہ جب کہ وسعت نہیں ہے اپنے حج فرض کے لئے جائے یا نہیں، تو ایسا شخص حج بدل کے لئے جائے یا نہیں، اگر چہ ایک قول یہ بھی ہے کہ جانا ضروری نہیں، مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کا میلان بھی اسی طرف ہے پھر بھی احتیاط کا مقتضا یہی ہے کہ غیر حاجی کے بجائے حاجی ہی کو بھیجا جائے۔ لأنه فى هذا لعام لا يملكه الحج عن نفسه لانه سفره عن

الآمر فیحرم عن الآمر ولیحج عنه وفی تکلیفه بالاقامة بمکة الی قابل لیحج عن نفسه ویترك عیاله ببلده حرج عظیم وکذا فی تکلیفه بالعود وهو فقیر حرج عظیم (ایضاً اھ شامی ج ۲ ص ۲۴۱)(۱)

(نوٹ): حج بدل کے تقریباً بیس شرائط ہیں کچھ آمر سے متعلق ہیں کچھ مامور سے اس لئے جن کو بھیجنا ہو کسی عالم سے پوچھ کر وہ شرائط ان کو بتلا دیں ویسے معلم الحجاج مصنفہ مفتی سعید احمد صاحب علیہ الرحمہ مفتی مظاہر العلوم سہارنپور اور جواہر الفقہ (۲) ج ۱ مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحب ؒ مفتی اعظم پاکستان میں وہ سب شرائط تفصیل کے ساتھ درج ہیں، یہ دونوں کتابیں اردو زبان میں ہیں کہیں سے حاصل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی ۲۳؍ ۱۱؍ ۱۴۰۳ھ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۴۲۔۲۴۱۔ج: ۲۔نعمانیہ۔

(۲) جواہر الفقہ ص: ۲۰۵؍ج: ۴۔زکریا۔

البحر الرائق ص: ۵۹؍ج: ۳۔سعید۔

تبیین الحقائق ص: ۸۳؍ج: ۲۔امدادیہ ملتان۔

اولاد کی کمائی سے حج کا حکم

سوال (۷۱۴): ایک شخص کے کئی اولاد ہیں اور سب لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں کچھ لڑکے گھر میں اور کچھ لڑکے پردیس میں روزی تلاش کرتے ہیں بفضل خدا، روزی روزگار اچھا ہے اب جو لڑکا پردیس میں ہے، اس کی مزدوری میں روزی خرچ سے فاضل ہے اور اپنے ماں باپ کو حج کرانا چاہتا ہے اور خود ساتھ نہیں جاتا ہے تو شریعت اس میں کیا کہہ رہی ہے آیا کوئی اعتراض اس میں شریعت کی طرف سے وارد ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

کوئی حرج نہیں البتہ لڑکے کے ذمہ اس کا حج باقی رہ جائے گا۔(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) يجب على مسلمٍ حرمكلفٍ..... ذى زادٍ وراحلةٍ مختصةٍ وتحته فى الشامية: أفاد أنه لا يجب بملك الزاد وملك أجرة الراحلة. فلا يجب بالإباحة. (شامى ص:۴۵۹ ج:۲. کراچی)۔

مجمع الأنهر ص:۳۸۵ ج:۱۔ فقيه الامت۔

ولأن القادر بقدرة غيره لَيْسَ بقادرٍ۔ البحر الرائق ص:۳۱۱ ج:۲۔ سعيد)

ثمّ القدرة لاتثبت بالّا بالملك۔ (المصدر السابق ص:۳۱۲ ج:۲)۔

فلو وهب له ابنه مالا يحج به لم يجب قبوله لأن شرائط الوجوب لا يجب تحصيلها۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۷۲۸ دار الكتاب)۔

حج کرانے میں ترجیح کس کو والدہ کو یا بیوی کو؟

سوال (۲۷۴): زید حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ اپنے ساتھ والدہ یا بیوی میں سے ایک کو لیجانے پر قادر ہے تو وہ اپنی بیوی کو ساتھ لیجائے یا والدہ کو۔ ترجیح کس کو حاصل ہے۔

الجواب: حامدًاومصليًا

والدہ کے حقوق کی ادائیگی کی جس قدر تاکید آئی ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ والدہ کو ساتھ لیجائے (۱) لیکن بیوی کی دلجوئی کا بھی خیال رکھے تاکہ معاشرت بنی رہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من أولى الناس لحسن الصحبة مني؟ قال: أمك۔ قال ثم من؟ قال: أمك: ثم من؟ قال أبوك۔ (مسند الحميدي ص:۲۷۰ ج:۲۔ رقم الحديث: ۱۱۰۱)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكمل المؤمنين إيماناً وأحسنهم خلقاً وخياركم وخياركم لنسائهم۔ (مشكاة المصابيح ص:۲۸۲ ج:۱۔ ديوبند)۔

اولاد کے مالدار ہونے پر والدین پر بھی حج فرض ہو گا یا نہیں؟

سوال (۴۷۳): زید اپنے بھائیوں کے ساتھ وطن سے دور کاروبار کر رہا ہے اور اتنا مال اس کے پاس ہو گیا ہے کہ اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور اس کے والدین گھر پر باحیات ہیں اس کاروبار سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، آیا اس صورت میں حج والدین پر فرض ہو گا یا زید اور اس کے بھائیوں پر ہو گا تو کس ترتیب سے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر بھائیوں میں ہر ایک کے پاس اتنی رقم ہو جس سے گھریلو نان نفقہ کی ادائیگی کے ساتھ حج کر سکتے ہوں تو ہر ایک پر حج فرض ہو گا، والدین نے اگر بچوں کو الگ کر دیا ہے اور اپنی شرکت ختم کر دی ہے تو اس صورت میں والدین پر اس وقت حج فرض ہو گا جب ان کے پاس بھی اتنی رقم ہو جائے جس سے نان ونفقہ کی ادائیگی کے ساتھ حج کر سکتے ہوں ورنہ نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) یجب علی مسلمٍ حر مکلف صحیح ذی زادٍ وراحلةٍ ونفقه عیاله. ممن تلزمه نفقة لتقدم حق العبد. (الدر المختار مع الشامی ص:۵۵۸ ج:۲) کراچی.

مجمع الأنهر ص:۱۸۵ ج:۱. فقیه الامت.

البحر الرائق ص:۳۱۱ ج:۲. سعید.

حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۷۲۷. دار الکتاب.

الأب وابنه یکتسبان فی صنعةٍ واحدةٍ ولم یکن لهما شیئ، فالکسب کله للأب إن کان الابن فی عیاله. لکونه معیناً له. (شامی ص:۳۲۵ ج:۴. کراچی الشرکة الفاسدة).

بغیر محرم کے سفر حج کا حکم

سوال (۴۷۴): ہماری نانی اسی سال حج کعبۃ اللہ کا ارادہ کر رہی ہیں مگر سفر کی صورت یہ ہے کہ ان کو یہاں سے سگے ماموں اپنے ہمراہ لیکر بمبئی جائیں گے اور ہوائی جہاز پر ان کو تنہا بیٹھا کر روانہ کر دیں گے، جدہ میں چھوٹے ماموں نانی صاحبہ کو اتارنے کے لئے تیار ملیں گے تو تنہا سفر صرف بمبئی ایر پورٹ سے جدہ تک ہوگا وہ بھی ہوائی جہاز میں، پوچھنا یہ ہے کہ سفر کی یہ صورت جو ہم نے تحریر کی ہے کیا ہماری نانی حج کر سکتی ہے؟ یا یہ کہ پورے سفر میں کسی کا ہر وقت ساتھ رہنا ضروری ہے؟ تفصیل کے ساتھ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر جائز نہیں، (۱) صورت مسئولہ میں حج ادا ہو جائے گا (۲) اور اس کا ثواب بھی ملے گا لیکن بغیر محرم کے سفر کا گناہ بھی ہوگا جس کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) ولا تحج المرءة بلا أحدهما أى الزوج والمحرم۔ (مجمع الأنهر ص:۳۸۷ ج:۱) فقیہ الامت۔

(۲) فإن صحبت جاز مع الکراهة۔ (سکب الانہر ص:۳۸٦ ج:۱، فقیہ الامت)۔

بدائع الصنائع ص:۳۰۰ ج:۲ ۔ زکریا۔

الدر المختار مع الشامی ص:۴۶۴ ج:۲۔ کراچی۔

فتاویٰ قاضی خان ص:۲۵۱ ج:۱۔ دار الکتب العلمیۃ۔

نیل الأوطار ص:۳۲۵ ج:۴۔

بذل المجہود ص:۱۴ ج:۷۔ مرکز الشیخ۔

نفلی طواف کا ثواب مردوں کو بخش سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۴۷۵): جب نفلی طواف کریں تو مردوں کے نام کرنا چاہئے یا زندوں کے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نفلی طواف کر کے آپ اس طرح اس کا ثواب پہنچا دیں کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، زندہ مردہ دونوں کے لئے طواف کیا جا سکتا ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفی کتاب القاضی الإمام ابی الحسین بن القراء عن أنسٍ رضی اللہ عنہ: أنه سأل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال یا رسول اللہ إذا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل یصل ذلك إلیهم؟ قال: نعم ویفرحون به کما یفرح أحدکم بالطبق إذا أهدی إلیه۔ (مرقاۃ المفاتیح ص:۵۹۹ ج:۲۔ زکریا باب من الکبائر أن لا یستر من بوله)۔

(۲) فللإنسان أن يجعل ثواب محله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت. (مراقى الفلاح على نور الإيضاح مع الطحطاوى ص:۶۲۲ دار الكتاب. باب زيارة القبور).

البحر الرائق ص:۵۹ رج:۳ سعید۔

مجمع الأنهر ص:۴۵۴ رج:۱ فقیہ الامت۔

اپنے نام کے ساتھ الحاج لکھنا کیسا ہے؟

سوال (۴۷۶): بہت سے لوگ حج کے بعد اپنے نام کے ساتھ الحاج لکھتے ہیں اور اپنے کو حاجی صاحب کہلاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فرائض میں اظہار مطلوب ہے اور نوافل میں اخفاء مستحسن ہے، (۱) اگر دوسروں کی ترغیب کے لئے ہو، تاکہ حج کا شوق پیدا ہو، کوئی اپنے حج کا اظہار کرے تو مذموم نہیں۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولأن الإخفاء فيها أى فى صدقة النطوع أفضل من الإظهار، و كذلك سائر العبادات الإخفاء أفضل فى تطوعها لانتفاء الرياء عنه وليس كذلك الواجبات. قال الحسن: إظهار الزكاة أحسن. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبى ص:۳۳۲ ج:۲. دار إحياء التراث العربى).

(۲) فإن الواجب من الفرائض فدأ جمع الجميع على أن الفضل فى إعلانه وإظهاره سوى ما كان من زكاة واجبةً. (تفسير الطبرى ص:۸۸۱ ج:۲. دار الحديث

القاهرة)۔

(۳) إبداء الفرض لغيره أفضل لنفى التهمة و كذا الإظهار أفضل لمن يقتدى به وأمس نفسه۔ (تفسير روح المعانى ص: ۷۲ ج: ۳۔ زكريا)۔

طواف کی تعلیم کے لئے خانہ کعبہ کا علامتی نمونہ بنانا کیسا ہے؟

سوال (۷۷۴): کعبہ کا موڈل کوئی ڈبہ سے بنا کر لوگوں کو حج میں طواف کا طریقہ سمجھانا گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

غیر ذی روح شی کی تصویر بنانا شرعاً جائز و درست ہے، (۱) لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کعبہ کا موڈل ڈبہ سے بنا کر لوگوں کو حج میں طواف کے طریقہ کی تعلیم دینا مقصود ہے تو بغرض تعلیم اس کی گنجائش ہے، اور اگر اس سے کعبہ کی توہین اور اس کی قدر و منزلت کو گھٹانا مقصود ہے تو یہ شرعاً جائز نہیں، (۲) ایسا کرنے والا عند اللہ گنہگار اور عند الناس باعث ملامت ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قال النووى: قال العلمىء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد...... وتصوير ماليس فيه صورة حيوان فليس بحرامٍ۔ (فتح البارى ص: ۵۸۲ ج: ۱۱ دار الفكر)۔

(۲) قال ابن عمر والحسن ومالك وابن زيدٍ: الشعائر مواضع الحج كلها من منى، وعرفة، ومزدلفتة، والصفا، والمرءة، والبيت، وغير ذلك۔ (تفسير روح المعانى ص: ۲۲۳ ج: ۱ زكريا)۔

قال ابن عمر رضى الله عنهما: أعظم الشعائر البيت۔ (تفسير ابن كثير ص: ۴۳۴

ج:۴۔ زکریا)۔

(۲) ومن یعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب۔

منیٰ میں کون سی قربانی افضل ہے؟

سوال (۴۷۸): قربانی منیٰ میں خود خرید کر کرنا چاہئے یا گورمنٹ کو روپیہ دیکر کرانے سے بھی ٹھیک ہے؟ جو بھی طریقہ سے حج کرکے ارکان مکمل ہو جائیں؟ کس میں ثواب زیادہ ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورتِ مسئولہ میں حاجی کو منیٰ میں جا کر از خود قربانی خرید کر ذبح کرنا اولیٰ اور انسب ہے (۱) اور اگر از خود قربانی خریدنے اور ذبح کرنے میں دقت و پریشانی ہو اور گورنمنٹ کی جانب سے مشروع انداز میں اس کا نظم ہے تو اس کو روپیہ دے کر قربانی کرانا شرعاً درست ہوگا (۲) لیکن اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۲) ومنها أنه تجري فيه النيابة فيجوز للإنسان أن يضحي بنفسه أو بغيره۔ (الفتاویٰ الهندية ص:۲۹۴ ج:۵) رشيدية۔

(۱) وندب أن يذبح بيده إن علم ذلك۔ (الدر المختار كتاب الأضحى ص:۳۲۸ ج:۶۔ کراچی)۔

(۳) المستحب هو أن يذبح أضحيته بيده إن كان يحسن الذبح۔ (البناية ص:۶۱ ج:۱۲۔ اشرفیه)۔

رمی جمار میں نیابت کا مسئلہ

سوال (۹۷۴): جب تینوں شیطانوں کو کنکری ماری جاتی ہے، اگر شوہر اپنی بیوی کی طرف سے شیطان کو کنکری مارنا چاہے اگر بیوی بیمار پڑ جائے، جیسے لو لگ جائے، تو طریقہ کیا ہے؟ پہلے ایک شیطان کو اپنی طرف سے مارے پھر بیوی کی طرف سے، اس طرح دوسرے شیطان کو اپنی طرف سے پھر بیوی کی طرف سے وغیرہ؟ یا سب شیطان کو اپنی طرف سے مار کر نکلنا پڑے گا اور دوبارہ جاکر شروع سے بیوی کی طرف سے مارنا پڑے گا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حج میں رمی جمار (کنکری مارنا) ہر مرد وعورت پر واجب ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر بیوی ایسی بیمار ہو جائے کہ وہ سوار ہو کر جمرات تک نہ جاسکے، یا سواری یا کوئی اٹھا کر وہاں تک لے جانے والا نہ ملے تو ایسی صورت میں اس کی رمی ہوگئی، اس پر کوئی شی واجب نہیں، شامی میں ہے **لو ترك شيئا من الواجبات بعذر لا شيئ عليه على ما في البدائع**۔ (شامی ج ۲ ص ۲۰۰) (۱) البتہ اگر شوہر ساتھ میں ہے اس کے باوجود وہاں تک پہونچنا دشوار ہے تو اس صورت میں شوہر اپنی بیوی کی طرف سے رمی جمار کرسکتا ہے۔ (مستفاد معلم الحجاج ص ۲۱۰)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنی طرف سے تمام شیطانوں کو کنکری مارے پھر اس کے بعد اپنی بیوی کی طرف سے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۲۰۰ ج: ۲۔ نعمانیہ باب الجنایات۔

عن ابراهيم قال: يحمل المريض إلى الجمار فإن استطاع أن يرمي فليرم. وإن

لم ستطع فليوضع الحصى فى كفه ثم يرمى بها من كفه۔ (المصنف لابن شيبة ص:۶۳۶ ج:۸) المجلس العلمي۔

ولا يجوز النيابة فيه عند القدرة۔ (غنية الناسك فى بغية المناسك ص:۱۰۰ قديم)۔

مزدلفہ سے کب روانہ ہونا چاہئے؟

سوال (۴۸۰): کیا مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھ کر جب روشنی ہو جائے تب روانہ ہونا چاہئے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

طلوع آفتاب سے قبل جب آسمان خوب روشن ہو جائے تو اس وقت مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونا چاہئے۔ (معلم الحجاج ص ۱۸۴۔۱۸۵) عالمگیری (۱) میں ہے، **فاذا اسفر جدا دفع منها ما قبل طلوع الشمس والناس معه حتى ياتوا منى كذا فى الزاد** (ج ۱ ص ۲۳۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاوىٰ الهندية ص:۲۳۱ ج:۱۔ رشيدية۔

فإذا أسفر جدًّا ذهب قبل أن يطلع الشمس۔ (الفتاوىٰ التاتارخانيه ص:۵۲۱ ج:۳۔ زكريا)

مجمع الأنهر ص:۴۱۲ ج:۱۔ فقيه الامت۔

ثم يأتون إلى منى قبل طلوع الشمس أو حين طلوعها أو بعدها كيف بئير۔ (الفتاوىٰ السراجية ص:۱۷۹ اتحاد)۔

مزدلفہ میں نماز مغرب وعشاء کے بعد وتر کا مسئلہ

سوال (۴۸۱): مزدلفہ میں مغرب کی تین رکعت کے بعد دو رکعت عشاء کی قصر پڑھ کر کیا کرنا چاہئے؟ مغرب کی دوسنت اور پھر عشاء کی تین وتر؟ عشاء کی دوسنت اور مغرب کی دونفل پڑھنا ہے یا نہیں؟ مغرب تین رکعت فرض، عشاء دو رکعت قصر، مغرب دوسنت، تین وتر؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں مزدلفہ کے اندر مغرب کی تین رکعت فرض اور عشاء کی دو رکعت فرض کے درمیان سنن ونوافل پڑھنا از روئے شرع جائز و درست نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ اول ۲۲۷ میں ہے اور مغرب وعشاء کی سنت اور وتر عشاء کے بعد پڑھے۔

ويصلى الامام بالناس المغرب والعشاء ولا يتطوع بينهما الخ (۱)

البتہ ان دونوں نمازوں کے بعد واجب وسنت وغیرہ پڑھنا شرعاً جائز درست ہے، **وقال فى شرح اللباب ويصلى سنة المغرب والعشاء والوتر بعدها الخ** (شامی ج ۳ ص ۱۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويصلى الإمام بالناس المغرب والعشاء ولا يتطوع بينهما۔ (هدايه ص:۲۴۷ ج:۱۔ اشرفى بك ڈپو ديوبند)۔

(۲) قال فى شرح اللباب ويصلى سنة المغرب والعشاء والوتر بعدها۔ (شامى ص:۱۷۶ ج:۲۔ نعمانيه مطلب الدفع من عرفات)۔

الفتاوىٰ التاتارخانيه ص:۱۷۵ ج:۳۔ زكريا۔

ویصلی المغرب والعشاء..... وأن لا تطوع بینھا ولو سنة مؤکدةً علی الصحیح فإنه مکروہ۔ (مجمع الأنھر ص:۴۱۰ ج:۱) فقیه الامت۔

منیٰ میں نفل نماز کا حکم

سوال (۴۸۲): منیٰ میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز قصر پڑھی جائے گی؟ یہاں عصر کی سنت، ظہر کی سنت اور نفل اور عشاء کی سب سنن اور نفل پڑھنا ہے یا نہیں؟ منیٰ میں نمازوں کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور فجر سے قبل سنن پڑھنا اور ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد سنن ونوافل پڑھنا صحیح ودرست ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویصلی الإمام بالناس المغرب والعشاء..... ولا تطوع بینھا لأنه ینل بالجمع۔ (ھدایه ص:۲۴۷ ج:۱۔ أشرفی بك ڈپو)۔

قال فی اللباب ویصلی سنة المغرب والعشاء والوتر بعدھا۔ (شامی ص:۱۷۶ ج:۲۔ نعمانیه مطلب الدافع من عرفات)۔

ویصلی المغرب والعشاء..... وأن لا تطوع بینھا ولو سنة مؤکدة علی الصحیح فإنه مکروہ۔ (مجمع الأنھر ص:۴۱۰ ج:۱، فقیه الامت)

فتح القدیر ص:۴۷۷ ج:۲۔ دار إحیاء التراث۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کا حکم

سوال (۴۸۳): مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنا ضروری ہے لیکن جب ہم آٹھ دن ہی ٹھہرتے ہیں تو کچھ نماز راستے ہی میں ہو جاتی ہے، مدینہ منورہ کے سفر میں تو چالیس نماز مدینہ منورہ میں ضروری ہے یا نہیں؟ لیکن کیا چالیس نماز مسجد نبوی میں پڑھنے سے اگر ہمارے نبی کی شفاعت ملے گی؟ تو ہمیں نو دن مدینہ منورہ میں ٹھہرنا چاہئے؟ لیکن اگر معلم آٹھ دن ہی ٹھہرائے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں چالیس نمازیں باجماعت پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے چالیس نمازیں نہ پڑھ سکے تو اس کے حج میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا، اور مسجد نبوی میں چالیس نمازیں نہ پڑھنے پڑ چالیس نمازوں کی ادائیگی پر جو اجر ملتا ہے وہ نہیں ملے گا، لیکن اگر معلم وقت کم دے تو اس میں حاجی مجبور ہے حاجی کا کوئی قصور نہیں، لیکن چالیس نمازوں پر موعود اجر سے محرومی بہر حال ہوگی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبی هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلاة فى مسجدى هذا خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام۔ (المؤطا الإمام مالك ص: ۱۱۴ ج:۔ رقم الحديث: ۴۶۲۔ باب ما جاء فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم القدس)۔

رواه الإمام المسلم أيضاً من طريق الزهرى۔ (مسلم ص:۴۴۶ ج:۱۔ باب فضل الصلاة بمسجد مكة والمدينة)۔

مسند الحميدى ص:۴۷۹ ج:۱۔ رقم الحديث: ۹۷۰۔

ترکہ کی تقسیم اور حج فرض ادا نہ کرنے کا حکم

سوال (۴۸۴): (۱) زید متوفیٰ کے پسماندگان میں دو لڑکے، تین لڑکیاں، اور زوجہ ہیں، بایں صورت زید کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی۔

(۲) زید کی زوجہ اگر کسی حیلہ گری سے زید کی منقولہ جائیداد کا اندراج کاغذات سرکاری میں اپنے نام کرالے پھر اس کو فروخت کرکے حاصل شدہ رقم اپنے طور پر خرد برد کردے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) زید کی زوجہ پہلے ہی سے صاحب نصاب اور متمول ہے، مذکورہ بالا نہج پر متوفی زید کی جائیداد کی فروختگی کے بعد تو کثیر رقم اس کے ہاتھ آئی کہ صرف اپنے حصے کی رقم سے حج بیت اللہ محرم کے مصارف کے ساتھ کرسکتی تھی جبکہ اس کے اوپر کوئی ذمہ داری بھی نہیں ہے، مگر اس نے حج بیت اللہ نہیں کیا، شریعت مطہرہ کیا حکم لگاتی ہے؟

(۴) اس غاصبانہ و مجرمانہ عمل میں موصوفہ کے شیر کار، غلط اندراج کرنے اور کرانے والے نیز علم و واقفیت کے باوجود معاونت کرنے والے کس زمرے میں داخل ہیں؟

(۵) الف- کیا زید کے زوجہ کا مذکورہ بالا عمل حقوق العباد کی پامالی و حق تلفی میں نہیں آتا ہے؟

ب- حقوق العباد بالخصوص اولاد ذکور یا اناث کی حق تلفی کیسا جرم ہے اور اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

(۱) مسئلہ ۸/

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱	۲	۲	۱	۱	۱

برتقدیر صحت سوال حقوق متقدمہ علی الارث دین وغیرہ کی ادائیگی کے بعد زید کا کل ترکہ

آٹھ سہام پر تقسیم ہو کر ایک حصہ بیوی کو، دو دو حصہ لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔

(۲) زید کی زوجہ کا اپنی اولاد کی جائیداد کو غاصبانہ طور سے اپنے نام کروالینا یہ قطعاً ناجائز ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی دنیا میں کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کر لے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ ساتوں زمین کو اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالدیں گے۔

عن سعید بن جبیر قال قال رسول اللہ ﷺ من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵۴)(۱)

(۳) بلا عذر شرعی حج کی ادائیگی سے بے توجہی برتنا جائز نہیں ہے ورنہ اگر اسی درمیان میں موت آگئی تو ایک اہم فریضہ چھوڑنے والی ہوگی۔ فرضیت حج کے بعد فریضہ حج سے جلدی سے فارغ ہونا بہتر ہے، بلا عذر تاخیر کرنا برا ہے، کیونکہ موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، لیکن جب بھی ادا کیا جائے وہ ادا ہی ہوگا نہ کہ قضاء، اور وہ شخص فریضہ حج سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ **الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدروا علی الزاد والراحلۃ فاضلا عن المسکن وما لا بد منہ وعن نفقۃ عیالہ الی حین عودہ.** (ہدایہ ج ۱ ص ۲۱۲)(۲)

(۴) غاصبہ تو گنہ گار ہوگی ہی نیز اس کے معاونین ومشیر ومشتری جبکہ ان کو اس شنیع حرکت کا علم ہے یہ بھی تعاون علی الاثم کی وجہ سے گنہ گار ہوں گے۔ اللہ کا ارشاد ہے "**تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ**"(۳)(مائدہ) ایسے لوگوں پر فوری طور سے توبہ لازم ہے ورنہ عند اللہ ماخوذ ہو سکتے ہیں۔

(۵) الف- زید کی زوجہ کا یہ عمل حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے، خصوصا اس کا اپنی اولاد کی جائیداد میں اس طرح غاصبانہ قبضہ اور تصرف بڑا گھناؤنا عمل ہی نہیں بلکہ مروت ہمدردی اور شرافت وانسانیت سے گری ہوئی بات ہے، اس عمل سے توبہ لازم ہے، اگر اس کے بعد وہ اپنی اولاد کو اپنی جائیداد میں سے حصہ دے تو شرعاً واخلاقاً ممدوح فعل ہے اور عند اللہ ماجور

اور عند الناس مشکور ہوگی۔ ان رسول اللہ ﷺ قال، لتودنِ الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحا ومن الشاۃ القرناء (مسلم شریف ج۲ ص ۳۲۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التــعــلـيــــق والــتـخـــريــــج

(۱) مشكاة المصابيح ص:۲۵۴ ج:۱۔ باب الغصب والعادية۔

(۲) الحج واجب على الأحرار البالغين العقلاء إذا قدروا على الزاد والراحلة فاضلاً عن المسكن وما لا بد منه وعن نفقة عياله إلى حين عوده۔ (هدايه ص:۲۳۰ ج:۱۔ أشرفی بك ڈپو)۔

(۳) تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان۔ (سورة المائدة رقم الآية ص:۲)

(۴) عن أبي هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلجاء من الشاة الترناء۔ (رواه مسلم ص:۳۲۰ ج:۲۔ باب تحريم الظم)۔

✪✪✪✪

کتاب النکاح

شوہر کا انتقال ہوگیا، بیوی کے مہر کی ادائیگی کی صورت کیا ہوگی

سوال (۴۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ خالد کی شادی ہوئی ایک بچہ بھی موجود ہے بعدہ دوسری شادی کر لی خالد ذریعہ معاش کے لئے سعودی گیا ہوا تھا وہیں پر اس کا انتقال ہوگیا خالد کی اول بیوی اپنے مہر کا تقاضا کرتی ہے اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

خالد کی زوجہ اولیٰ کا تقاضائے مہر اپنی جگہ بجا ہے از روئے شرع اس کا مہر مؤکد ہو چکا ہے خالد کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ وہ خالد کے ترکہ سے سب سے پہلے مہر ادا کر دیں اور اگر زوجہ معاف کر دے تو یہ اس کا حق ہے لیکن معافی پر اجبار کا حق کسی کو نہیں۔

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمّٰى أو مهر المثل حتى لا يسقط من شيء بعد ذالك الا بالابراء من صاحب الحق كذا في البدائع (عالمگیری ج ۱ ص ۳۰۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (ہندیہ ص: ۳۷۰ ج:۱) زکریا جدید۔

وفی البدائع الصنائع ص: ۵۸۴ ج: ۲ زکریا۔

وفی الفقہ الاسلامی وادلتہ ص: ۶۷۹۹ ج: ۹۔ دار الفکر المعاصر۔

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص: ۱۰۱ ج: ۴۔ دار القدس۔

اجازت پانچ سو پر لے کر نکاح ایک ہزار پر پڑھایا کیا حکم ہے

سوال (۴۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا بایں طور کہ ہندہ سے جب اجازت نکاح لی گئی تو پانچ سو روپے مہر ذکر کی گئی اور نکاح کے وقت ایک ہزار روپیہ پر عقد ہوا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں۔ نیز مہر ایک ہزار ادا کرنی ہوگی یا پانچ سو۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نکاح درست ہوگیا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں البتہ مہر ایک ہزار دینی پڑے گی۔

الزيادة فى المهر صحيحة حال قيام النكاح عند علمائنا الثلثة (کذا فی المحیط عالمگیری ج ۱ ص ۳۱۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) هنديه ص:۳۷۹ ج:۱۔ زکریا جدید۔

وما فرض بعد العقد أو زيد على ما سمى وإنّها تلزمه بشرط قبولها فى المجلس۔

(شامی ص:۲۳۷ ج:۴) اشرفيه۔

وفى الفقه الاسلامى وأدلّته ص:۶۷۹۵ ج:۹۔ دار الفكار المعاصر۔

وفى النهر الفائق ص:۲۳۵ ج:۲۔ زکریا بک ڈپو۔

دو روز بعد طلاق کی شرط پر نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال (۴۸۷): کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیا اور بعد میں اپنے کئے پر پچھتایا اور پھر اس کو اپنے عقد میں لینے کی جدو جہد کچھ اس طرح شروع کردی کہ ایک آدمی واس شرط پر تیار کیا کہ وہ اپنا نکاح کرنے کے ایک روز یا دو روز بعد طلاق دے دے تاکہ بیوی خود کے لئے حلال ہو سکے ایسا کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں کہاں تک درست ہے اور دوبارہ پہلے شوہر کے لئے بیوی کے حلال ہونے کا صحیح طریقہ کس طرح ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی فتح القدیر (۱) شوہر اول کے لئے حلال ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت گذارنے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرے وہ شخص اس سے صحبت کرے اس کے بعد وہ مرجائے یا طلاق دے دے تو پھر اس کی عدت گذار کر شوہر اول سے اگر نکاح کرے تو شوہر اول کے لئے اب حلال ہوجائے گی کذا فی الدر المختار (۲) (ان دونوں سوالوں کا جواب تفصیل کے ساتھ پہلے جاچکا ہے)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) فتح القدير ج:۴ ص:۳۴۔ دار إحياء التراث العربي۔

عن جابر و عليّ قالا: إنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ لعن المحلل والمحلل له۔ (ترمذی شریف ص:۲۱۳ ج:۱) مکتبہ بلال۔

وفي تحفة الأحوذي: المحلل الذى تزوّج مطلّقة الغير ثلاثاً على قصد أن يطلّقها بعد الوطئ ليحلّ للمطلّق نكاحها۔ (تحفة الأحوذي ص:۳۱۵ ج:۳) شركة القدس۔

يكره التزوج بشرط التحليل بالقول بأن قال تزوّجتك على أن احللك له أو قالت

المرأة لقوله علیه الصلاة والسلام: لعن الله المحلل والمحلل له۔ (مجمع الأبنهر ص:۹۱ ج:۲) فقیه الأمت۔

إذا کان الطلاق ثلاثاً فی الحرّة وثنین فی الأمة لم تحلّل حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثمّ یطلّقها أو یموت عنها۔ (هندیه ص:۵۳۵ ج:۱) ذکریا جدید۔

(۲) وکذا فی الشامی ص:۵۱ ج:۵۔ اشرفیه۔

لڑکے کی مزنیہ سے باپ کے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

سوال (۴۸۸): زید نے ایک ایسی عورت سے شادی کی کہ وہ اپنے ساتھ ایک لڑکا لے کر آئی اور وہ لڑکا دوسری عورت نافعہ کے ساتھ خلوت وغیرہ میں اکثر و بیشتر زندگی گذارتا تھا اور کشتی وغیرہ میں اکثر اوقات رہتا تھا تو اسی اثناء میں ان کی بیوی نے شوہر کو سمجھایا کہ نافعہ کے ساتھ کیوں اتنے اوقات دیتے ہو اس پر شوہر نے کہا کہ تم چپ چاپ رہو ورنہ طلاق دے دوں گا اب اسی نافعہ سے اس ربیب لڑکا کے باپ زید نے شادی کر لیا ہے کیا اس صورت میں زید سے شادی جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں ابن متبنیٰ کے والد زید کا نکاح نافعہ سے درست ہے **وحلائل ابنائکم الذین من أصلابکم والحلیلة الزوج الخ وذکر الاصلاب لاسقاط حلیلة الابن المتبنی (۱)** (شامی ج۱ ص۲۷۱) **والتحریم علی الزانی واولاد اولادهم لاعتبار الجزئیة ولا جزئیة بینه وبین الابن المتبنّی الخ** (ج۲ ص۲۷۹) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۱۱۱ ج: ۴۔ اشرفیہ۔

(۲) شامی ص: ۱۱۲ ج: ۴۔ اشرفیہ۔

وفی فتح القدیر ص: ۱۲۱ر ج: ۳۔ دار إحیاء التراث العربی۔

وفی البحر الرائق ص: ۹۴ر ج: ۳۔ ایچ ایم سعید۔

بڑی اماں سے شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۴۸۹): زید اور عمر دو بھائی ہیں جس میں عمر بڑا بھائی ہے اور زید و عمر دونوں کے بالغ لڑکے بھی ہیں تو عمر کے انتقال ہو جانے کے بعد زید کے لڑکے نے عمر کی بیوی (یعنی اپنی بڑی اماں) سے شادی کرلی ہے کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں جس کا مفصل بیان واضح طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں زید کے لڑکے کی شادی عمر کی بیوی (بڑی اماں) سے درست ہے چونکہ عمر کی بیوی نہ محرمات نسبیہ میں ہے اور نہ محرمات رضاعیہ میں سے ہے اسی طرح محرمات بالمصاہرۃ میں سے بھی نہیں ہے (۱) اسی طرح ما نکح آباکم من النساء میں بھی داخل نہیں ہے (۲) اس لئے کہ بتصریح حضرت تھانوی قدس سرہ باپ دادا نانا کا شمار اس میں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) اسباب التحریم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع ملك، شرك "الخ".

(شامی ص:۱۰۷ ج:۴) اشرفیہ۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ۔۔۔ واحلّ لکم ما وراء ذلکم۔ (سورۃ النساء ۲۴)۔

أی ماوراء ما حرّم الله۔ (البدائع الصنائع ص:۵۴۰ ج:۲) زکریا۔
یعنی ما سوی المحرّمات المذکورات فی الآیات السابقة۔ (تفسیر مظهری ص:۶۶ ج:۲) زکریا۔

نکاح پڑھاتے وقت لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۴۹۰): ایک مسئلہ زیرِ بحث ہے وہ یہ کہ ایک صاحب کے یہاں شادی تھی اس میں تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد مستقیم صاحب بھی مدعو تھے اور نکاح بھی مولانا موصوف نے ہی پڑھایا نکاح کے وقت گھر والوں نے کہا کہ مولانا تشریف لے چلیں اور لڑکی سے اجازت لے کر نکاح پڑھا دیں مولانا نے کہا کہ اجازت لینا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ ایک سال سے شادی طے تھی اور لڑکی جانتی تھی اگر اسے اعتراض ہوتا تو کسی نہ کسی طرح سے گھر والوں تک بات پہونچتی کہ لڑکی راضی نہیں ہے لیکن جب آج تک اس طرح کی بات نہیں سنی گئی تو لڑکی کو راضی سمجھا جائے اور اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ کہہ کر مولانا نے نکاح پڑھا دیا واضح رہے کہ لڑکی بالغہ تھی اس نکاح پر بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اس لئے درخواست ہے کہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں اور مدلل جواب سے نوازیں میں مشکور رہوں گا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ نکاح تو درست ہو گیا لیکن یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ نکاح کے وقت عورت کی اجازت و رضاء معلوم کی جائے الا یہ کہ والد مہر کی مقدار اور نام کی تصریح کے ساتھ عقد نکاح سے قبل اجازت لے چکا ہو تو پھر عقد نکاح کے وقت دوبارہ اجازت کی ضرورت نہیں ورنہ عقد نکاح کے وقت مہر اور نام کی تصریح کے ساتھ اجازت لینی ضروری ہے محض بات چیت کا چلنا رضاء کی دلیل نہیں۔ فان استأمرها الاب قبل النکاح فقال ازوجك ولم یذکر المهر ولا الزوج فسکتت

لا یکون سکوتها رضاءً ولها ان ترد بعد ذالك الخ (عالمگیری ج ا ص ۲۸۸)
(۱)

بہر حال صورت مسئولہ میں نکاح موقوف ہے اگر عورت اجازت دے دے صراحۃً رضا کا اظہار کر دے یا ایسے فعال صادر ہوں جو رضاء پر دلالت کرتے ہیں مثلاً نکاح کے بعد رخصت ہو کر چلی گئی یا نکاح کی خبر سن کر انکار نہیں کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور اگر انکار کر دے تو نکاح ختم ہو جائے گا پھر اس کی رضاء سے جہاں چاہے نکاح کر دیا جائے۔

ولا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبًا فان فعل ذالك فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل کذا فی السراج الوهاج ولو ضحکت البکر عند الاستئمارا وبعد ما بلغها الخبر فهو رضا هکذا ذکر القدوری وشیخ الاسلام کذا فی المحیط عالمگیری (ج ا ص ۲۸۷)(۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ہندیہ ص: ۳۵۴ ج: ا۔ زکریا جدید۔

(۲) ہندیہ ص: ۳۵۳ ج: ا۔ زکریا جدید۔

وفی الشامی ص: ۱۵۵ ج: ۴۔ اشرفیہ۔

وفی البحر الرائق ص: ۱۱۰ ج: ۳۔ ایچ ایم سعید۔

چچا کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال (۴۹۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چچا میکھٹی اور بھتیجا سنواری دونوں کی شادی ایک ہی گھر میں ہوئی جب کہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں بعد میں بھتیجا سنواری کی بیوی انتقال کرگئی اور چچا میکھٹی نے اپنے بیوی کو طلاق دے دیا عدت پوری ہوجانے کے بعد میکھٹی کی مطلقہ عورت کے ساتھ بھتیجا سنواری نے عقد کرلیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا سنواری نے جو شادی اپنے چچا کی مطلقہ بیوی کے ساتھ کی کیا وہ درست اور جائز ہے اگر نہیں تو اب کیا ہونا چاہئے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں سنواری کا نکاح اپنے چچا کی مطلقہ بیوی سے درست وجائز ہے سنواری بیوی کی طرح اس کو رکھے کوئی حرج نہیں ہے۔

محرمات کی جتنی قسمیں (۱) ہیں عورت مذکورہ چونکہ ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہے لہٰذا نکاح بلاتردد درست ہے۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) أسباب التحریم انواع: قرابة مصاهرة، رضاع۔ جمع ملك، شوك۔ (شامی ج:۴ص:۱۰۷۔ اشرفیه)۔

(۲) أحلّ لکم ما وراء ذلکم۔ (سورة النساء ص:۲۴)۔

أی ما عدا من ذکرن من المحارم۔ هنّ لکم حلال۔ (تفسیر ابن کثیر ص:۲۳۰ ج:۲) زکریا۔

وفی البدائع الصنائع ص:۵۴۰ ج:۲۔ زکریا۔

وفی الشامی ص:۱۰۷ ج:۴۔ اشرفیہ۔

وفی فتاویٰ محمودیہ ص:۲۷۳ ج:۱۱۔ مکتبہ شیخ الإسلام۔

حالت حمل میں زانی کیلئے مزنیہ سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ:

سوال (۴۹۲): ایک مرد اور ایک عورت ایسے ہیں جو غیر شادی شدہ ہیں آپس میں ناجائز تعلقات کی وجہ سے عورت حاملہ ہوگئی اور وہ دونوں دوران حمل ہی نکاح کرنا چاہتے ہیں تو کیا دوران حمل نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر زانی مزنیہ سے حالت حمل میں نکاح کرے تو نکاح کرنا جائز ہے اور اس سے حالت حمل میں ہی صحبت کرنا بھی جائز ہے (کذا فی الدر المختار ج ۲ ص ۲۹۲) **لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقًا الخ** (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) صحّ نکاح حبلی من زنی.... لو نکحها الزانی حلّ له مطؤها اتفاقاً۔ (شامی ص:۴۸ ج:۳) کراچی۔

عن ابن عباس: فی رجل وامرأة أصاب کل واحدٍ منهما من الأخر خدًّا ثمّ أراد أن یتزوّجها، قال: لا بأس، أوّله سفاحٌ واخره نکاح۔ (مصنف ابن أبی شیبه ص:۲۲۳ ج:۹)۔ رقم: ۱۷۰۴۶۔ المجلس العلمی بیروت۔

إذا تزوّج امرأة قد زنی هو بها وظهوبها حبل، فالنکاح جائز عند الکل وله أن

يطأها عند الكل۔ (هنديه ص:۳۴۶ ج:۱۲)۔

وفی البحر الرائق ص:۱۰٦ ج:۳۔ سعید۔

منکوحہ کے بجائے دوسری لڑکی سسرال گئی

سوال (۴۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ منکوحہ کے بجائے دوسری لڑکی سسرال گئی کیا حکم ہے؟

(۱) شیخ کریم نے اپنا نکاح رجسٹرڈ قاضی کے روبرو وکیل وگواہوں کے سامنے آمنہ بنت عبدالرحیم سے ایجاب وقبول کیا مگر دلہن کے گھر والوں نے بجائے آمنہ بنت عبدالرحیم فاطمہ بنت محمد اسماعیل کو رخصت کیا جس کا علم شیخ کریم اور ان کے گھر والوں کو نہ ہو سکا بعد چند سال جب علم ہوا اور رجسٹرڈ قاضی دیکھا گیا تو معاملہ دیگر تھا کریم بخش کو کہا گیا کہ آپ کا نکاح صحیح نہیں ہوا دوبارہ نکاح کر لیجیے مگر انہوں نے شرم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ریعت کا کچھ خیال نہیں کیا یعنی دوبارہ نکاح نہیں کیا اس صورت میں فاطمہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی آیا یہ لڑکی حلال ہے یا نہیں۔

(۲) فاطمہ کریم بخش کی بیوی ہے یا نہیں؟

(۳) فاطمہ اور کریم بخش دونوں انتقال کر گئے اس صورت میں فاطمہ کی لڑکی کریم بخش کی جائیداد کی وارث ہو سکتی ہے یا نہیں؟ نیز کریم بخش کی پہلی شادی سے ایک لڑکی موجود ہے اور پہلی بیوی انتقال کر گئی ہے نیز کریم بخش کے بھائی کی اولاد بھی موجود ہے لہٰذا شریعت کے اعتبار سے مذکورہ سوالوں کا جواب کتابوں کے حوالہ سے دیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ا تا ۳ لڑکی حلال ہے اور وہ کریم بخش کی جائیداد میں وراثت کی مستحق ہے اسی طرح پہلی بیوی سے جو لڑکی ہے وہ بھی وراثت میں اپنے حصہ کی حقدار ہے دونوں لڑکیوں کو دینے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ کریم بخش کے بھائی کی اولاد کو ملے گا۔

لا يجب الحد بوطى اجنبية زفت اليه وقلن هى زوجتك وعليه المهر اى مهر المثل والعدة ويثبت نسب ولدها منه الخ (ملتقى الابحر مع مجمع الانہر ج ا ص ۵۹۴) (۱)

مسئلہ ۳ کریم بخش

بنت	بنت	ابن الاخ
۲		
۱	۱	۱

کل مال متروکہ کو تین سہام پر تقسیم کرکے ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو ملے گا اور ایک سہام بھتیجہ کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (مجمع الأنہر ص: ۳۴۸ ج: ۲) کتاب الحدود۔فقیہ الأمت۔

وفی الشامی ص: ۲۶ ج: ۴۔کتاب الحدود سعید۔

وفی الفتاویٰ الہندیہ ص: ۱۶۴ ج: ۲۔کتاب الحدود۔زکریا جدید۔

وفی البحر الرائق ص: ۱۴ ج: ۵۔سعید۔

کسی عورت کو اگر لڑکا شہوت کے ساتھ دیکھ لے تو اس کے باپ کا نکاح اس سے درست ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

سوال (۴۹۴): زید کو ایک بیوہ عورت اپنی شرمگاہ کھول کر دکھانے پر آمادہ تھی کہ

دیکھو کتنا اچھا ہے اور زید شہوت میں بھر کر دیکھنا چاہا لیکن خوف خدا کی وجہ سے رک گیا اب اسی عورت سے زید کے باپ نے شادی کیا ہے آیا شادی جائز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اس لئے کہ زید نے دیکھنا چاہا تھا مگر باز آ گیا لہٰذا اس بیوہ عورت سے زید کے والد کا نکاح شرعاً درست ہے۔ (کذا فی الشامی وعالمگیری)

وكما تثبت هذه الحرمة بالوطى تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة كذا فى الذخيره (۱) (ج ۱ ص ۲۷۴) اگر زید فرج کو دیکھ لیتا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) كما تثبت هذه الحرمة "الخ"۔ (هنديه ص:۳۳۹ ج:۱) زكريا جديد۔

وفى التاتارخانيه ص:۵۰ ج:۴ زكريا۔

وفى الشامى ص:۱۱۴ ج:۴ اشرفيه۔

وفى البحر الرائق ص:۹۸ ج:۳۔ سعيد۔

بیٹے کے مزنیہ سے باپ کا نکاح درست ہے یا نہیں

سوال (۴۹۵): زید نابالغ تھا اور ہندہ بالغہ تھی اسی حالت میں زید نے ہندہ سے زنا کیا اور اب اسی ہندہ سے زید کے باپ عمر نے شادی کر لیا ہے کیا ایسی صورت میں ہندہ عمر پر حرام ہو گئی یعنی شادی جائز ہوئی یا ناجائز۔

مندرجہ بالا مسئلہ کا جواب حدیث و قرآن کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر زید نابالغ مراہق تھا یعنی قریب البلوغ عمر بارہ برس یا زیادہ کی تھی تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی اب مزنیہ (ہندہ) سے زید کے والد عمر کا نکاح جائز نہیں اور اگر زید نابالغ مراہق نہیں تھا یعنی اس کی عمر بارہ برس کی نہیں تھی تو پھر حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور ہندہ سے عمر کا نکاح جائز ہے **كذا فى الدر المختار** (۱) (ج ۲ ص ۲۸۱) **فلو جامع غير مراهق زوجة أبيه لم تحرم فتح القدير**

ومراهق ومجنون وسكران كبالغ بزازيه كذا فى الدر المختار (۲) (ج ۲ ص ۲۸۳) **قوله كبالغ اى فى ثبوت حرمة المصاهرة بالوطى او المس او النظر الخ شامى** (ج ۲ ص ۲۸۳) **انه لا بد فى كل منهما من المراهقة واقلّة للانثى تسع وللذكر اثنى عشر لان ذالك اقل مدة يمكن فيها البلوغ كما صرحوا به فى باب بلوغ الغلام الخ** (ج ۲ ص ۲۸۲ شامی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۱۱۷ ج: ۴ اشرفیہ۔

(۲) شامی ص: ۱۲۰ ج: ۴۔ اشرفیہ۔
وفی سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر ص: ۴۸۲ ج: ۱۔ فقیہ الأمت۔

وفی النہر الفائق ص: ۱۹۱/ ج: ۲۔ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص: ۹۹/ ج: ۳۔ سعید۔

شوہر بہت دنوں سے لاپتہ ہے، بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۴۹۶): میرا شوہر غائب ہے بہت تحقیق کیا لیکن اب تک کوئی خبر نہیں ہے لاپتہ ہے میں پریشان ہوں میرے بارہ میں شرع کا کیا حکم ہے کیا میں دوسری شادی کر سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اس معاملہ کو شرعی پنچایت یا دار القضا میں پیش کریں اور یہ درخواست دیں کہ میں جوان ہوں میرا شوہر اتنی مدت سے لاپتہ ہے نان ونفقہ کی بھی متحمل نہیں ہوں عصمت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے قاضی اس درخواست پر غور کرے گا اور ہر ممکن طریقہ سے زوج کو تلاش کرے گا جب ہر طریقہ سے مایوس ہو جائے گا اس کے بعد زوجہ کو چار سال کی مدت انتظار کی دے دی جائے گی۔ اس مدت میں زوج اگر آجاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر چار سال کے بعد قاضی شریعت ضابطہ کے مطابق اس کو میت کا حکم لگا دے گا اس کے بعد عورت عدت وفات چار ماہ دس دن گذار کر اپنی رضامندی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

وقت ضرورت باقی تفصیل معلوم کر لی جائے۔ اور فیصلہ الحیلۃ الناجزہ کے مطابق کیا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

طلاق کے بغیر دوسرا نکاح جائز نہیں

سوال (۴۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید کی بیوی نے بغیر طلاق کے عمر سے دوسرا نکاح کرلیا جس سے ایک لڑکا بھی ہو چکا ہے صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر کا نکاح کرنا صحیح ہوا یا نہیں اور اگر عمر طلاق دے دے تو عمر کے ذمہ لازم ہوگی یا نہیں عمر کے نکاح میں زید کی بیوی سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے اس کا نسب عمر سے ثابت ہوگا یا زید سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی سے عمر کا نکاح درست نہیں ہوا **کذا فی** (۱) **عالمگیری وردالمحتار** (۲) ج ۲ ص ۲۹۳ **لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره التی یتعلق بها حق الغیر الخ** ج ا ص ۲۸۰ (القسم السادس المحرمات)

زید کی بیوی کا یہ فعل انتہائی شنیع وقبیح ہے عمرو کے ذمہ لازم ہے کہ فوراً وہ اس سے قطع تعلق کرلے اور اس عظیم جرم پر توبہ کرے اور اللہ جل شانہ سے معافی مانگے اسی طرح عورت کے ذمہ بھی توبہ واستغفار لازم ہے اور ضروری ہے کہ وہ فوراً اپنے شوہر زید کے پاس چلی جائے اس معصیت کے ارتکاب سے زید کی زوجیت سے خارج نہیں ہوئی زید کے لئے جائز ہے کہ وہ فوراً حقوق از دواجیت ادا کرنا شروع کردے **کذا فی عالمگیری** (۳) **وان کان یعلم انها منکوحة الغیر لا تجب (ای العدة) حتی لا یحرم علی الزوج وطوها کذا فی فتاوی قاضیخان** ج ا ص ۲۸۰ **وهکذا فی الشامی** ج ۲ ص ۲۹۳ عمر کا جب نکاح ہی نہیں ہوا تو وہ طلاق دینے کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے اور جب نکاح ہی منعقد نہیں ہوا تو مہر کیسے واجب ہوسکتی ہے اس لئے کہ نکاح ایسے عقد کا نام ہے جو ملک متعہ کا فائدہ دے اور جس کی وجہ سے عورت سے استمتاع حلال ہوجائے **کذا فی تنویر الابصار مع الدر المختار هو ای النکاح عند الفقهاء عقد یفید ملک**

المتعة ای حل استمتاع الرجل من (۵) امرأة الخ ج ۲ ص ۲۵۸ وهکذا فی فتاوی دار العلوم ج ۸ ص ۲۶۰ خنثیٰ مشکل سے نکاح صحیح نہیں ہوتا درمختار میں اس کی تصریح ہے پس جب نکاح صحیح نہیں ہوا تو مہر وغیرہ کچھ واجب نہ ہوگا اور شوہر نے جو کچھ دیا وہ واپس لے سکتا ہے۔

اور زید کی بیوی سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ زید کی طرف منسوب ہوگا اور زید ہی کا بیٹا کہلائے گا بمقتضائے حدیث پاک **الولد (۶) للفراش وللعاهر الحجر ترمذی شریف باب ما جاء ان الولد للفراش ص ۱۸۶ ومشکٰوة شریف باب اللعان ج ۱ ص ۲۸۷۔**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا یجوز أن یتزوّج "الخ"۔ (هندیه ص:۳۴۶ ج:۱) زکریا جدید۔

(۲) و کذا فی الشامی ص:۲۹۳ ج:۲۔ نعمانیه۔ وفی التاتارخانیه ص:۶۶ ج:۴۔ زکریا۔

(۳) وإن کان یعلم أنّها منکوحة الغیر "الخ"۔ (شامی ص:۲۹۳ ج:۲) نعمانیه، و کذا فی التاتارخانیه ص:۶۶ ج:۴۔ زکریا۔ (۳) و کذا فی الهندیه ص:۳۴۶ ج:۱۔ زکریا۔

(۵) هو أی النکاح عند الفقهاء عقد یفید ملك المتعة "الخ"۔ (شامی ص:۶۷ ج:۴)۔ اشرفیه۔ (و کذا فی البحر الرائق ص:۷۹ ج:۳)۔ سعید۔ (وفی مجمع الأنهر ص:۳۶۷ ج:۱۔ فقیه الأمت۔

(۶) الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ (ترمذی شریف ص:۲۱۹ ج:۱) مکتبه بلال۔ وفی مشکاة شریف ص:۲۸۷ ج:۲)۔ مکتبه ملت۔

شوہر غائب کی بیوی کیا کرے؟

سوال (۴۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی شادی کے بعد ہندہ دو تین مرتبہ سسرال گئی زید اپنے گھر سے لاپتہ ہوگیا ہے اس کے گھر والے بھی پریشان ہیں زید کا کہیں پتہ نہیں چل رہا ہے آج چار سال کا عرصہ ہو رہا ہے ہندہ اپنے میکے میں ہے ہندہ کے والدین بھی پریشان ہیں ہندہ جوان ہے کب تک اس کو گھر میں رکھا جائے جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہندہ دار القضاء یا شرعی پنچایت میں درخواست دے اور صورت حال صاف صاف لکھے اور اپنی پریشانیوں کا بھی اس میں اظہار کرے درخواست دینے کے بعد قاضی یا شرعی پنچایت شوہر کو تلاش کرے جہاں جہاں اس کے ہونے کا امکان ہو وہاں کسی کو بھیج کر یا خط وغیرہ کے ذریعہ یا اخبار کے ذریعہ اس کو اطلاع دے اور تلاش کروائے اگر سارے وسائل کو اختیار کرنے کے باوجود اس کا پتہ نہ چلے پھر قاضی عورت کو کچھ مدت کے لئے انتظار کرنے کو کہے اس کے باوجود اگر واپس نہیں آیا اور نہ اطلاع دی تو قاضی یا شرعی پنچایت حسب قاعدہ شرعیہ نکاح کو فسخ کردے اس مسئلہ کی پوری تفصیل الحیلہ الناجزہ میں موجود ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

رضاعی ماموں سے نکاح جائز نہیں

سوال (۴۹۹): ایک نانی نے اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کے لڑکے کو دودھ پلایا مگر دوسری لڑکی کی بیٹی کو دودھ نہ پلایا ہو تو اس صورت میں واضح فرمائیں کہ ایک

لڑکی کے لڑکا اور دوسری لڑکی کی بیٹی کا نکاح باہم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ واضح رہے کہ نانی کی رضاعت صرف لڑکے کو حاصل ہے لڑکی کو نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں عزیزن کے لڑکے کا نکاح انیس کی لڑکی سے جائز نہیں اس لئے کہ عزیزن کا لڑکا نانی کا دودھ پینے کی وجہ سے انیسن کا رضاعی بھائی اور اس کی لڑکی کا رضاعی ماموں بن گیا اور جس طرح حقیقی ماموں سے نکاح جائز نہیں اسی طرح رضاعی ماموں سے بھی نکاح جائز نہیں۔

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة۔ رواہ البخاری۔ (مشکاۃ شریف ص:۲۷۳ ج:۲)۔ مکتبہ ملت۔

ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب إلّا أمّ اختہ "الخ"۔ (تاتارخانیہ ص:۳۶۲ ج:۴)۔ زکریا۔

فیحرم منه أی بسببه ما یحرم من النسب۔ تحته فی الشامیّة: معناه أنّ الحرمه بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب۔ (شامی ص:۳۹۳ ج:۴)۔ اشرفیہ۔

و کذا فی مجمع الأنهر ص:۵۵۲۔۵۵۳ ج:۱۔ فقیہ الأمت۔

دو گواہوں کے سامنے قبول کرنے سے نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟

سوال (۵۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱-۲) ایک سال پہلے ہندہ زید کے ساتھ عقد کرنے پر راضی تھی لیکن اس کے بعد

والدین کی ناراضگی سے نکاح نہ ہوسکا پھر سال بھر کے بعد ہندہ نے اپنے استاذ کے پاس حسب ذیل ایک رقعہ روانہ کیا۔

جناب ماسٹر صاحب

میں بہت پریشان ہوں میری بدنامی بہت ہو چکی ہے مجھ کو زید کے ساتھ نکاح منظور ہے دوسرے کے ساتھ نہ کروں گی قسم کھا چکی ہوں ماں باپ کو منا دیں مجھ کو کچھ نہ کہیں گے بہت مجبور ہوں۔ آپ کی لونڈی ہندہ

میرا کام ضرور کر دیں دن رات یہی دعا کرتی ہوں اللہ میری موت ہو جائے استاذ بہت متردد رہا۔ دو ماہ بعد اس کے والد کو بلا کر خط دکھایا اس کے والد نے کہا کہ چند روز سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ماں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کوئی خط بھیجا ہے اس نے کہا سادہ کاغذ بھیجا ہے اور حیلہ وغیرہ کیا تو اس کے والد نے کہا کہ یہ فرضی ہے چلئے ماسٹر صاحب آپ خود دریافت کر لیجئے میں نے اس کے والدین کے پاس جا کر سامنے ہی پوچھا کیا تم نے کوئی خط بھیجا ہے جواب دیا جی ہاں میں نے خط بھیجا ہے فوراً خط دکھایا اور پڑھنے کے بعد پوچھا یہی خط ہے اس نے کہا میری تحریر ہے اور میں نے بھیجا ہے تو میں نے پوچھا کہ خط تم نے کیوں لکھا کیا تم زید کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہو اس نے کہا جی ہاں میں زید ہی کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہوں اور قسم کھا چکی ہوں کسی دوسرے کے ساتھ نکاح نہ کروں گی اس کے بعد ہندہ کے والدین بہت ناراض ہوئے لعن طعن بھی کیا۔ اس کے بعد میں نے بھی ہندہ کو بہت سمجھایا لیکن کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بات پر بضد رہی پھر میں واپس آنے لگا تو ہندہ کے والد نے کہا پان لاؤ۔ ہندہ پان لے کر چند منٹ بعد آئی پھر میں نے سوچا کہ شاید اب والدین کی خفگی پر زید کے ساتھ ناراضگی ظاہر کر دے دوبارہ میں نے پوچھا کہ کیا تم زید کے ساتھ نکاح پر راضی ہو زید کے ساتھ کر دیں اس نے کہا ہاں تو اس کے والد نے کہا کہ اس کے راضی ہونے سے کیا ہوتا ہے زید کا راضی ہونا ضروری ہے، پھر میں آنے لگا آتے وقت میں نے کہا جا رہا ہوں اگر زید راضی ہو جائے تو تمہاری شادی زید کے ساتھ کر دی جائے اس نے کہا ہاں اگر

میں نے مذکورہ بالا باتیں زید سے نقل کیں زید نے مہلت چاہی لیکن میں نے دو گواہوں کے سامنے زید سے قبول کرالیا اور زید نے قبول کیا پھر سوچا کہ سنت کے طریقہ پر بعد میں نکاح ہو جائے گا اس وقت کام ختم کرلوں ہوسکتا ہے کہ کوئی بات بعد میں ہو جائے اور لڑکی پریشان ہو۔

(۱) کیا یہ عقد ہوا کہ نہیں شریعت کی روشنی میں بتلائیں؟

(۲) کیا ہندہ کے والدین دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں؟

(۳) جب کہ ہندہ بالغ ہے اور خود مختار ہے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) صورت مسئولہ میں عقد صحیح ہوگیا۔(۱)

(۲) جب نکاح درست ہو چکا ہے تو اب والدین کا دوسرے سے اس کا نکاح کرنا درست نہیں۔(۲)

(۳) جن مصالح پر والدین کی نظر ہوتی ہے ان پر یقیناً جوانی کی دیوانگی کی وجہ سے لڑکی کی نظر نہیں ہوتی لیکن صورت مسئولہ میں چونکہ نکاح ہو چکا ہے اس لئے اس کے خلاف والدین کو کرنا درست نہیں اور ویسے بھی بالغہ پر ولایت اجبار نہیں۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) لا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين۔ (فتح القدير ص:۱۱۰ ج:۳) دار إحياء التراث العربي۔ وكذا في الشامي ص:۲۱ ج:۳۔ كراچی۔

(۲) لا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ۔ (شامی ص:۵۸ ج:۳) کراچی۔

(۳) لا يجوز للولي اجبار البكر البالغة على النكاح۔ (فتح القدير ص:۱۶۱ ج:۳) دار إحياء التراث العربي۔ (وكذا في البحر الرائق ص:۱۱۰ ج:۳) سعيد۔

جن کے حمل سے مولود بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کی بابت

سوال (۵۰۱): کسی جنات کو زید کی لڑکی خالدہ غیر منکوحہ سے معاشقہ ہوگیا اور معاملہ یہاں تک ہوا کہ اس کے حمل سے ولادت ہوئی اور خالدہ اس کا اقرار کر رہی ہے تو کیا لڑکا جنات کی طرف منسوب ہوگا یا انسان کی جانب۔

سوال: دوسری بات قابل دریافت یہ ہے کہ جن وانس میں شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) لڑکا انسان یعنی ماں کی طرف منسوب ہوگا جنات کی طرف نہیں چونکہ اختلاف جنس کی وجہ سے جنات حیوانات کی طرح ہے اور اگر کسی حیوان سے حمل ٹھہر جائے اور ولادت ہو تو اس کی نسبت انسان کی طرف ہوتی ہے حیوان کی طرف نہیں لکنه نقل بعده عن شرح الملتقى عن زواهر الجواهر الاصح انه لا يصح نكاح آدمي جنية لعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات رد المحتار ج ۴ ص ۴۵۶ کتاب النکاح (۱)

(۲) جائز نہیں (کذا فی الاشباہ والنظائر ص ۳۴۷) فمنها النكاح قال في السراجية لا تجوز المناكحة بين بني آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس انتهى وتبعه في منية المفتي والفيض الخ وقد استدل بعضهم عن تحريم نكاح الجنيات لقوله تعالى في سورة النحل والله جعل لكم من انفسكم ازواجًا من جنسكم ونوعكم وعلى خلقكم الخ وهكذا في الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۶۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۷۰ ج:۴۔ اشرفیہ۔

لا يصحّ العقد على ما ليس من جنس الإنسان كانسانه الماء مثلا فإنّها كالبهائم۔ (الفقه على المذاهب الاربعة ص:۹ ج:۴) سلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

خرج بكلمة "المرأة": الذكر۔۔۔۔ وخرج بقولة مالم يمنع من نكاحها مانع شرعيّ" المرأة الوثنيّة والمحرم والجنيّة وإنسان الماء لاختلاف الجنس، لأنّ قوله نعالى "والله جعل لكم من أنفسكم أزواجاً" أوضح المراد من قوله تعالىٰ "فانكحوا ماطاب لكم "الخ"۔ (انفقه الاسلامى وأدلته ص:۶۵۱۴ ج:۹) دار الفكر المعاصر۔

و كذا فى سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص:۴۷۶ ج:۱۔ فقيه الامت۔

رضاعی بہن سے نکاح کرنا

سوال (۵۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت من وجہ خالہ بھی ہے اور من وجہ رضاعی بہن تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے بالتفصیل واضح تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اس کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة رواة البخارى۔ (مشكاة شريف ص:۲۷۳ ج:۲) مكتبه ملت۔

ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب إلا أمّ أخته "الخ"۔ (تاتارخانیه ص:۳۶۲ ج:۴)۔ اشرفیه۔

و کذا فی الشامی ص:۳۹۳ ج:۴۔ اشرفیه۔

و کذا فی مجمع الأنهر ص:۵۵۲۔ ۵۵۳ ج:۱۔ فقیه الأمّت۔

حاملہ عورت سے نکاح کا حکم

سوال (۵۰۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مطلقہ عورت سے نکاح کیا جس کا تقریباً طلاق ہوئے ڈیڑھ سال ہوگیا تھا گھر لانے پر معلوم ہوا کہ منکوحہ مذکورہ کو حمل ہے مدت حمل معلوم نہیں اب یہ نکاح درست ہوا کہ نہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

مطلقہ حاملہ سے زید کا نکاح صحیح نہیں ہوا چونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور وضع حمل ہوا نہیں لہٰذا عورت سے وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح جو کہ اصل نکاح ہے کرنا ضروری ہے ورنہ حرام کاری کا گناہ ملے گا۔

(قوله او من زنا الخ) ومثله ما لو كان الحمل فی العدة كما فی القهستانی والدر المنتقی وفی الحاوی الزاهدی اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی به العدة سواء كان من المطلق او من زنا الخ (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۰۴) (۱)

واما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلاً الخ (شامی ج ۲ ص ۳۵۰) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۵۱۱ ج:۳۔ کراچی باب العدّۃ۔

اعلم أنّ المعتدّۃ لو حملت فی عدّتھا، ذکر الکرخسی انّ عدّتھا وضع الحمل ولم یفصل بین المعتدۃ عن طلاق أو وفاۃ ولذی ذکرہ محمد أنّ ھذا فی عدّۃ الطلاق "الخ"۔ (النھر الفائق ص:۴۷۹ ج:۲)۔ زکریا باب العدّۃ۔

(۲) وأمّا نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدّتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدّۃ إن علم أنّھا للغیر لأنّہ لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلاً۔ (شامی ص:۵۱٦ ج:۳) باب العدّۃ۔ کراچی۔

و کذا فی البدائع الصنائع ص:۳۴۹ ج:۲۔ زکریا۔

و کذا فی التاتارخانیہ ص:٦ ج:۴۔ زکریا۔

جماعت اسلامی والوں کے یہاں رشتہ کا حکم

سوال (۵۰۴): جماعت اسلامی خیال کے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ رشتہ داری کرنا درست ہے یا نہیں؟ ان لوگوں کا جن لوگوں کا عقیدہ دیوبندی یا تبلیغی جماعت سے ہے، اس مسئلہ پر علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نکاح اسلام کی نظر میں ایک معاہدہ ہے ایک طرف سے اطاعت اور خدمت کا اور دوسری طرف سے حفاظت وکفالت کا اور دونوں طرف سے محبت اور امانت اور رفاقت کا اور اس معاہدہ کے صحیح ہونے کے لئے ایمان بہر حال ضروری ہے اس کے بعد دیانت وطہارت، صلاح وتقویٰ، اخوت ومحبت ہے اور یہ سب دین اسلام کے ثمرات میں سے ہیں اور ان سب کا حاصل دائمی طریقہ پر نباہ کا ہونا اور تعلقات وروابط کا ٹھیک رہنا ہے لہٰذا جہاں کہیں رشتہ داری کرنی ہو وہاں ان امور کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے، اختلاف مسلک کی صورت

میں عام طور پر نباہ نہیں ہو پاتا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وفی النھر، تجوز مناکحۃ المعتزلۃ۔ الخ۔ درالمختار ص:۲۸۹ ج:۲۔ مکتبہ نعمانیہ۔

وأما المعتزلة فمقتضى لوجه حل مناكنهم لأنّه الحق عدم تكفير أهل القبلة كما قدمنا نقله عن الائمة فى باب الإمامة۔ البحر الرائق ص:۱۰۳ ج:۳۔ سعید کراچی۔

فتاوىٰ محموديه ص:۴۵۸ ج:۱۱۔ مكتبه شيخ الاسلام۔

جماعت اسلامی والوں کے یہاں شادی کا حکم

سوال (۵۰۵): جماعت اسلامی والوں کے یہاں اگر جماعت تبلیغی والا شادی کر رہا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جائز ہے لیکن عموماً رشتہ خوشگوار اسی وقت ہوتا ہے جب دونوں ہم مشرب وہم مزاج ہوں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وفی النھر۔ تجوز مناکحۃ المعتزلۃ الخ۔ درالمختار ص:۲۸۹ ج:۲۔ مکتبہ نعمانیہ۔

وأما المعتزلة۔ فمقتضى الوجه حل مناكمنهم لانه الحق عدم تكفير أهل القبلة كما قد منانقله عن الائمة فى باب الامامة۔ البحر الرائق ص:۱۰۳ ج:۳۔ سعید کراچی۔

فتاویٰ محمودیہ ص:۴۵۸ ج:۱۱۔ مکتبہ شیخ الاسلام۔

مزنیہ حاملہ سے نکاح کا حکم

سوال (۵۰٦): محمد سعید کی شادی شاہجہاں بیگم سے ہوئی، شادی کے بعد لڑکی رخصت ہو کر جب سسرال گئی تو وہاں جاتے ہی فوراً اپنے پیٹ کی تکلیف کو ظاہر کیا، اس پر سسرال والے اس کو ڈاکٹر کے یہاں لے کر گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ اس کے پیٹ میں چار ماہ کا حمل ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شاہجہاں سے محمد سعید کا نکاح صحیح ہو رہا ہے یا نہیں، حالت حمل میں نکاح کا کیا حکم ہے، لڑکی خود بھی اپنے حمل کا اعتراف کرتی ہے اور اس کا تذکرہ اس نے دوسروں سے بھی کیا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسی عورت جس کے پیٹ میں زنا کی وجہ سے بچہ ہو اس کا نکاح دوسرے سے جائز ہے لیکن شوہر کے لئے صحبت کرنا یا بوسہ وغیرہ لینا جائز نہیں جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں محمد سعید کی شادی صحیح ہے البتہ محمد سعید کے لئے لازم ہے کہ جب تک شاہ جہاں کو ولادت نہ ہو جائے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے، اس سے صحبت نہ کرے بوسہ وغیرہ نہ لے۔ **وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره وان حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع** (درمختار ج ۳ ص ۲۹۱، ۲۹۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۴۸ ج: ۳۔ ایچ ایم سعید۔ کراچی۔

قال رحمه الله۔ وحبلى من زنا لا من غيره، أى حل تزوج الحبلى من الزنا ولا يحل تزوج الحبلى من غير الخ۔ (تبیین الحقائق ص: ۱۱۳ ج: ۲۔ امدادیہ ملتان)۔

وہکذا۔ مجمع الأنہر ص: ۴۸۵ ج: ۱۔ فقیہ الامت دیوبند۔

وہکذا۔ البحر الرائق ص: ۱۰۶ ر ج: ۳۔ ایچ ایم سعید۔

وہکذا ہندیہ ص: ۳۴۶ ر ج: ۱۔ زکریا۔ جدید۔

زانی زانیہ کا دوران حمل نکاح کرنے کا حکم

سوال (۵۰۷): ایک مرد اور ایک عورت ایسے ہیں جو غیر شادی شدہ ہیں آپس میں ناجائز تعلقات کی وجہ سے عورت حاملہ ہوگئی اور وہ دونوں دورانِ حمل ہی نکاح کرنا چاہتے ہیں کیا دورانِ حمل نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زانی سے حالتِ حمل میں نکاح کرلے تو نکاح کرنا جائز ہے اور اس سے حالتِ حمل ہی میں صحبت کرنا بھی جائز ہے۔ (کذا فی الدر المختار ج ۲ ص ۲۹۲) فروع **لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقًا الخ.** (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) (الدر المختار مع الشامی ص: ۴۹ ج: ۳۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

قال۔ رجل تزوج حاملا من زنامنه فالنكاح صحيح عند الكل ويحل وطؤها عند الكل۔ (تبيين الحقائق ص: ۱۱۳ ج: ۲۔ امداديه ملتان)۔

إذا تزوج امرأة قد زنى هوبها وظهر بها جنل ها لنكاح جائز عند الكل وله ان يطأها عند الكل۔ (هنديه ص: ۳۴۶ ج: ۱۔ زكريا جديد)۔

وہکذا البحر الرائق ص: ۱۰۶ ر ج: ۳۔ ایچ ایم سعید۔

تجدیدِ نکاح کس کو کہتے ہیں؟

سوال (۵۰۸): (الف) تجدید نکاح کس کو کہتے ہیں واضح فرمائیں اور سنت والی حدیث کو مع حوالہ نقل فرمائیں مثلاً زید نے خالد کی لڑکی سے شادی کیا زید اور اس کی بیوی کے

درمیان آپس میں ان بن (بگاڑ) ہوگئی یا چھوٹی چھوٹی غلطیاں صادر ہوگئیں (سوائے کلماتِ کفریہ کے) ایا زید اور اس کی بیوی کیا کریں؟ لوگ کہتے ہیں کہ تجدید نکاح کرلو دو گواہوں کے سامنے بغیر مہر متعین کئے۔ چنانچہ انہوں نے مولوی صاحب سے تجدید نکاح کروالیا اور پہلا نکاح اپنی جگہ پر شریعت کے مطابق صحیح ہے اس کے باوجود ایسا کیا گیا ایا زید کا ایسا کرنا صحیح ہے یا غلط؟ واضح فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) علامہ شامی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ عوام تو عوام خواص کی زبان سے بھی کبھی کلمہ کفریہ (۱) نکل جاتا ہے۔ اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کم علمی کی وجہ سے آدمی سمجھ نہیں پاتا اس لئے کم از کم مہینہ میں ایک بار تجدید نکاح و ایمان کرلینا چاہئے یہ حکم وجوبی نہیں ہے۔ اگر کسی کو قطعی طور پر کلمہ کفریہ کے نکلنے پر یقین نہ ہو تو اس کے لئے تجدید نکاح (دوبارہ نکاح) ضروری نہیں (البتہ اگر گناہ ہوگیا ہے تو توبہ واستغفار کرے) لیکن پھر بھی کوئی اگر گواہوں کے سامنے دوبارہ نکاح کرے تو کوئی قباحت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولعمري هذا من اهم المهمات في هذا الزمان لأنك تسمع كثيراً من العوام يتكلمون بما يكفر وهم عنها غافلون والاحتياط أن يجدد الجاهل ايمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين في كل شهر مرة أو مرّتين (مقدمه شامي: ص:۱۲۶ ج:۱) دار الكتاب العلمية۔

مجمع الأنہر ج:۲ ص:۵۰۱۔ فقیہ الامۃ دیوبند۔

وفی الفتاویٰ البزازیہ ص:۳/۱۷۹۔ زکریا جدید۔

گھر دمدا بسانے کا حکم

سوال (۵۰۹): شادی کے بعد تمام اخراجات بیوی اور اس کے بال بچوں کے شوہر کے ذمہ واجب ہیں اس لئے حضور ﷺ نے اپنی تمام صاجزادیوں کو ان کے شوہروں کے یہاں بھیج دیا اپنے گھر کسی کو گھر دمدا نہیں بسایا (اپنے گھر میں داماد اور بیٹی کو رکھنا) آنا جانا اور بات ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گھر دمدا بسانے سے (یعنی اپنے گھر بسانا) تمام اخراجات لڑکی کے والد کے ذمہ عائد ہوتے ہیں، یہاں تک کہ داماد کا خرچ بھی، اور داماد تمام اخراجات سے بری الذمہ ہو جاتا ہے جس سے لڑکی کے باپ یعنی سسر اور اس کے بچوں کا کافی مالی نقصان ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنی بیوی کے گھر اور ہمارے او پر وائے اور تمام دنیا اپنی اپنی بیویوں کے گھر بس جائیں تو کوئی کسی کو جان بھی نہ سکے گا بلکہ صرف اتنا کہا جائے گا کہ فلاں کے داماد ہیں اور بس اور زندگی محدود ہو کر رہ جائے گی حالانکہ خطبہ نکاح میں جو آیت پڑھی جاتی ہے **وبث منھما رجالًا کثیرًا ونساءً** اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصد تمام روئے زمین پر مردوں اور عورتوں کو پھیلانا معلوم ہوتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گھر داماد بسانا (گھر دمدا بسانا) بلاوجہ اور بلا ضرورت شرع شریف کے رو سے کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

باپ نے جب لڑکی کی شادی کر دی تو اب اس کی ہر ضرورت شوہر سے متعلق ہوگئی شوہر اپنی حیثیت کے مطابق پہننے کے لئے کپڑا دے صفائی کے لئے تیل صابون دے کھانے کا انتظام کرے رہنے کے لئے مکان دے وغیرہ وغیرہ۔ (۱)

لیکن اگر کوئی خسر اپنے داماد کو اپنے گھر رکھنا چاہے اور اپنی خوشی سے اپنی لڑکی اور اپنے داماد کا خرچ برداشت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲) بعض خسر اپنی تنہائی کی وجہ سے یا اپنی بچی یا داماد سے زیادہ لگاؤ کی وجہ سے داماد کو اپنے ہی گھر رکھنا چاہتے ہیں اور ان کی

کفالت بھی کرتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں اب رہ گیا لڑکوں کے نقصان کا مسئلہ تو شرعاً جب تک باپ زندہ ہے وہ اپنی ہر چیز کا مالک ہے جس طرح چاہے (حدود شرعیہ میں رہ کر) تصرف کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثةٍ، زوجية وقرابة وملك، فتجب للزوجة على زوجها لأنها جزاء الاحتباس۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۵۷۲ ج:۳۔ کراچی)۔

ولا يشرك الزوج في نفقة الزوجة ولو غنية أحد۔ (مجمع الأنهر ص:۱۹۲ ج:۲۔ فقیه الأمت)۔

(۲) عن سلمان بن عامر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة وعلى ذي الرحم اثنان صدقة وصلة۔ (سنن النسائی ص:۲۷۸ ج:۱۔ بلال)۔

مسلم کا نکاح عیسائی سے جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۵۱۰): ایک مسلم کا نکاح کسی عیسائی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی عبد الکلام خاں، بحرین

الجواب: حامداً ومصلیاً

مسلمان لڑکے کی شادی عیسائی لڑکی سے اس زمانے میں بہتر نہیں مکروہ ہے بشرطیکہ غیر حربیہ ہو اور دار الحرب (کفرستان) میں مکروہ تحریمی ہے اگر چہ فی نفسہ عیسائی لڑکی سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ اصلاً کتابی ہو اسلام چھوڑ کر عیسائیت نہ اختیار کیا ہو اور اپنے مذہب

کے اصول اور نبی وکتب سماویہ کو مانتی ہو لا مذہب دہریہ سائنس پرست نہ ہو، **وصح نکاح کتابية وان کرہ تنزیها مؤمنة بنبی مرسل مقرة بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰهًا الخ** (درمختار ج ۲ ص ۲۸۹ باب المحرمات) (۱)

لیکن اس زمانے میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں مذہبی حیثیت سے محض دہریہ وسائنس پرست ہیں ایسوں کے لئے یہ حکم جوازِ نکاح کا نہیں ہے جیسا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲۲۶ میں اور دیگر علماء محققین نے اس کی تصریح کی ہے اسی وجہ سے ابن ہمامؒ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں جیسا کہ علامہ شامیؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ اولیٰ یہی ہے غیر دار الحرب میں عیسائی لڑکیوں سے نکاح نہ کرے اور دار الحرب میں تو بالاجماع مکروہ تحریمی ہے اور ہمارے زمانہ میں جبکہ ہر اعتبار سے ان میں فساد بڑھ گیا ہے اس حکم میں مزید شدت پیدا ہو جائے گی اس لئے ان سے شادی کرنے میں احتیاط واحتراز سے کام لے۔

ففی الفتح ویجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم الا للضرورة وتکره الکتابیة الحربیة اجماعًا لافتتاح باب الفتنة الخ قال العلامة الشامی فقوله الاولی ان لا یفعل یفید الکراهة التنزیهیة فی غیر الحربیة وما بعد یفید کراهة التحریم فی الحربیة تأمل اه (شامی ج ۲ ص ۲۸۹) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وصح نکاح کتابیه الخ۔ (در مختار ج:۱، ص:۱۸۹۔ مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

(۲) ویجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لا یفعل الخ۔ (در مختار مع الشامی ص:۲۸۹ ج:۲۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

وحل تزوج الكتابية لقوله تعالیٰ: والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب أی العفائف عن الزنا۔۔۔ (البحر الرائق ص:۱۰۳ ج:۳۔ سعید کراچی)۔

ثم كل من يعتقد ديناً سماوياً له كتاب منزل كصحب ابراهيم وشيت وزبور داؤد عليهم السلام فهو من أهل الكتاب فتجوز منا كحتهم وأكل ذبائحهم۔ (تبیین الحقائق ج:۲، ص:۱۱۰۔ امدادیہ ملتان پاکستان)۔

ھدایہ ج:۲، ص:۳۱۰۔ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

شب زفاف سے متعلق ایک اہم مسئلہ

سوال (۵۱۱): دیہاتوں میں عام طور پر جب دُلہن میکہ سے رخصت ہو کر پہلی بار آتی ہے تو اسے کوئی ایک کمرہ گھر کا دے دیا جاتا ہے اسکے بعد جب رات کا کچھ حصہ گذر جاتا ہے تو بھابھی آ کر کہتی ہے اس کمرہ میں چلے جاؤ اسی میں تمہاری بیوی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس انداز کے مسائل میں صرف ایک عورت کی بات قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ لڑکے نے لڑکی کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس کی صورت سے آشنا ہے تو کیا اس سے تعلق ازدواجیت قائم کر سکتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

زفاف کے مسئلہ میں ایک عورت کی بھی بات قابل قبول ہے بشرطیکہ لڑکے کے نزدیک وہ ثقہ ہو یا ظن غالب اس کے ثقہ او صادق ہونے کا ہو۔ (کما فی البنایہ ج ۹ ص ۳۳۱) الا ترى ان من تزوج امرأة فادخلها عليه انسان واخبره انها امرأة فله ان يعتمد على خبره ويطأها اذا كان ثقة عنده او كان اكبر رأيه انه صادق. اه(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بنایہ ص: ۲۲۸ ج: ۱۱۔ کتاب الکراہیہ۔ دار الفکر۔
وکذا فی فتح القدیر ص: ۴۸۹ ج: ۸۔ دار إحیائ التراث العربی۔
وفی الھندیہ ص: ۳۵۸/ ج: ۵۔ کتاب الکراہۃ۔ زکریا جدید۔
وکذا فی مجمع الأنہر ص: ۲۱۲/ ج: ۴۔ فقیہ الامت۔

کیا بغیر بیوی کی اجازت کے دوسری شادی شوہر کرسکتا ہے؟

سوال (۵۱۲): ایک آدمی کی شادی ہوچکی ہے اور اس کی بیوی بیمار رہتی ہے اس وجہ سے وہ دوسری شادی کی فکر میں ہے تو کیا بغیر بیوی کی اجازت کے شوہر دوسری شادی کرسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایک مسلمان کے لئے ایک سے زائد شادی جائز اور مباح ہی نہیں بلکہ سنت (۱) ہے اس زمانہ میں چونکہ عام طور پر ایک سے زائد شادی کو غلط سمجھا جاتا ہے اس لئے کوئی اس نیت سے شادی کرے تاکہ اس غلط رواج کا خاتمہ اور سنت زندہ ہو تو انشاء اللہ احیاء سنت کا ثواب ملے گا۔ لیکن دوسری شادی کے وقت اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل رکھ سکے گا یا نہیں؟ نیز دونوں کا نفقہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر قیام عدل کے ساتھ نفقہ وغیرہ کی ادائیگی پر قادر ہو تاہم از راہ تعلق بیوی سے مشورہ کرلینا مذموم نہیں گو مشورہ یہی دے گی کہ ایسی حرکت نہ کریں لیکن اس وقت اس کے مشورہ کے خلاف پر عمل کرنا اجر سے خالی نہیں **لقول عمرؓ شاوروھن ولکن خالفوھن فان فی خلافھن البرکة.** (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قال الله تبارك وتعالیٰ: (فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع)۔ (سورة النساء) جزء آیت:۳۔

قال وهب الأسدی قال: اسلمت وعندی ثمان نسوة، وقال: فذکرت ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال: اختر منهن أربعاً۔ (سنن أبی داوٗد: ج:۱، ص:۳۱۱)۔ مکتبه بلال دیوبند۔

وللحر أن یتزوج اربعاً من الحرائر والإماء۔ (ہدایہ ج:۲، ص:۳۱۱۔ اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

(۲) کشف الخفا ومزیل الالباس، ص:۶، ج:۲۔ رقم:۱۵۲۹، مکتبة علم الحدیث۔

بنایہ ج:۴، ص؛ ۵۵۴۔ دارالفکر۔

البحرالرائق ج:۳، ص:۱۰۵۔

بریلوی لڑکے سے شادی کا حکم

سوال (۵۱۳): اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کا رشتہ کسی بریلوی لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اور لڑکا بریلوی مدرسہ میں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں اپنی لڑکی کا رشتہ اس لڑکے سے کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بریلوی لڑکے کے ساتھ غیر بریلوی لڑکی کا رشتہ شرعاً جائز ہے۔ **وفی النهر تجوز مناکحة المعتزلة لانا لا نکفر احدا من اهل القبلة وان وقع الزامًا فی المباحث** (۱) (درمختار ج ۲ ص ۲۸۹) (۱) لیکن عام طور پر نباہ مشکل ہو جاتا ہے اس لئے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے تاکہ بعد میں افسوس نہ کرنا پڑے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وفی النهر تجوز مناکحة المعتزلة الخ۔ (درمختار ج:۲،ص:۲۸۹، مکتبہ نعمانیہ دیوبند)۔
وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة۔ كما قدمنا نقله عن الأئمة فی باب الامامة۔ (البحر الرائق ص:۱۰۳ ج:۳۔ سعید کراچی)۔
فتاویٰ محمودیہ ص:۴۵۸/ج:۱۱، مکتبہ شیخ الاسلام۔

مزنیہ سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۵۱۴): شاہین پروین کی شادی چند دنوں پہلے شہباز احمد سے ہوئی اور شہباز احمد کے باہر ملک چلے جانے پر محمد ہاشم سے ناجائز تعلقات ہو گئے، رشتہ کے لحاظ سے شاہین پروین محمد ہاشم کی ممانی ہیں اور اس ناجائز تعلق کی خبر ابھی شہباز کو نہیں ہے اگر یہ بات چھپا دی جائے تو یہ عورت شہباز احمد کے لئے جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہو یا شہباز احمد کو معلوم ہو جائے تو اس کا نکاح محمد ہاشم سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

محمد ہاشم نے بہت بُرا کیا، اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے اور خداوند قدوس سے معافی مانگے، لیکن اس کی وجہ سے شہباز کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، شاہین حسب سابق اسی کی بیوی رہے گی، اور شہباز اس کو طلاق دیدے تو عدت گذرنے کے بعد ہاشم اس سے نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالیٰ "واحل لكم ماوراء ذالكم" وصح نكاح الموطوئة بزنا اى جاز نكاح من رأها تزنى وله وطؤها بلا استبراء واما قوله تعالى الزانية لا ينكحها الا زانٍ فمنسوخ بأية فانكحوا ما طالب لكم من النساء (درمختار ج ۲ ص ۲۹۲ باب المحرمات) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) درمختار ج:۲،ص: ۲۹۲۔مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

إذا تزوج امرأة قد زنی بها، وظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الکل۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:۱،ص:۲۸۰۔ رشیدیہ)۔

وان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح ولا یطأها حتی تضع حملها۔ (هدایه: ج:۲، ص:۳۱۲۔ تھانوی دیوبند۔

فتاویٰ محمودیہ ج:۱۱ص:۱۱۸۔مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند۔

غلط نام پر پڑھائے گئے نکاح کا حکم؟

سوال (۵۱۵): خالد کی دو لڑکیاں قسمت النساء، اختر النساء ہیں، قسمت النساء کا نکاح پہلے ہی ہو چکا ہے اور اختر النساء غیر منکوحہ ہے اسی اختر النساء غیر منکوحہ کا نکاح زید کے ساتھ طے ہوا ہے وقت مقررہ پر بارات خالد کے گھر گئی اور نکاح کی تیاری کے بعد نکاح ہوا، لیکن نکاح خواں نے جاوید سے قبول کراتے وقت بجائے اختر النساء کے مختار النساء بنت خالد کہہ کر قبول کرایا، دراں حالیکہ مختار النساء نام کی کوئی لڑکی خالد کے نہیں، صورت مسئولہ میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں نکاح درست نہیں ہوا، لہٰذا دوبارہ نکاح پڑھایا جائے، غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم تصح للجهالة وکذا لو غلط اسم بنته الا اذا کانت حاضرةً واشار الیه فیصح الخ (درمختار ج ۲ ص ۲۷۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۷۵ ۲ج:۲ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

فلو کانه له بنتان کبری واسمها عائشة وصغری اسمها فاطمة فاراد تزوج الکبری فغلط مسماها فاطمة انعقد علی الصغری فلو قال فاطمة الکبری لم ینعقد لعدم وجودها۔ (البحر الرائق ص:۸۴ ج:۳) ایم ایم سعید۔

مجمع الأنہر ص:۷۲ ۴/ج:۱ مکتبہ فقیہ الامت دیوبند۔

ہندیہ ص:۳۳۵/ج:۱ زکریا جدید۔

بالغ لڑکا اپنی مرضی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۵۱۶): خالدہ نے ایک لڑکے کو تعلیم دیا اور جب لڑکا تعلیم سے فارغ ہوگیا تو خالدہ نے کہا کہ تم میری لڑکی سے شادی کرلو اور خالدہ کا شوہر بھی انتقال کرچکا ہے اور خالد غریب بھی ہے، لڑکے کی خواہش ہے کہ میں خالدہ ہی کی لڑکی سے شادی کروں اور لڑکے کے والدین کا کہنا ہے کہ یہ شادی نہیں ہوگی تو سوال یہ ہے کہ لڑکا اس صورت میں کیا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

لڑکا جب بالغ ہوگیا تو وہ خود مختار ہے جہاں چاہے وہ اپنی شادی کرے (۱) لیکن شادی کے مسئلہ میں بہت تدبر و دور اندیشی سے کام کرنا پڑتا ہے ورنہ پوری زندگی کوفت و مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا ہے، والدین کے تجربات سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے اور حتی الامکان ان کی رائے کو ترجیح دینی چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) نفذ نكاح مكلفة بلا ولی۔ لانها تصرفت فی خالص حقها وهی من اهله۔ لكونها عاقلة بالغة۔۔۔۔ وكذا كان المستحب فی حقها تفويض الامر اليه۔ (البحر الرائق ص:۱۰۹ ج:۳) ایچ ایم سعید۔

فنفذ نكاح حرّة مكلفة بلا رضا ولی الخ۔ (الدر المختار مع شامی ص:۵۶ ج:۳۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

وينفذ نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها الخ۔ (الهدايه ص:۳۱۳ ج:۲۔ تھانوی دیوبند)۔

ہندیہ ص: ۳۵۳ /ج:۱۔ زکریا جدید۔

نکاح کے بعد دولہا کا سلام کرنا

سوال (۵۱۷): ہمارے یہاں نکاح ہوجانے کے بعد دولہا سلام کرتا ہے تو کرنا چاہئے یا نہیں یہ جائز ہے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

سلام نہیں کرنا چاہئے، بدعت ہے حدیث وقرآن واسلاف سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث فی أمرنا هذا ماليس منه فهو رد۔ (مشكاة المصابيح ج:۱، ص:۲۷) مكتبه ملت ديوبند۔

كل مباح يؤدی الی زعم الجهال سنة أمرٍ أو وجوبه فهو مكروه۔ (تنقيح الفتاویٰ ج:۲، ص:۳۶۷)۔

کم من مباح یصیر بالالزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً۔ (سباحة الفکر ص:۷۲)۔

ان المندوبات تنقلب مکروهات اذا رفعت عن رتبتها۔ لأن التیامن من مستحب فی کل شیئ أی من امور العبادة کما خشی ابن مسعودؓ أن یعتقدوا وجوبه أشار إلی کراهته۔ (فتح الباری ج:۲، ص:۳۳۸)۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل بقاءٍ واماماً۔۔۔۔ الی فلا اصل له فی اشرع۔ (الشامی ج:۹، ص:۵۴) زکریا دیوبند۔

ان السلام انما هو سنة عند الملاقاة کما تبت ذلك فی الاخبار لا فی اثناء المجالسة۔ (سعایه: ج:۲، ص:۲۶۴) سهیل اکیڈمی لاهور پاکستان۔

رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

سوال (۵۱۸): میرا لڑکا ہے، شکیل احمد نام ہے، ماں کا نام اجر النساء ہے اور اختر النساء کی بیٹی ہے، نام کشید النساء ہے، دونوں حقیقی بہن ہیں لہٰذا کسی وقت میں اجر النساء بیمار ہوئی اور شکیل احمد شیر خوار تھا، اختر النساء نے اپنا دودھ اس کو پلایا، تو کیا شکیل احمد کا نکاح اختر النساء کی بیٹی کشید النساء سے جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورتِ مسئولہ میں شکیل احمد کا نکاح کشید النساء سے شرعاً جائز نہیں، اختر النساء کا دودھ پی لینے کی وجہ سے کشید النساء شکیل احمد کی رضاعی بہن ہوگئی، اور جس طرح حقیقی بہن سے نکاح جائز نہیں اسی طرح رضاعی بہن سے بھی نکاح جائز نہیں۔(۱) **یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب** (ہدایہ)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا یتزوج المرضعة احدا من ولد التی صغت، لانه اخوها۔ (ھدایہ ص:۳۵۱ ج:۲) اشرفی دیوبند۔

(۲) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب۔ (سنن الترمذی ص:۲۱۷ ج:۱)۔

وعن علی انه قال یا رسول الله هل لك فی بنت عمك حمزة فانها اجمل فتاه فی قریش نقال له اما علمت ان حمزة اخی من الرضاعة وان الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب۔ (مسلم شریف ص:۲۷۳ ج:۲)۔

ولا یتزوج المرضعة احدا من ولد التی ارضعت، لانه اخوها۔ (ھدایہ ص:۳۵۱ ج:۲)۔ اشرفیہ۔

ماموں زاد بہن کی لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال (۵۱۹): خالد اور زید ماموں زاد بھائی ہیں زید کی شادی خالد کی بہن کی لڑکی سے ہوئی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جائز ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وأحل لکم ماوراء ذلکم۔ (سورۃ النساء:۲۴)۔

فروع أجداده وجداته: لبطن واحد الخ۔ (فتح القدیر ص:۱۱۷ ج:۳) کوئٹہ۔

فروع أجداده وجداته: لیبطن واحده الخ۔ (شامی ص:۲۸ ج:۳) کراچی۔

خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال (۵۲۰): حمیدہ اور رشیدہ دونوں آپس میں بہن ہیں حمیدہ کی ایک لڑکی زبیدہ ہے اور زبیدہ کی لڑکی نور جہاں ہے نور جہاں کی شادی رشیدہ کے لڑکے سے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جائز ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) واحل لکم ماوراء ذلکم۔ (سورۃ النساء ص:۲۴)۔

ھو کل مراتین أیتھما فرضت ذکر لم تحلّ أخری۔ (شامی ص:۳۲۶ ج:۳) کراچی۔

(۳) ویحرم الجمع بین المراتین لو فرضت احداھما ذکرا تحرم علیہ الاخری۔ (مجمع الأنھر ص:۴۸۰ ج:۱) جدید۔

بھانجہ کی بیوی سے نکاح کا حکم

سوال (۵۲۱): میری سگی بہن کا لڑکا انتقال کرگیا جس کی بیوی بیوہ پانچ چھ سال تک بیٹھی ہوئی تھی تو میں نے اس بیوہ سے نکاح کرلیا آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

نکاح ہوگیا۔ لان الحرمۃ فی الحلیلۃ تتعلق بحلیلۃ الابن وابن الابن وابن البنت وان سفلوا (عالمگیری ج۱ ص ۲۷۴) وحلیلۃ ابن الاخت خارج عنھا فصح النکاح عنھا.(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ عالمگیری ص:۲۷۴ ج:۱۔ رشیدیة۔

وأحل لکم ماوراء ذلکم۔ (سورة النساء ص:۲۴)۔

واحل لکم ماوراء ذلکم أی وراء ما حرمه الله تعالیٰ۔ (بدائع الصنائع ص:۵۴۰ ج:۲)۔ زکریا۔

تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال (۵۲۲): (الف) تجدید نکاح کس کو کہتے ہیں؟ (ب) تجدید نکاح کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں اور سنت والی حدیث کو مع حوالہ نقل فرمائیں۔ مثلاً زید نے خالد کی لڑکی سے شادی کیا۔ زید اور اس کی بیوی کے درمیان آپس میں اَن بَن (بگاڑ) ہوگئی یا چھوٹی چھوٹی غلطیاں صادر ہوگئیں۔ ''سوائے کلمات کفریہ کے'' ایا زید اور اس کی بیوی کیا کریں؟ لوگ کہتے ہیں کہ تجدید نکاح کرلو دو گواہوں کے سامنے بغیر مہر متعین کئے، چنانچہ انہوں نے مولوی صاحب سے تجدید نکاح کروالیا اور پہلا نکاح اپنی جگہ پر شریعت کے مطابق صحیح ہے اس کے باوجود ایسا کیا گیا۔ آیا زید کا ایسا کرنا صحیح ہے یا غلط؟ واضح فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

(۱) علامہ شامی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ عوام تو عوام خواص کی زبان سے بھی کبھی کلمۂ کفریہ نکل جاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔ لیکن کم علمی کی وجہ سے آدمی سمجھ نہیں پاتا اس لئے کم از کم مہینہ میں ایک بار تجدید نکاح وایمان کرلینا چاہئے۔ یہ حکم وجوبی نہیں ہے اگر کسی کو قطعی طور پر کلمۂ کفریہ کے نہ نکلنے پر یقین ہو تو اس کے لئے تجدید نکاح (دوبارہ نکاح) کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر گناہ ہوگیا ہے تو توبہ واستغفار کرے لیکن پھر بھی اگر

گواہوں کے سامنے کوئی دوبارہ نکاح کرے تو کوئی قباحت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ماكان في كونه كفراً اختلاف فإنّ قائله يؤمر تجديد النكاح وبالتوبة والرجوع بطريق الاحتياط۔ (هنديه ص:۲۸۳ ج:۲) رشيديه۔

ماكان في كونه كفراً اختلاف يؤمر قائله بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك احتياطاً۔ الخ۔ (مجمع الأنهر ص:۵۰۱ ج:۲) فدقيه الامت۔

و كذا في الشامي ص:۵۹ ج:۴۔ كراچی۔

وفي الفتاوىٰ البزازيه ص:۷۹ ج:۳۔ كتاب الفاظ لكون اسلاماً، أو كفراً۔ زكريا جديد۔

مرتد ہو کر فسخ نکاح کا حکم

سوال (۵۲۳): بقول ایک عورت کے کہ "میں ایک غیر مسلم کی لڑکی ہوں میں نے اسلام قبول کر کے ایک مسلم سے شادی کر لی تھی جس س دو اولاد بھی ہوئی مگر ہم دونوں کے اندر کچھ آپسی مخالفت پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے میں اسلام سے مرتد ہوگئی تھی وہ اختلاف یہ ہے کہ میرا شوہر دو بیویوں کا مالک تھا آیا ایسی صورت میں میرا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ میرے سابق شوہر نے ابھی تک مجھے طلاق نہیں دیا ہے اور میں مرتد ہو کر زندگی گذار رہی ہوں۔ اب ان دنوں پر ایک دوسرے مسلمان سے تعلق ہوگیا اور مسلمان بھی ہوگئی ہوں پھر سے کلمہ پڑھ لی ہوں اور نکاح کر کے شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گذارنے کا فیصلہ بھی کر چکی ہوں۔

تو اب میرے نیک ارادہ کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے شریعت کے قانون سے آگاہ

فرما کر عند اللہ مشکور رہوں۔

سابق شوہر کا طلاق نہ دینا نکاح ثانی میں رکاوٹ بنے گا یا نہیں؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا و مصليًا

دوسرے شوہر سے تعلق از دواجیت زنا کاری ہے اس لئے کہ دوسرے شوہر سے آپ کا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ (۱) اب آپ فوراً توبہ کریں اور تجدید اسلام تو آپ کر چکی ہیں تجدید نکاح کے ذریعہ شوہر اول سے تعلق از دواجیت استوار کریں۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وارتدد أحدهما فسخ عاجل..... وتجبر على الإسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى "والواجيه" وأفتى مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردّتها زجراً وتيسيراً۔ وتحته فى الشامية: وتمنع من التزوج بغيره بعد إسلامها "الخ"۔ (شامى ص:۱۹۳۔ ۱۹۴ ج:۳) كراچى۔

(۲) وفى الفضول العماديّة قال الفقيه أبو القاسم "الصفار" والفقيه أبو جعفر وبعض ائمّة سمر قند إنّ ردّة المرأة لا يوجب البينونة لنقصان عقلها فربما ارادت التخلّص عن الزوج والوصول إلى غيره فلا يقضى بالفرقة حسما لهذا الباب عليها "الخ"۔ (على هامش المختصر القدورى ص:۱۶۷ حاشيه نمبر ۱) فيصل پبليشنز۔

(۳) وكذا فى التاتارخانيه ص:۱۶۷ ج:۴۔ زكريا۔

(۴) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدّ ان علم أنّها للغير لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً۔ (شامى ص:۵۱۶ ج:۳) باب العدّة۔

کراچی۔

لایجوز للرجل أن یتزوّج زوجۃ غیرہ و کذلک المعتدّۃ۔ (ھندیہ ص:۳۴۶ ج:۱)۔

زکریا جدید۔

و کذا فی التاتارخانیہ ص:۱۶۶ ج:۴۔ زکریا۔

مفقود الخبر کی بیوی سے نکاح وطلاق کا حکم

سوال (۵۲۴): زید کی شادی اسماء بانو سے ۱۹۷۲ء میں ہوئی عقد رخصتی کے تین دن بعد زید مفقود الخبر ہوگیا۔ عرصہ چار سال بعد یہ اطلاع ملی کہ وہ آسنسول میں ہے۔ اطلاع ملتے ہی ان کے چچازاد بڑے بھائی فوراً آسنسول گئے یہاں ان سے ملاقات ہوئی اور گھر چلنے کا وعدہ کیا مگر دھوکا دیگر پھر فرار ہوگیا اس کے بعد نہ تو اس نے طلاق دیا اور نہ ہی کفالت کی مجبوراً شوہر کے بغیر طلاق دیئے چار سال بعد اسماء بانو کا عقد زید کے چچازاد چھوٹے بھائی سے ۱۹۸۰ء میں ہوا اس سے پانچ بچے ہیں اور میاں بیوی کے تعلقات بہت خوشگوار ہیں چند دنوں قبل زید کو دوکان مالک نے دوکان خالی کرنے کو کہا اور وعدہ کے مطابق خالی کرنے کا وقت بھی پورا ہو رہا تھا۔ کاروباری سلسلہ میں پریشان تھے کہ گھر پہونچے جہاں ساس بہو کا آپس میں تکرار ہو رہا تھا۔ یہ واقعہ ۵/دسمبر ۱۹۹۰ء بروز بدھ بوقت ۸/بجے شب کا ہے۔

زید نے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر معاملہ الجھ گیا بس زید نے جھنجھلا کر لفظ طلاق، طلاق، طلاق کہا بعدہٗ اطلاع پا کر اسماء بانو کے والد آئے اور اپنی بیٹی اسما بانو کو اور سبھی بچوں کو لیوا کر چلے گئے۔ زید اسماء بانوں کو پھر لانا چاہتے ہیں۔

نوٹ: دوسرے سوال میں طلاق دینے والا اسماء بانو کا دوسرا شوہر ہے جس سے ۱۹۸۰ء میں شادی ہوئی تھی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں اسماء بانو کا نکاح زید سے ۱۹۷۲ء میں جو ہوا تھا وہ آج بھی باقی

وقائم ہے ۱۹۸۰ء میں زید کے چھوٹے چچازاد بھائی سے جو نکاح ہوا وہ غلط اور کالعدم ہے، آج تک اسماء بانو کا جو تعلق زید کے چھوٹے بھائی سے رہا وہ حرام رہا اس لئے اسما بانو پر لازم ہے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرے اور توبہ استغفار کرے، زید کے بغیر طلاق دیئے دوسری جگہ شادی کا حق اسما بانو کو نہیں ہے (۱) ''**لقوله عليه السلام الطلاق لمن اخذ بالساق**''(۲)

اسماء بانو کی دوسری شادی ۱۹۸۰ء میں ہوئی تھی وہ نکاح صحیح ہی نہیں تھا۔ اس لئے اس کو علیحدہ کرنے کے لئے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ محل طلاق منکوحہ ہے اور اسماء بانو دوسرے شوہر کی منکوحہ نہیں ہے اس لئے طلاق بے محل ہونے کی وجہ سے لغو ہوگیا۔ اسماء بانو شروع ہی سے دوسرے شوہر کے پاس غیر منکوحہ رہی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) "والمحصنات من النساء" عطف على أمّهاتكم يعنى حرّمت عليكم المحصنات من النساء أى ذوات الأزواج، لا يحلّ للغير نكاحهنّ مالم يمت زوجها أو يطلّقها وتنقضى عدّتها من الوفاة أو الطلاق۔ (التفسير المظهرى ص:۲۷۳۔ ۲۷۴ ج:۲) زكريا۔

لا يجوز للرجل أن يتزوّج زوجة غيره۔ (هنديه ص:۳۴۶ ج:۱) زكريا جديد۔

(وكذا فى البدائع الصنائع ص:۵۴۸ ج:۲)۔ زكريا۔ (وفى الشامى ص:۵۱۶ ج:۳)۔ کراچی۔

قال النبى۔ صلى الله عليه وسلم۔ لا نذر لإبن آدم فيما لا يملك، ولا طلاق قبل نكاح "الخ"۔ (إعلاء السنن ص:۲۰۱ ج:۱۱)۔ ادارة القرآن والعلوم۔

قال رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ لا طلاق إلّا فيما تملك "الخ"۔ (أبوداؤد ص:۲۹۸ ج:۱) مكتبه بلال۔

(۲) قال الطلاق لمن أخذ بالساق۔ (ابن ماجه ص:۱۵۱ باب طلاق العبد) یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

دو حقیقی بہنوں سے باپ بیٹے کے نکاح کا حکم

سوال (۵۲۵): زید و عمر دونوں باپ بیٹے ہیں، ان دونوں نے ایسی دو عورت سے شادی کی جو آپس میں حقیقی بہنیں ہیں۔ ایا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید و عمر کا نکاح ایسی دو عورتوں سے جائز ہے جو آپس میں حقیقی بہن ہیں۔

وكذا الخالة لأب لا تحرم خالتها كبنات العم والعمة الخ. (مجمع الانہر: ۱/ ۳۲۳)(۱)

اس لئے کہ لڑکے کے حق میں یہ دوسری بہن اجنبیہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) مجمع الأنہر ص: ۴۷۷ ج: ۱ فقیہ الامت۔

لابأس بأن يتزوّج الرجل امرأة، ويتزوّج ابنه امّها أو بنتها۔ (مجمع الأنهر ص: ۴۸۱ ج: ۱) فقيه الامت۔

وفی الہندیہ ص: ۳۴۲ ج: ۱ زکریا جدید۔

وکذا فی الفتح القدیر ص: ۲۱۶ ج: ۳۔ دار إحیاء التراث العربی۔

شادی کے موقع سے نیاز کا حکم

سوال (۵۲۶): شادی کے موقع پر دیہاتوں میں رت جگا ہوا کرتا ہے اور عورتیں

گلگلے وغیرہ پکاتی ہیں اور پھر فجر کے وقت اس کو لے کر مسجد میں جاتی ہیں تا کہ نیاز ہو جائے تو رت جگا کی حقیقت کیا ہے۔ نیز نیاز کرنا کیسا ہے۔ اور اس قسم کی شیرینی وغیرہ کھانے میں قباحت تو نہیں ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

رت جگا جس مقصد کے تحت عورتیں کرتی ہیں وہ بے حقیقت ہے باقی اللہ کی یاد میں نماز وذکر میں رات جگا کیا جائے تو اس کی حقیقت موجود ہے یہ محمود ومطلوب ہے۔ اللہ کے دربار میں نیازمندانہ حاضری مطلوب ہے لیکن نذرونیاز کی نظیر دورِ صحابہ وخیر القرون میں نہیں ملتی۔ اب تو ہر عورت بے نظیر ہے اور ہر کام بے نظیر کرنا چاہتی ہیں حالانکہ نذیر سے ان کاموں پر اِنذار ثابت ہے "فالی اللہ المشتکی" ماکولات میں مشتبہات سے بھی پرہیز کرنا اولیٰ ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ (مشكاة المصابيح ج:۱ص:۲۷۔ مكتبه ملت ديوبند۔

كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنة أمرٍ أو وجوبه فهو مكروه۔ (تنقيح الفتاوىٰ ج:۲ص:۳٦۷۔

كم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً۔ (سباحة الفكر: ۴۲)۔

اعلم أن المصافحه مستحبة عند كل لقاءٍ واماما۔ الى فلا أصل له فى الشرع۔ (الشامي ج:۹صص:ص۵۴۔ زكريا ديوبند۔

إن السلام إنّما هو سنه عند الملاقاة كما نبت ذلك فى الاخبار الا فى اثناء المجالسة۔ (سعايه ج:۲ص:۲٦۴)۔

شادی میں لڑکے کی طرف سے لڑکی کو دیئے گئے سامان کا حکم

سوال (۵۲۷): ایک شخص نے اپنی بیوی زرینہ خاتون کو اس کی غلط روی پر تین طلاق مغلظہ دیا اور کہا کہ ہمارے زیورات وسامان واپس کردو میں مہر دین وعدت کا خرچ دوں گا۔ جو زیورات شادی کے وقت لڑکے کے والدین نے ڈال پر دیا تھا یا لڑکے نے بنوایا تھا وہ زیورات لڑکے کی ملکیت ہے یا لڑکی کی؟ شرعی طور پر اس کا حکم کیا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

لڑکی کو دیتے وقت اگر تملیک کی نیت تھی تب تو واپس لینا درست نہیں اور اگر عاریت کی نیت تھی صرف استعمال کی اجازت تھی مالک نہیں بنایا تھا تب واپسی کا مطالبہ درست ہے۔ كذا في كتب الفقه. (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلمّا زفّت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك "الخ". (هنديه ص:۳۹۳ ج:۱) زكريا جديد.

وفي تبيين الحقائق ص:۱۵۸۔۱۵۹ ج:۲۔ مكتبه امداديه ملتان۔

وفي النهر الفائق ص:۲۶۳۔۲۶۴ ج:۲۔ زكريا۔

المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكًا لا عاريةً لأنّه الظاهر الغالب إلّا في بلدة جرت العادة بدفع الكل... والمعتمد البناء على العرف كما علمت۔ (شامي ص:۱۵۷ ج:۳)۔ كراچی۔

بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کا حکم

سوال (۵۲۸): زید کی طلاق شدہ بی بی سے بعد عدّت زید کے والد سے عقد ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

زید کی مطلقہ بیوی سے اس کے والد کا نکاح حرام ہے "وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم"۔(۱)

التعليق والتخريج

(۱) وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم۔ (سورة النساء ص:۲۳)۔

عن ابن جريج قال: قلت لعطاء وحلائل أبنائكم، الرجل ينكح المرأة لا يراها حتى يطلقّها أتحلّ لأبيه؟ قال هي مرسلة وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم۔

(مصنف عبد الرزاق ص:۲۲۲ ج:۶، رقم: ۱۰۸۲۹) دار الكتاب العلميه بيروت۔

عن ابن طاؤس عن أبيه قال إذا تزوّج الابن لم تحلّ للأب دخل بها أولم يدخل بها "الخ"۔ (مصنف ابن شيبه: ص:۹۴ ج:۹) رقم: ۱۶۴۶۶۔ دار قرطبيه بيروت۔

وزوجة أهل، وفرعه مطلقا ولو بعيداً دخل بها أولا۔ (شامی ص:۳۱ ج:۳۔ کراچی)۔

وفی التاتارخانيه ص:۹۵ ج:۴۔ زكريا۔

علّاتی خالہ سے نکاح کا حکم

سوال (۵۲۹): زید کی حقیقی ماں دنیا سے رخصت ہوگئی تو نانا نے اپنی دوسری شادی کی اب اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کیا یہ زید اپنی اس سوتیلی نانی کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

صورت مسئولہ میں سوتیلی ماں کی لڑکی جو اپنے حقیقی نانا سے ہے یہ زید پر حرام ہے اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ لڑکی علاّتی خالہ ہوئی اور تینوں قسم کی خالہ حرام ہوتی ہیں۔
"القسم الأول المحرمات بالنسب" (کمافی الھندیۃ: ۱/ ۲۷۳)(۱)

"وھن الامھات والبنات والاخوات والعمّات والخالات الخ الی ان قال وامّا الخالات فخالته لاب وامّ وخالته لاب وخالته لام وخالات آبائه وأمھاته" (وایضافی الشامی: ۲/ ۲۷۶) وفروع اجداده وجدّاته ببطن واحد فلھذا تحرم العمّات والخالات...... الخ۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) القسم الأوّل المحرمات بالنسب: وھنّ الأمّھات والبنات وأمّا الخالات فخالته لاب وام وخالته لأبو خالته لأمّ "الخ"۔ (الھندیہ ص: ۳۳۹ ج: ۱) زکریا جدید۔

وکذا فی مجمع الأنھر ص: ۴۷۶ ج: ۱۔ فقیہ الامت۔

(۲) شامی ص: ۱۰۷ ج: ۴۔ اشرفیہ۔

وفی التاتارخانیہ ص: ۴۷ ج: ۴۔ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص: ۳۱۳ ج: ۳۔ سعید۔

عیسائی لڑکی سے شادی کا حکم

سوال (۵۳۰): ایک لڑکا ایک عیسائی مذہب کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا بغیر کلمہ پڑھائے شادی جائز ہے۔ میں نے پوچھا تو جواب ملا کہ آسمانی کتابوں میں سے کسی پر بھی ایمان لانے والی لڑکی سے بغیر کلمہ پڑھائے شادی کرسکتے ہیں۔ لیکن عیسائی لڑکے سے

نہیں۔ تو یہ کیوں اور کیسے تفصیل سے بتائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عیسائی لڑکی سے بغیر کلمہ پڑھائے بھی شادی کرنا جائز (۱) ہے **لقولہ تعالیٰ والمحصنات من الذین اوتوا الکتب من قبلکم** بشرطیکہ وہ تورات پر ایمان رکھتی ہو اور رسول کی رسالت کی تصدیق کرتی ہو دھریہ نہ ہو (۲) اس لئے کہ اس زمانہ میں عام طور پر عیسائی لڑکیاں دھریّہ ہوتی ہیں۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے شادی نہ کی جائے (۳) چاہے ان کا عقیدہ صحیح ہو، اس لئے کہ عورتوں کے گھر میں آنے کے بعد گھر کا جو ماحول بنتا ہے اور بچوں میں جو لادینیت آتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم۔ (سورۃ المائدۃ:۵)۔

(۲) وکلّ من یعتقد دنیا سماویا ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم وشیئت وزبور داؤد علیہ السلام فھو من أھل الکتاب فتجوز منا کحتھم وأکل ذبائحھم۔ (ھندیہ ص:۲۴۷ ج:۱) زکریا جدید۔

وصحّ نکاح کتابیّۃ۔ (الشامی ص:۴۵ ج:۳)۔ سعید کراچی۔

(۳) والأولی أن لا یتزوّج کتابیّۃ ولا یأکل ذبائحھم إلّا لضرورۃ۔ (البحر الرائق ص:۱۰۳ ج:۳)۔ سعید۔

منکوحہ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

سوال (۵۳۱): لڑکے کی عمر ۱۸ سال لڑکی کی عمر ۱۶ سال تھی کہ دونوں کی آپس میں شادی ہوگئی لڑکی کا نکاح اپنے گھر پر اور لڑکے کا نکاح اپنے گھر پر ہوا تین سال گذر گئے رخصتی

نہیں ہوئی رخصتی کرنے سے انکار کرتے ہیں سسرال والے سوچتے ہیں کہ لڑکا الگ ہوجائے لیکن لڑکا اپنی ماں باپ سے الگ ہونے کو تیار نہیں ہے، سسرال والوں کا ارادہ طلاق لینے کا ہے لیکن لڑکا طلاق دینے کو تیار نہیں، کیا لڑکی والے دوسری شادی کرسکتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

لڑکی والے بغیر لڑکے سے طلاق حاصل کئے لڑکی کی شادی نہیں کرسکتے (۱) اگر بغیر طلاق حاصل کئے نکاح کردیا تو جائز نہیں حرام کاری ہوگی اور لڑکی اور اس کے والدین سب گنہگار ہوں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

لا يجوز للرجل أن يتزوّج زوجة غيره. (هنديه ص:۳۴۶ ج:۱). زكريا جديد.

وکذا فی الشامی ص:۵۱۶ ر ج:۳۔ باب العدۃ۔ کراچی۔

وکذا فی التاتارخانیہ ص:۶۶ ر ج:۴۔ زکریا۔

(۱) "والمحصنات من النساء" عطف على أمّهاتكم يعني حرّمت عليكم.... ذوات الأزواج. لا يحلّ للغير نكاحهنّ مالم يمت زوجها ويطلقها وتنقضي عدّتها من الوفاة أو الطلاقا.... (التفسير المظهري ص:۲۷۳۔ ۲۷۴ ج:۲). زكريا.

وکذا فی البدائع الصنائع ص:۵۴۸ ر ج:۲۔ زکریا۔

بیوی کا شوہر سے والدین سے الگ ہونے کی شرط پر رخصتی کا حکم

سوال (۵۳۲): لڑکے کی عمر ۱۸ سال لڑکی کی عمر ۱۶ سال اتنی عمر میں دونوں کی شادی ہوگئی اور تین سال گذر چکے ہیں لڑکی شوہر کے گھر رخصت نہیں ہوئی ہے وہ چاہتی ہے کہ شوہر اپنے والدین سے الگ ہوجائے تب رخصتی ہو اور لڑکا اپنے والدین کو چھوڑ کر

الگ نہیں ہوسکتا۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

شوہر سے بیوی کا یہ مطالبہ کہ وہ اپنے والدین سے الگ ہوجائے مذموم اور غیر شرعی وغیر اخلاقی ہے (۱) گوکہ یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ مستقل ایک کمرہ کا بیوی کے لئے انتظام کردے (۲) جس سے آزادانہ طور پر اپنی زیبائش وآرائش کرسکے اور بالعموم اس کا انتظام ہوتا ہے۔لیکن اگر بیوی کے اس مطالبہ کے کچھ دیگر مضمرات ہوں تو اس کے ظاہر ہونے کے بعد ہی کوئی راہ عمل متعین ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

انّ رجلاً قال: یارسول الله: ماحق الوالدین علی ولدھما قال: ھما جنّتك وفارك۔ (ابن ماجه ص:۲۶۰ ج:۱ برا الوالدین) مکتبه ملت۔

(۱) قال رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ إذا فعلت أمتی خمس عشرة خصلة حلّ بها البلاء۔ قیل وما ھی یا رسول الله! قال: إذا کان المغنم دولاً.... وأطاع الرجل زوجته وعق أمّه وبرّ صدیقة وجفا أباه "الخ"۔ (ترمذی شریف ص:۴۴ ج:۲) مکتبه بلال۔

(۲) وعلی الزوج أن یسکنها فی دار مفردة لیس فیها أحد من أهله إلّا ان تختار ذلك لأنّ السکنی من کفایتها فیجب لها کالنفقة۔ (ھدایه ص:۴۴۱ ج:۳) تھانوی۔

(۴) فإن کان لرجل والدة أو أخت أو ولد فی غیرها فی منزلها، فقالت صیّرنی فی منزل علی حدة کان لها ذلك۔ (علی ھامش الھندیه ص:۴۲۸ ج:۱) رشیدیه۔

(۵) وذکر الخصاف أنّ لها أن تقول لا أسکن مع والدیك وأقربائك فی الدار فافردلی داراً۔ (شامی ص:۳۲۷ ج:۵) اشرفیه۔

چچازاد بہنوں سے نکاح کرنے کا حکم

سورہ نساء میں صراحۃً لکھا ہے کہ چچازاد بہنوں سے نکاح کرنا حرام ہے، دوسری جگہ پارہ ۲۲ سورہ احزاب رکوع ۲۔

سوال (۵۳۳): فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ چچازاد بہنوں سے نکاح کرنا حلال و جائز ہے لیکن قرآن پاک پارہ ۴ رکوع ۵ **یاایہا النبی انا احللنا** ...... **الآیۃ**۔ جواب طلب ہے (**بنات عمك وبنات عمّتك** سے **خالصة لك من دون المؤمنين**) تک غور طلب ہے۔ کیا صحابہ کرام میں سے کسی نے اپنی چچازاد بہنوں سے نکاح کیا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) قرآن کی کسی آیت سے چچازاد بہنوں سے نکاح کی حرمت کا پتہ نہیں چلتا نہ تو صراحۃً نہ کنایۃً بلکہ سورہ احزاب کی آیت سے چچازاد بہنوں سے نکاح کرنا جائز ومباح معلوم ہوتا ہے ”لیکن ان میں یہ قید کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کی ہو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عام امت کے لئے تو باپ اور ماں کے خاندان کی یہ لڑکیاں بغیر شرط کے حلال ہیں خواہ انہوں نے ہجرت کی ہو یا نہ کی ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان میں صرف وہ حلال ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہو، ساتھ ہجرت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ سفر میں آپ کی معیت رہی ہو یا ایک ہی وقت میں ہجرت کی ہو بلکہ مراد نفس ہجرت میں معیت وموافقت ہے ان میں سے جس نے ہجرت نہیں کی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حلال نہیں رکھا گیا“ (معارف القرآن: ۷/ ۱۸۸)

آپ کو سورہ نساء کی جس آیت سے غلط فہمی ہوئی ہے اس کا مطلب کسی عالم سے پوچھ کے غلط فہمی کا ازالہ فرمالیں آپ نے سوال میں سورہ نساء کی جن آیتوں کا حوالہ دیا ہے ان میں کہیں چچازاد بہنوں سے نکاح کی حرمت کا تذکرہ بالکل نہیں۔

(۲) مجھے کسی صحابی کے اپنی چچازاد بہن سے نکاح کرنے کا علم نہیں اس لئے کہ علم

الانساب سے میں واقف نہیں" البتہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی بیٹی ام ہانی رضی اللہ عنہا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن) نے فرمایا کہ مجھ سے آپ کا نکاح اس لئے حلال نہیں تھا کہ میں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی"۔ (معارف القرآن: ۱۸۸/۷) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) معارف القرآن مفتی شفیع علیہ الرحمۃ ص: ۱۸۸/ج: ۷۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔

"التی هاجرن معك"۔ فیه قولان: الأوّل لایحلّ لك هو من قرابتك كبنات عمّك العبّاس.... إلّا من أسلم.... الثانی: لا یحلّ لك منهنّ إلّا من هاجر إلی المدینة.... وقوله تعالیٰ "معك" المعیّة هنا الاشتراك فی الهجرة لا فی الصحبة فیها فمن هاجر حلّ له كان فی صحبته إذا هاجر أو لم یكن۔ (تفسیر قرطبی ص: ۶۴ ج: ۸)۔ دار البیان العربی (وكذا فی التفسیر المظهر ص: ۳۶۲ ج: ۷)۔ زكریا۔

وعمّته وخالته وأمّا بناتها فحلال۔ (سكب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص: ۴۷۶ ج: ۱) فقیه الامت۔

وأمّا عمّة أمّه وخالة خالة أبیه فحلال كبنت عمّه وعمّته وخاله وخالته۔ (شامی ص: ۱۰۹ ج: ۱۱۰ ج: ۴) اشرفیه۔

وكذا فی الفقه الإسلامی وأدلته ص: ۶۶۲۶ ج: ۹) دار الفكر المعاصر۔

نکاح کی ایک صورت

سوال (۵۳۴): اگر چند آدمی زبردستی کسی کا نکاح پڑھادیں اور لڑکا بالغ ہو یعنی نکاح کے موقعہ پر خطبہ کے بعد لڑکا سے پوچھا گیا کہ تم کو قبول ہے تو لڑکا خاموش رہا جب زیادہ اصرار کیا گیا تو ناراضگی سے اس نے کہا ہاں، ہاں، قبول ہے تو نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

جب لڑکے نے قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) أنّ نکاح المکرہ صحیح کطلاقہ۔ (شامی ص:۲۱ ج:۳)۔ کراچی۔

إنّ تصرفات المکرہ کلّھا قولاً منعقدۃ عندنا۔۔۔ ومالا یحتمل الفسخ منہ کالطلاق والعتاق والنکاح والتدبیر: فھو لازم کذا فی الکافی۔ (ھندیہ ص:۴۳ ج:۵۔ باب الاکراہ)۔ زکریا جدید۔

والنکاح یصحّ مع الإکراہ ولو أکرہ الرجل علی النکاح یصحّ۔ (البحر الرائق:۷۵ ج:۸ باب الاکراہ) سعید۔

فلو أکرہ أحدھما علی النکاح انعقد ومثلہ الطلاق والعتاق۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۶۵۸۱ ج:۹)۔ دار الفکر لمعاصر۔

وفی البدائع الصنائع ص:۱۲ ج:۲۔ زکریا۔

ناکح نے منکوحہ کا نام بدل دیا نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال (۵۳۵): حاجی ابوبکر کی دولڑکیوں کی شادی طیبہ وشکیلہ کی اس طرح طے تھی کہ شہاب الدین کا عقد طیبہ سے اور نظام الدین کا عقد شکیلہ سے لیکن ناکح نے پہلے شہاب الدین کا ایجاب وقبول کرایا شکیلہ سے جبکہ شہاب الدین کا عقد طیبہ سے ہونے والا تھا۔ اور پھر اس کے بعد نظام الدین کا عقد طے شدہ امر کے مطابق یعنی شکیلہ سے نظام الدین کا بھی ایجاب وقبول کرایا اور طیبہ پڑی رہی اس صورت میں شکیلہ کا نکاح دونوں لڑکوں میں سے کس سے ہوا اگر شہاب الدین سے ہوگیا تو اب وہ کیا کرے کیوں کہ اس کو طیبہ سے کرنا تھا اور نظام

الدین کیا کرے گا اگر اس کا نکاح شکیلہ سے نہ ہوا ہو۔ اس مسئلہ کو خوب صاف تحریر کرنے کی زحمت گوارہ کریں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں شہاب الدین کا نکاح شکیلہ سے صحیح نہیں ہوا البتہ نظام الدین کا نکاح شکیلہ سے صحیح ہوگیا لہٰذا اب شہاب الدین کو چاہئے کہ طیبہ سے اپنا نکاح کروالے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) رجل له ابنتان اسم الكبرى منهما عائشة واسم الصغرى فاطمة فقال الأب فى نكاح الكبرى زوجتك ابنتى فاطمة جاز النكاح على الصغيره ولو قال زوّجت ابنتى الكبرى فاطمة فقال الزوج قبلت قالو لا يجوز نكاح واحدة منهما۔ (على هامش الهنديه ص:۳۲۴ ج:۱) رشيديه۔

وفی الشامی ص:۲۶ /ج:۳۔ کراچی۔

وفی البحر الرائق ص:۸۴ /ج:۳۔ سعید۔

وفی مجمع الأنہر ص:۲۷۴ /ج:۱۔ فقیہ الأمت۔

إذا وقعت الخطبة على احداهما ووقت العقد عقد باسم الأخرى خطأ فإنّه يصحّ على التى سمّياها وذلك لأنّ مقدمات الخطبة قرينة معينة إذا لم يعارضها صريح والتصريح بذلك الأخرى صريح فلا تعمل معه القرينة "الخ"۔ (منحه الخالق على هامش البحر الرائق ص:۸۴ ج:۳) سعيد۔

عنین سے شادی کا حکم

سوال (۵۳۶): میری بہن انوری خاتون کی شادی مبارکپور ہوئی۔ دو تین دفعہ آئی گئی اور شرم کے مارے گھر والوں پر کچھ ظاہر نہ کیا بالآخر اس نے اپنی ماں سے کہا کہ میرا شوہر نامرد ہے۔ تب گھر والوں کو فکر ہوئی، دوڑ دھوپ کرنے لگے۔ مبارکپور کے کچھ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ لڑکا تو بالکل اس کے اندر قوتِ مردانگی نہیں ہے، پہلے اس لڑکے کی شادی مبارکپور میں ہوئی تھی جب ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو طلاق کے لئے دوڑنے لگے اٹھارہ پنچایت کے باوجود طلاق نہیں دیا۔ بالآخر مجبور ہو کر ان لوگوں نے بغیر طلاق ہی کے اس کی شادی گورکھپور کر دی۔

میرے گھر والوں نے بھی کئی پنچایت کی مبارکپور جا کر اور گھر پر بھی، مگر ان لوگوں کا صرف یہ کہنا ہے کہ لڑکی بھیجو ہم طلاق قطعی نہیں دیں گے، پانچ سال شادی ہوئے ہوگیا ہے۔ مگر ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا۔

مقامی ایک آدمی کے زبانی معلوم ہوا جو نامردی کا علاج کرنے میں ماہر اور ہزاروں لوگوں کو اس نے علاج کے ذریعہ ٹھیک کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ لڑکا میرے پاس بھی آیا تھا مجھ سے علاج کرنے کو کہا جب میں نے دیکھا تو صاف اس سے کہہ دیا تم ٹھیک نہیں ہوگے تمہاری نامردی پرانی ہے۔ انہوں نے ہی مجھ سے کہا کہ تم اسکول سے مسئلہ منگاؤ اگر موقع پڑا تو میں خود اسکول میں جا کر حلفاً بیان دوں گا کہ وہ لڑکا ٹھیک ہونے کے قابل نہیں ہے۔ مندرجہ بالا مسئلہ کا جواب مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آپ اس مسئلہ کو فوراً دار القضاء یا شرعی پنچایت میں پیش کریں۔ بہت سی جگہوں پر دار القضا ہے سرائے میر ''منارہ مسجد'' میں بھی محکمہ شرعیہ ہے شرعی پنچایت کے ارکان تحقیق و تفتیش کے بعد اگر شوہر واقعۃً عنین ہے تو نکاح فسخ کر سکتے ہیں اس لئے لڑکی کی طرف سے ایک

درخواست دلوادیں کہ میری شادی فلاں ابن فلاں ساکن فلاں سے ہوئی تھی اور وہ عنین ہے جس کی وجہ سے میرے حقوق ازدواجیت کو ادا کرنے سے قاصر ہے اس لئے تحقیق کے بعد مجھے خلاصی دلوادی جائے۔سرائے میر مبارکپور والوں کا بھی آنا آسان ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شوہر لاپتہ ہے کتنی مدت کے بعد عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

سوال (۵۳۷): اس زمانے میں کسی کا شوہر غائب ہوجائے اور بالکلیہ پتہ نہ چل سکے تو عورت کتنے دنوں کے بعد نکاح کرسکتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عام حالات میں چار سال کے بعد عورت اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ اور ناقابل برداشت حالات میں ایک سال کے بعد بھی قضاء قاضی کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ تفصیل ’’**الحیلۃ الناجزۃ**‘‘ میں موجود ہے۔

نسب کے اقرار کے بعد کیا انکار کی گنجائش ہے؟

سوال: ہماری والدہ مسماۃ امیر النساء کی شادی کورٹان عبد الصمد نامی شخص سے ہوئی میرے والد نے میری والدہ کو طلاق دیکر دوسری شادی کرلی میری والدہ مجھ کو لیکر چلی گئیں اور میں اپنی والدہ کے پاس ہی رہا جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو میرے والد حقیقی مجھ کو لیکر اپنے گھر گئے اور مسجد کے سامنے اللہ و رسول کو حاضر و ناظر جان کر بقسم یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے کچھ دنوں میں اپنے باپ کے پاس رہا حالات کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے پھر میں اپنی ماں کے پاس چلا آیا اور میری والدہ نے میری شادی کرائی شادی ہوجانے کے کچھ دنوں بعد جب میں اپنی بیوی کو اپنے والد کے گھر اپنا شرعی حق جان کر رہنے کے لئے آیا تو

میرے والد نے مجھے اپنا لڑکے ہونے سے انکار کر دیا مزید برآں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اِس بچہ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے میری پہلی بیوی سے میری کوئی اولاد نہیں تھی، یہ بچہ صحیح النسب نہیں ہے اس لئے میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں اور نہ اس کا میرے اپنا کچھ حق شرعی نکلتا ہے جسے میں ان کے حوالہ کروں، میرے والد کی دوسری شادی سے صرف ایک بچہ عبدالمتین نامی پیدا ہوا جو باحیات ہے سوال یہ ہے کہ مجھ کو میرے والد کے ترکہ اور جائیداد سے (جبکہ خود انہوں نے بقسم کہا تھا کہ یہ میری اولاد ہے اور اب انکار کر رہے ہیں۔ کتنا حصہ ملے گا یا کہ میں محروم رہوں گا اصل مسئلہ سے روشناس فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں لڑکے کا نسب والد سے صحیح وثابت ہے۔ والد کو چاہئے کہ اولاد والا برتاؤ لڑکے کے ساتھ بھی کرے باقی واجبی شرعی حصہ جو ترکہ سے ملا کرتا ہے وہ والد کے مال کے ترکہ بننے پر ملے گا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

وإن جاء ت به لستّة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت لأنّ الفراش قائم والمدّة تامّة۔ (هدايه ص:۴۳۳ ج:۲) تهانوى۔

إذا نفى نسب ولد حرّة فصدّقه لا ينقطع نسبه لتعذر اللعان لما فيه من التنافض۔ (بدائع الصنائع ص:۳۹۱ ج:۳۔ حكم اللعان)۔ زكريا (و كذا فى الهدايه ص:۴۳۲ ج:۲) تهانوى۔

(۱) ويثبت نسب ولد المنكوحة حقيقة إذا جاء ت به لستة أشهر أو أكثر من وقت التزوج بأحد الشئين إمّا بالسكون من غير اعتراف ولا نفى له وأمّا بشهادة القابلة عند انكار الولادة لأنّ الفراش قائم والمدّة تامّه فوجب القول

بتبوته اعترف به أو سکت أو انکر حتی لو نفاه لا ینتفی إلّا باللعان۔ (البحر الرائق ص:۱۶۲ ج:۴) سعید۔

و کذا فی النهر الفائق ص:۴۹۶۔۴۹۷ ج:۲۔ زکریا۔

بریلوی لڑکے یا لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال (۵۳۸): بریلوی حضرات دیوبندی کو کافر کہتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اپنے کو پکا مسلمان ثابت کرتے ہیں ایسی صورت میں ایک رضا خانی مسلمان کا نکاح کافر دیوبندی کے ساتھ کیسے صحیح ہوسکتا ہے الا یہ کہ اسلام پیش کر کے مسلمان بنائے۔ دوسرے یہ کہ بریلوی حضرات اپنے عقائد شرکیہ و اعمال بد کی وجہ سے مشرک ہیں ان کے تفصیلی حالات آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ حضرات کی کیا تحقیق ہے؟ تو ایک بریلوی مشرک کا نکاح ایک دیوبندی مسلمہ خاتون کے ساتھ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً

اگر نکاح جائز نہیں تھا تو پھر ہندہ کے والدین نے کیسے کر دیا انہوں نے مسلمان ہی سمجھ کر نکاح کیا ہوگا اور اب اگر وہ ان کے نزدیک کافر ہو چکا ہے تو پھر لڑکے سے طلاق حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

دیوبندی کی شادی بریلوی کے گھر ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کا حکم

سوال (۵۳۹): دیوبندی اور بریلوی کی نزاعی صورتوں میں کیا فسخ نکاح کا حق موجودہ شرعی پنچایتوں کو حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ لڑکا کسی بھی صورت میں خلع و طلاق کے

لئے راضی نہ ہو الّا یہ کہ بہت بڑی رقم پیش کی جائے جو بہت ہی مشکل اور دشوار ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اب تک تو مفتیانِ کرام نے صورت مسئولہ کو ان امور میں شامل نہیں کیا جن امور میں شرعی پنچایت کو فسخ نکاح کا حق ہے "لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا"۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

نابالغی میں کئے ہوئے نکاح کا حکم

سوال (۵۴۰): ہندہ کا نکاح ان کے والدین نے کم سنی کی حالت میں ۸۰ء میں زید کے ساتھ کر دیا بعد بلوغ کے لڑکی نے عدم رضا اور ناراضگی کا اظہار کیا کہ ادھر دیوبندی و بریلوی تنازع ہونے کی وجہ سے اب تک رخصتی کی نوبت نہیں آئی کشیدگی بڑھتی جارہی ہے لڑکا رضا خانی ہے طلاق وخلع کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا ہے لڑکا کسی بھی صورت میں چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔ ضد پر اڑا ہوا ہے لڑکی پکی دیوبندی ہے عقائد اور اعمال کے بگاڑ نیز بدبخت اور رسومات کے ارتکاب کے ڈر سے ان کی زوجیت میں رہنے کو قطعاً تیار نہیں ہے ایسی صورت میں ہندہ علما ومفتیانِ کرام سے اپیل کرتی ہے کہ مجھے بد دینی کے ماحول سے بچایا جائے انشاء اللہ عنداللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نابالغہ بلوغ کے بعد فوراً خیار بلوغ کے تحت نکاح کو مسترد کر سکتی ہے لیکن اگر باپ نے نکاح کیا ہو تب نابالغہ بلوغ کے بعد خیارِ بلوغ کے تحت نکاح نہیں فسخ کر سکتی الّا یہ کہ باپ سیئ الاختیار ہو۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وللولی نکاح المجنونة والصغیر والصغیرة ولو ثیّباً فإن کان أبا أو جدًّا لزم العقد فلیس لها خیار الفسخ بعد الأفاقة ولإلها بعد البلوغ وإن کان المزوّج غیرهما فلهما الخیارُ إذا بلغا أو علما النکاح بعد البلوغ۔ (مجمع الأنهر ص:۴۹۴ ج:۱) فقیه الأمت۔

وفی الشامی ص:۶۵۔۶۸ ج:۳۔ کراچی۔

فإن زوّجهما الأب والجدّ فلا خیار لهما بعد بلوغهما وإن زوّجهما غیر الأب والجدّ فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ۔ (هندیه ص:۳۵۱ ج:۱) زکریا جدید۔

وفی الهدایة مع فتح القدیر ص:۲۷۵ ج:۳۔ دار إحیاء التراث العربی۔

بیوی کی خالہ سے نکاح کا حکم

سوال (۵۴۱): زید کی زوجہ رونق اللہ کو پیاری ہوگئی رونق کی ایک خالہ ہے کیا زید کی شادی بیوی کی خالہ سے بیوی کی وفات کے بعد ہوسکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

رونق کی خالہ سے زید کا نکاح درست ہے۔ اسباب التحریم انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع الخ (سکب الانہر (۱): ۱/ ۳۲۲) وعمته وخالته لاب وام اولاحدهما وتدخل فی العمات والخالات اولاد الاجداد والجدات وان علوا. وکذا عمة جده وخالته وعمة جدة وخالتها۔ (مجمع الانہر: ۱/ ۳۲۳) (۲)

محرمات صہریت میں بیوی کی خالہ داخل نہیں وہ زید کے حق میں اجنبیہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) اسباب التحریم أنواع "الخ". (سکب الأنہر مع مجمع الأنہر ص:۴۷۵ ج:۱)۔

وکذا فی الشامی ص:۱۰۷/ج:۴۔ اشرفیہ۔

وفی البحر الرائق ص:۹۲/ج:۳۔ سعید۔

(۲) (مجمع الأنہر ص:۴۷۶۔۴۷۷ ج:۱)۔ فقیہ الأمت۔ وفی الشامی ص:۱۰۹۔۱۱۰/ج:۴۔ اشرفیہ۔

نکاح کی ایک صورت

سوال (۵۴۲): عبد اللہ کو ایک لڑکی سے محبت ہوگئی جو اس کے شیخ ہی برادری کی تھی، مگر صحبت کی بنا پر وہ اسے چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور نکاح کی بھی صورت نہیں بنتی تھی اور اونچی برادری کی بنا پر کہنا بھی نہ چاہتا تھا تو اس نے خفیہ شادی کرلی اور اس احتمال پر کہ ممکن ہے کہ کوئی صورت نکل آئے اور نکاح باقی رہے حالانکہ روپئے میں ایک پیسہ سے بھی کمزور امید تھی مگر اس نے کسی مولوی صاحب سے سن رکھا تھا کہ اپنی بیوی جنت میں ملے گی تو اس نے سوچا کہ یہاں اگر میں مجبور ہوا تو ہمیشہ کے لئے جنت میں ساتھ رہے گی کسی مولوی صاحب سے مسئلہ معلوم کرکے اس نے یہ صورت اختیار کی کہ لڑکی سے یہ مضمون لکھوا کر اس سے دستخط لی اور دونوں بہت رضامند تھے لڑکی بالغہ تھی میں نے آپ کو نکاح کا وکیل بنایا کہ آپ اپنا نکاح مجھ سے کرلیجئے۔ دہندہ۔

اور یہ تحریر صبح کو لکھوا کر شام کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر قبول کرلیا واضح رہے کہ ایک گواہ تو لڑکی کے مکان اور لڑکی کو اور اس کے باپ کو جانتا تھا اور ایک کو لڑکی کا نام اور اس کے باپ کا نام اور مقام بتلا کر اس کے سامنے قبول کیا دونوں گواہ اکٹھے تھے اور پھر میاں بیوی کی طرح ملتے رہے تقریباً ایک سال بعد لڑکی کے گھر والوں نے اس کی شادی دوسری جگہ طے کی کہ گھر والوں کو یہ معلوم نہ تھا خفیہ ملاقات ہوتی تھی، ادھر عبد اللہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ نکاح ہونے والا ہے جب کہ نکاح کو تقریباً دو ماہ ہو رہے ہوں گے تو عبد اللہ نے اس چال سے کہ اب جب کہ کوئی صورت نہیں تو طلاق ہی دیدو ایک طلاق دیدی بیوی کو دو حیض آئے تھے تیسرا

حیض آنے سے قبل اس کا نکاح ہوگیا عبد اللہ نے اس کا مسئلہ پوچھا تو کسی سے معلوم ہوا کہ دوسرا نکاح نہیں ہوا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا تو کسی حیلہ سے اس بیوی کے دوسرے شوہر عمرو سے جس سے نکاح ثانیہ ہوا تھا پھر اس لڑکی کا نکاح کیا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ عمرو کا نکاح دو گواہوں کے سامنے پڑھایا اور دونوں گواہوں سے یہ کہا گیا کہ ان کا نکاح ہو چکا تھا لیکن نکاح میں کچھ گڑبڑی آگئی ہے اس لئے پھر اسی لڑکی سے نکاح پڑھانا ہے آپ لوگ گواہ رہیں اتنی بات دونوں گواہوں سے کہا مگر ایک گواہ سے یہ بھی کہا کہ فلاں مقام کی لڑکی ہے اور مجھے اجازت ہے اور دوسرے گواہ کو یاد نہیں کہ کہا کہ نہیں غالب یہ کہ نہیں کہا اور لڑکی سے عبد اللہ جس نے خفیہ نکاح کیا تھا اس نے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ کسی بہانے سے اپنے شوہر ثانی عمرو کو بھیجنا تو میں کسی طرح پھر سے نکاح اسی کے ساتھ پڑھوادوں گا اور تمہارا بھیجنا ہی تمہاری اجازت ہوگی اور کوئی چیز بطور علامت اجازت کے دیدینا تو لڑکی نے منظور کرلیا تھا اور عمرو شوہر ثانی کو بھیجتے وقت ایک چیز بھی بطور علامت دی تھی۔ بہر حال عبد اللہ نے عمرو سے کسی طرح یہ کہا کہ تمہارے نکاح میں گڑبڑی آگئی ہے پھر سے آپ کا نکاح پڑھادوں وہ بھی راضی ہوگیا عبد اللہ نے بحضور دو گواہوں کے، پھر سے عمرو سے نکاح پڑھادیا ایا یہ نکاح عمرو سے صحیح ہوا کہ نہیں کیونکہ گواہوں کو لڑکی کی اجازت کا علم بذریعہ تحریر تو ہوا نہیں محض ایک گواہ سے عبد اللہ نے یہ کہا تھا کہ لڑکی کی طرف سے مجھے اجازت ہے البتہ یہ کہا تھا کہ جس لڑکی سے ان کا نکاح کیا گیا اسی سے پھر کرنا ہے نیز لڑکی کا اور اس کے باپ کا نام گواہوں کے سامنے لیا گیا اور لڑکی وہاں نہ تھی بلکہ عمرو (جس سے عدت کے اندر نکاح ہوا تھا) کے ہی گھر پر تھی وہیں سے عمرو کو بھیجا تھا لڑکی نے کسی بہانہ سے جیسا شریعت کا فیصلہ ہو کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا لیکن عبد اللہ صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویتولّی طرفی النکاح واحد أی یتولی واحد الایجاب والقبول ولا یشترط أن ینکلم بهما..... وهو علی أقسام إمّا أن یکون أصیلا وولیًا.. أو وکیلاً من الجانبین "وفی الحاشیة" بأن وکلّت امرأة رجلاً بتزویجها من زید مثلاً ووکّل زید أیضاً ذلك الرجل بتزویجه منها فیقول الوکیل زوجّت موکلی فلاناً موکلتی فلانة۔ (شرح الوقایہ ص:۲۸ ج:۲)۔ تھانوی۔

أنّ الواحد یصلح وکیلا فی النکاح من الجانبین "الخ"۔ (ھندیہ ص:۳۶۴ ج:۱)۔ زکریا جدید۔

وکذا فی الشامی ص:۹۶ ج:۳۔ کراچی۔

وفی مجمع الأنہر ص:۵۰۶/ج:۱۔ فقیہ الأمت۔

وفی البحر الرائق ص:۱۳۶/ج:۳۔ سعید۔

بے نسب سے شادی کا حکم

سوال (۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کی بیوی کا تعلق کسی غیر مرد سے تھا لوگوں کا کہنا ہے کہ اسی مرد سے بچے ہوئے ہیں۔ اُن صاحب سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اب دوسرے مرد سے جو بچے ہیں تو لڑکی کی شادی ہوگئی اور اب اس لڑکی سے جو لڑکا یا لڑکی ہے۔ اس کے متعلق علماء یا شرع کا کیا حکم ہے۔ اب اس لڑکی سے شادی کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔ چونکہ اُس کی ماں تو اپنے باپ سے نہیں کسی غیر مرد سے ہے اور اُس کی اولاد یہ لڑکی ہے۔ **بینوا وتوجروا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جائز ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ولا تزر وازرۃ وزر أخری۔ (سورۃ الفاطر: ۱۸)۔

ومنها إسلام الرجل إن كانت المرأة مسلمة۔ (بدائع الصنائع ص: ۵۵۴ ج: ۲) ۔زکریا۔

وفی فتاویٰ محمودیہ ص: ۵۵۸ ج: ۱۱ ،مکتبہ شیخ الاسلام۔

ایک بیوی نے اپنے حقوق معاف کر دیئے تو کیا دوسری کے ساتھ وقت گذاری کی جاسکتی ہے؟

سوال (۵۴۴): غریب بیوہ عورتوں کو زکوٰۃ کے روپیہ سے اگر مہینہ باندھ دیا جائے تو کوئی برائی تو نہیں میرے ایک دوست نے بیوی سے ناراض ہوکر ایک ایسی غریب لڑکی سے شادی کرلی، جسے اپنی شادی کی امید نہیں تھی، شادی سے پہلے لڑکی سے اور اس کے والدین سے یہ قول وقرار ہوگیا تھا کہ سال میں صرف ایک ماہ اس لڑکی کے ساتھ گذارا جائے گا، شادی کرنے کا دو مقصد تھا ایک تو یہ کہ ایک غریب لڑکی کی شادی ہوجائے اور اس کے خاندان کی اس طرح کفالت ہوجائے دوسرے یہ کہ اگر ایک لڑکا ہوجائے تو اسے دیندار بنایا جائے یعنی علوم دینیہ کا عالم بنایا جائے ایک بات اور رہے کہ لڑکی نے اپنے حقوق پہلی بیوی کے ساتھ زیادہ رہنے کی صورت میں شادی کے بعد معاف کردی ہے۔اور وہ اس پر آج بھی قائم ہے لیکن اس کے انداز سے ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنا حق یعنی آدھا لینا چاہتی ہے لیکن یہ بات زبان سے اس نے کبھی نہیں کہا ہے حسبِ خواہش الحمد للہ ایک لڑکا بھی پیدا ہوگیا ہے۔میرا دوست حتی الامکان دوسری بیوی کے ساتھ سال میں ایک ماہ سے زیادہ ہی گذارتا ہے۔پہلی بیوی کو دوسری کا کوئی علم نہیں، ایسی صورت میں کیا میرا دوست کوئی گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوا۔واضح رہے کہ دوسری شادی سے پہلے میرے دوست نے ایک عالم سے دریافت کرلیا تھا کہ دوسری بیوی اپنے حقوق سے دست بردار ہوجائے تو پہلی بیوی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گذارا

جاسکتا ہے، ایک بات اور ہے کہ شادی کے وقت یہ بات دوسری بیوی کے والدین نے واضح کردی تھی، کہ لڑکی سخت دیندار ہے، پانچوں وقت کی نمازی ہے، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان کے علاوہ کوئی بھی نماز نہیں پڑھتی صرف لڑکی کے والد نمازی ہیں، میرے دوست کے بار بار کہنے کے باوجود بھی باقاعدگی سے نماز اور تلاوت کی پابند نہیں ہوتی۔ اب میرا دوست دونوں بیویوں کے حقوق یکساں نہ ادا کرنے کی صورت میں اللہ میاں کے یہاں پکڑا جائے گا یا نہیں؟ اگر پکڑے جانے کی صورت ہو تو کیا دوسری کو طلاق دیدے اور اگر دوسری طلاق کے لئے تیار نہ ہو، اور یہ کہے کہ خواہ آپ نہ آئیں یا جیسے آتے ہی ویسے ہی آئیں تو ایسی صورت میں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فقیر وہ ہے جو مقدار نصاب کا مالک نہ ہو اور نہ اس کی قیمت کا مالک ہو۔ اگرچہ تندرست ہو کمانے کے لائق ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، کذا فی المراقی، ظاہر حال سے جو غریب معلوم ہو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ہر ایک کے گھر جا کر تحقیق کرنے کے آپ مکلّف نہیں: ”**ولو دفع بتحر لمن ظنه مصرفا فظهر خلافه اجزاه**“ (مراقی) اس لئے سب سے آسان و بہتر راستہ یہ ہے کہ اپنے کسی معتمد عالم دیندار کے حوالہ کردیا جائے اور اس کو صحیح مصارف میں خرچ کرنے کا اختیار دیدیا جائے۔

مزنیہ حاملہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۵۴۵): محمد سعید کی شادی شاہ جہاں بیگم سے ہوئی شادی کے بعد لڑکی رخصت ہو کر جب سسرال گئی تو وہاں جاتے ہی فوراً اپنے پیٹ کی تکلیف کو ظاہر کیا اس پر سسرال والے اس کو ڈاکٹر کے یہاں لے کر گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ اس کے پیٹ میں چار ماہ کا حمل ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شاہ جہاں سے محمد سعید کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ حالت حمل میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

لڑکی خود بھی اپنے حمل کا اعتراف کرتی ہے اور اس کا تذکرہ اس نے دوسروں سے بھی کیا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسی عورت جس کے پیٹ میں زنا کی وجہ سے بچہ ہو اس کا نکاح دوسرے سے جائز ہے لیکن شوہر کے لئے صحبت کرنا یا بوسہ وغیرہ لینا جائز نہیں جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں محمد سعید کی شادی صحیح ہے البتہ محمد سعید کے لئے لازم ہے کہ جب تک شاہ جہاں کی ولادت نہ ہو جائے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے اس سے صحبت نہ کرے بوسہ وغیرہ نہ لے۔ "**وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع**" (درمختار: ۲/ ۲۹۱، ۲۹۲)(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وصح نکاح حبلی من زنا۔۔۔إلی وان حرم وطؤھا ورواعیہ۔ حتی تضع۔ (در مختار مع الشامی ج:۲، ص:۲۹۱۔ نعمانیہ دیوبند۔

درمختار مع الشامی ج:۳/ص:۴۸۔ کراچی۔

قال رحمہ اللہ وحبلی من زنا لامن غیرہ۔ الخ۔

(تبیین الحقائق ج:۲ص:۱۱۳۔ امدادیہ ملتان پاکستان۔

مجمع الأنہر ج:۱ص:۴۸۵۔ فقیہ الامۃ دیوبند۔

البحر الرائق ص:ج:۳،ص:۱۰۶۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

ہندیہ ج:۱ص:۳۴۶۔ زکریا جدید دیوبند۔

حمل کی صحیح مدت کی تحقیق

سوال (۵۴۶): حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ نے بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۴۲، پر درمختار ج ۲ ص ۲۶۱، کے حوالہ سے درمختار فتوی کی معتبر کتاب ہے انکار نہیں کیا جاسکتا لڑکے کے حلالی ہونے کے بیان میں فرماتے ہیں ”حمل کی مدت کم از کم چھ مہینے ہیں اور زیادہ سے زیادہ دو برس یعنی کم از کم چھ مہینہ لڑکا پیٹ میں رہتا ہے پھر پیدا ہوتا ہے چھ مہینہ سے پہلے پیدا نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے اس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا۔

دریافت امر صرف یہ ہے کہ کیا لڑکا دو برس تک ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے جبکہ نو دس ماہ میں عورت کی حالت ناگفتہ ہو جاتی ہے بلکہ زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے، کیا ایسا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں یا فقہاء کرام کے یا صحابہ کے دور میں ہوا ہے؟ جو مرقوم ہو، جو قوانین شریعت میں داخل ہو چکا ہے، جو بھی حکم شرع یا واقعہ وغیرہ ہو، بیان فرمائیں اور کیا اس کا ثبوت قرآن اور حدیث سے ہے بحوالہ کتب مع عبارت واضحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

بہشتی زیور میں جو مسئلہ لکھا ہوا ہے بالکل صحیح ہے امام مالک علیہ الرحمہ کے بارے میں بستان المحدثین میں ہے کہ وہ ماں کے پیٹ میں دو سال اور بعض کے مطابق تین سال رہے بستان المحدثین اردو ص ۱۳، مصنفہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلی علیہ الرحمہ، نیز حضرت عائشہ سے ثابت ہے کہ بچہ دو سال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں ”**قالت عائشة رضی اللہ عنہا الولد لا یبقی فی بطن امه اکثر من سنتین ولو بفکلة مغزل**“ (عنایة شرح ہدایہ) (۱)

اور اس مدت کا حاصل بچہ کو ضیاع نسب سے بچانا ہے مثلاً اگر کسی عورت کی شادی ہوئی اور ایک ہفتہ کے بعد شوہر نے طلاق دیدیا اس کے بعد اس عورت نے دوسری شادی

نہیں کی پھر بھی ۲۳ مہینہ کے بعد بچہ پیدا ہوگیا تو یہ بچہ حرامی نہیں کہلائے گا بلکہ صحیح النسب ہوگا اور اس کی نسبت اس شوہر کی طرف کی جائے گی جس نے شادی کے ایک ہفتہ کے بعد طلاق دیدی تھی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) لقول عائشة رضی الله عنها الولد لا يبقى فى البطن أكثر من سنتين الخ۔ (أوجز المسالك ص:۳۱۵ ج:۱۵۔ مركز الشيخ أبي الحسن الندوی۔

وکذا فی إعلاء السنن ص:۲۰۷ / ج:۱۱۔ المکتبۃ الامدادیہ پاکستان۔

وہکذا فی البنایۃ ص:۴۶۶ / ج:۵۔ مکتبہ دار الفکر بیروت۔

وہکذا فی فتح القدیر ص:۱۸۰ / ج:۴۔ دار إحیاء التراث بیروت۔

وأقل مدۃ الحمل ستۃ أشہر۔۔۔۔وأکثرہا کثیر أسنتان وغالبہا تسعۃ أشہر۔۔۔(مجمع الأنہر ص:۱۵۷ ج:۲۔ مکتبہ فقیہ الأمۃ دیوبند)۔

نکاح کے وقت کلمہ پڑھانے کا حکم

سوال (۵۴۷): کلمہ جاننے والے نوشہ کو بوقت نکاح کلمہ پڑھوانا کیسا ہے؟ سوال مسئول کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

واجب وفرض نہیں البتہ پڑھوانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس کو لازم اور ضروری سمجھنا غلط ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن اسمٰعیل ابن ابراھیم، عن رجل من بنی سلیم قال: خطبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمامۃ بنت عبد المطلب، فأنکحنی من غیر أن یتشھد۔ (ابوداؤد ج:۱، ص:۲۸۹ مکتبہ بلال دیوبند۔

فتاویٰ محمودیہ ج:۱۰/ص:۶۱۱۔۶۱۰ مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند۔

کفایۃ المفتی ج:۵/ص:۱۵۱ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

ایجاب وقبول ایک بار ضروری ہے یا تین بار؟

سوال (۵۴۸): بعض آدمی یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کرلیا تو بعض کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہے اگر کرلیا تو کوئی بات نہیں مثلاً نکاح کے موقعہ پر ایجاب وقبول کتنی بار اور تین بار، دیکھا جاتا ہے کہ نکاح پڑھانے والا نکاح پڑھاتا ہے کوئی سمجھنا چاہتا ہے تو کہتے ہیں کہ کوئی حرج کی بات نہیں تو کیا شریعت ان سب باتوں کی اجازت دیتی ہے کہ حرج اور مضائقہ وغیرہ معاف ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نکاح میں صرف ایک بار ایجاب وقبول ضروری ہے ایک مرتبہ جب لڑکے نے کہہ دیا کہ میں نے قبول کیا تو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے (۱) بعض لوگ تین مرتبہ کہلوانے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ غلط ہے البتہ اگر کوئی شخص اس کو ضروری نہ سمجھتا ہو پھر بھی تین مرتبہ قبول کروائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی گناہ نہیں جہاں لوگ تین مرتبہ کروانا ضروری سمجھتے ہوں وہاں ایک ہی مرتبہ قبول کروایا جائے تا کہ ان کے خیال خام کی تردید نیز تصحیح ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وینعقد النکاح بلفظ واحد ویکون اللفظ الواحد ایجاباً۔ وقبولاً۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲ص:۵۸۰ ادارۃ القران والعلوم الاسلامیۃ۔ کراچی۔

ینعقد بالایجاب والقبول... فإذا قال لها أتزوجك بكذا فقالت قبلت يتم النکاح وان لم یقل الزوج قبلت۔ (هندیه ج:۱ص:۲۷۰۔ رشیدیه کراچی۔

فقال وینعقد بلفظین یعبر بهما عن الماضی.... مثل أنکحتك وزوجتك فیقول قبلت أو فعلت أو رضیت۔ (فتح القدیر ج:۳، ص:۱۰۳۔ دار إحیاء التراث الاسلامی بیروت۔

النکاح ینعقد متلبساً بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر۔ (الدر المختار ج:۳، ص:۹) سعید کراچی۔

فتاویٰ محمودیه ج:۱۰۔ ۴۹۸۔ ۴۹۷۔ مکتبه شیخ الاسلام دیوبند۔

مودودی کے یہاں تبلیغی کی شادی کا حکم

سوال (۵۴۹): جماعت اسلامی والے کے گھر اگر جماعت تبلیغی والا شادی کر رہا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

جائز ہے لیکن عموماً رشتہ خوشگوار اسی وقت ہوتا ہے جب دونوں ہم مشرب وہم مزاج ہوں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح
بندہ عبدالحلیم غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) وفی النهر تجوز مناکحة المعتزلة الخ۔ (در مختار ج:۲ ص:۲۸۹ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحهم لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة۔ كما قدمنا نقله عن الأئمة في باب الامامة۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۳ سعید کراچی۔

فتاویٰ محمودیہ ج:۱۱ ص:۴۵۸۔ مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند۔

غنودگی کی حالت میں قبول کئے ہوئے نکاح کا حکم

سوال (۵۵۰): زید اور زینب دونوں نابالغ تھے اور ان دونوں کے والدین نے عقد مناکحت طے کیا، نکاح پڑھانے میں قدرے تاخیر ہوگئی اور باہم دونوں کے اولیاء کے درمیان ایک سو اکاون روپیہ مہر طے ہونا قرار پایا لیکن جب نکاح پڑھانے کا وقت آیا تو زینب کے والد نکاح پڑھانے والے سے یہ کہہ کر کہیں چلے گئے کہ نکاح پڑھا دینا ہماری طرف سے اجازت ہے، البتہ زید کے والد مجلس نکاح میں حاضر تھے ناکح صاحب بجائے ایک سو اکاون پر نکاح پڑھانے کے پانچ سو اکاون پڑ پڑھا دیا اور لڑکے سے جب پوچھا گیا تو اس پر چونکہ نیند کا غلبہ تھا، غنودگی طاری تھی اس نے جوابا کہا کہ مجھ کو کچھ نہیں معلوم کہ کتنے پر پڑھایا گیا، البتہ کچھ آواز سننے میں آرہی تھی وہ آواز کیا تھی اس کا مجھ کو قطعا علم نہیں ہے میں اس سے بالکل بے خبر ہوں اب دریں صورت قابل دریافت امر یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

حافظ کفایت اللہ

صالحہ اسٹور، سلطان پور

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں اگر زید کے والد نے زید کی طرف سے وکالۃ نکاح کو قبول کیا تب تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر زید نے خود قبول کیا تب نکاح نہیں ہوا اس لئے کہ صحت نکاح کے لئے

ہوش وحواس کا صحیح ہونا ضروری ہے اور سوال میں ذکر کردہ باتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید باہوش وحواس نہیں تھا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) یتولی طرفی النکاح واحد أی یتولی واحد الایجاب والقبول.... وهو علی أقسام... أوولیا من جانب ووکیلاً من جانب۔ (شرح الوقایہ ص:۲۸ ج:۲) تھانوی۔

وفی الشامی ص:۹۶ ج:۳۔ کراچی۔

وفی البحر الرائق ص:۱۳۶ ج:۳۔ سعید۔

یصحّ التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود۔ (ہندیہ ص:۲۶۰ ج:۱) زکریا جدید۔

وصحه بحضور أبنی العاقدین وناعسین وسکاری بذکرونه بعد الصحو۔ (الاشباه والنظائر ص:۲۳۸ الفن الاول۔ القاعده الرابعه)۔ دار الکتاب دیوبند۔

متعین مہر سے زائد پر نکاح پڑھانے کا حکم

سوال (۵۵۱): بصورت جواز مہر کی ادائیگی زید کے ذمہ کتنی واجب ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایک سو اکیاون کی ادائیگی ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وتجب العشرة إن سماها أو دونها۔ ویجب الأکثر منها إن سمیٰ الأکثر۔ (در مختار ج:۳، ص:۱۰۲۔ سعید کراچی)۔

وما فرض براضیهما أو بفرض قاضی مهر المثل... الی قوله أو زید علی ما سمی

فإنها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس۔ أو قبول ولی الصغیرة ومعرفة قدرها۔ وبقاء الزوجیة علی الظاهر۔ (در مختار ج:۳،ص:۱۱۲)۔ سعید کراچی۔

فإن کان المسمی أکثر من مهر المثل فالزیادة باطلة ویجب مقدار مهر المثل، لأنه فات الرضا فی الزیادة بالا کراه الخ۔ (البحر الرائق ص: ۵۷ ج: ۸ سعید کراچی)۔

ومن سمی مهراً عشرة فما زاد فعلیه المسمی إن دخل بها او مات عنها۔ (هدایه ج:۲ ص:۳۲۴۔ تھانوی دیوبند)۔

یجب المهر المسمی إذا کانت التسمیة صحیحة۔ (الفقه الاسلامی وادلته ج:۹ س:۶۷۸۲)۔ دار الفکر۔

مجنون اور سکران کی تعریف

سوال (۵۵۲): مجنون اور سکران کی تعریف لغوی او اصطلاحی ایک ہی ہے یا دونوں میں کچھ فرق ہے؟ اگر نتیجہ کے اعتبار سے کچھ فرق ہو تو مہربانی فرما کر واضح فرمادیں۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

سکر اور جنون میں فرق ہے سکر ایسے سرور کو کہتے ہیں جو مزیل عقل ہو اور اشیاء نشہ آور پینے کیوجہ سے آسمان وزمین میں فرق کی صلاحیت ختم ہوجائے یا یہ کہ وہ عقل پر اس طرح غالب آجائے کہ اول فول بکنے لگے۔ (شامی: ج ۲ ص ۴۲۳) (۱) اور جنون یہ ہے کہ اچھی اور بری چیزوں کے درمیان امتیازی قوت مختل ہوجائے یا تو فطرۃ دماغ کی کمزوری کی وجہ سے یا کسی آفت سماوی یا شیطانی استیلاء کی وجہ سے دماغی توازن ختم ہوجائے۔ (شامی: ۲/ ۴۲۶) (۲)

حکماً بھی دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ سکران کی طلاق ہوجاتی ہے اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (کذا فی الدر المختار: ۲/ ۴۲۳، ۲/ ۴۲۶) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) سکران کی تعریف: السکر سرور یزیل العقل فلا یعرف به السماء من الارض وقالا بل یغلب علی العقل فیهذی فی کلامه۔ (الشامی ج:۲ ص:۴۲۳)۔ مکتبه نعمانیه دیوبند۔

(۲) جنون کی تعریف: الجنون اختلال القوة الممیزة بین الأمور الحسنة والقبیحة المدركة للعواقب بأن لا تطهر آثارها وتتعطل افعالها۔ (الشامی ج:۲ ص:۴۲۶۔ مکتبه نعمانیه دیوبند۔

(۳) سکران کی حکم: ویقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو تقدیراً لیدخل السکران۔ (الشامی ج:۲، ص:۴۲۱۔ نعمانیه دیوبند۔ مجمع الانهر ج:۲، ص:۸۔۷۔ فقیه الامة دیوبند۔

جنون کا حکم: رجل عرف انه كان مجنوناً فقالت له امرأته طلقتنی البارحة فقال أصابنی الجنون ولا یعرف ذلك الا بقوله كان القول۔ قوله۔ (الشامی ج:۲، ص:۴۲۶۔ نعمانیه دیوبند)۔

لا طلاق صبی ومجنون الخ۔ مجمع الانهر ج:۲،ص:۱۰۔۸۔ فقیه الامة دیوبند۔

بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کا حکم

سوال (۵۵۳): زید قدیمی مسلم خاندان ومسلم والدین کی اولاد ومسلم معاشرے وماحول میں پرورش پانے والا اور حکم جاننے والا اور بوقت نکاح حاضرین مجلس کو کلمہ سنایا بھی اس کے لئے ناکح نے بلا کلمہ پڑھائے نکاح پڑھ دیا اس صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

نکاح درست ہوگیا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التــعــلــيـــق والــتــخــريـــج

(۱) وینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر..... وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر۔ یستحق رضاهما۔ وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین الخ۔ (الدر المختار ج:۳،ص:۹۔ ۲۱۔ ۲۲) سعید کراچی۔

النکاح ینعقد بالایجاب والقبول.... ولا ینعقد نکاح المسلمین الابحضور شاهدین حرین عاقلین الخ۔ (هدایه ج:۲،ص:۳۰۶۔ ۳۰۵۔ مکتبه تهانوی دیوبند)۔

بنایه: ج:۴،ص:۴۷۸۔ ۱۹۴۔ ۴۹۰۔ دار الفکر بیروت۔

فتاویٰ محمودیه ج:۱۰۔ ص:۶۰۹۔ ۶۰۶۔ شیخ الاسلام دیوبند۔

النهر الفائق ج:۲،ص:۱۸۲۔ ۱۸۱۔ ۱۷۶۔ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

نکاح کے شرائط کیا ہیں؟

سوال (۵۵۴): نکاح کے شرائط اور فرائض کیا ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صرف ایجاب وقبول اور شاہدین۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التــعــلــيـــق والــتــخــريـــج

(۱) النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول.... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عالقین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وإمرأتین عدولاً کانوا أو غیر عدول أو محدودین فی القذف۔ (ہدایہ ج:۲،ص:۳۰۶۔ ۳۰۵۔ مکتبہ تھانوی دیوبند)۔

قال النکاح ینعقد بالایجاب والقبول۔ (بنایه ج:۴،ص:۴۷۸۔ دار الفکر)۔

قال ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین۔ الشهادة فی النکاح شرط

عندنا... لقوله علیه السلام۔ لا نکاح إلا بولی وشاهدی عدل۔ (بنایه ج:۴، ص:۴۹۱۔۴۹۰۔ دار الفکر۔

وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الأخر.... کزوجت نفس ویقول الآخر تزوجت۔ (شامی ج:۳، ص:۱۰۔۹۔ سعید کراچی۔

وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قوهما علی الأصح۔ (شامی ج:۳ ص:۲۱۔۲۰۔ سعید کراچی۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند۔ ج:۷۔ ص:۵۶۔ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

ولیمہ کس کھانے کو کہتے ہیں؟

سوال (۵۵۵): دعوت ولیمہ میں کیا شرط ہے؟ بعض آدمی لڑکے کی بارات کی واپسی کے دن لڑکی کی بارات منگا لیتے ہیں اور منت یہ بھی رکھا کہ دعوت ولیمہ بھی ہو جائے گا کیا دعوت ولیمہ میں عورت سے صحبت شرط ہے؟ یا کیا بعض آدمی صبح کو بارات واپس لا کر شام ہی کو دعوت ولیمہ کرتے ہیں وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ولیمہ کے لئے رات میں صحبت ضروری ہے، ولیمہ اسی کھانے کو کہتے ہیں جو شب زفاف کے بعد کھلایا جائے، اگر شب زفاف منائے بغیر کھلایا تو ولیمہ مسنون نہیں کہلائے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المنقول من فعل النبی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انها بعد الدخول کأنّه یشیر إلی قصّة زینب بنت جحش.... وحدیث أنس فی هذا الباب صریح فی أنّها: أی الولیمة بعد الدخول۔ (اعلاء السنن ص:۱۰۔۱۱ ج:۱۱) ادارة القرآن کراچی۔

قيل انّها تكون بعد الدخول وقيل عند العقد وقيل عندهما "الخ"۔ (مرقاة المفاتيح ص:٢٥٠ ج:٦) باب الوليمة۔ كتب خانه اشاعت الإسلام دهلی۔

وفی الهندیہ ص:٣٩٧ ج:٥ کتاب الکراہۃ باب الهدایا والضیافات۔ زکریا جدید۔

و كذا فی بذل المجهود ص:١١ ج:٨۔ باب قلة المهر بيان حكم الولية۔ مركز الشيخ ابی الحسن الندوی۔

رخصتی کے تیرہ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟

سوال (٥٥٦): ظفر عالم کی شادی ماہ ذی الحجۃ ١٤١٠ھ میں ہوئی اور اسی وقت بچی رخصت ہوکر سسرال گئی اور دس روز سسرال رہی اس درمیان دونوں کے درمیان تعلق ازدواجیت قائم رہا اس کے بعد دوبارہ شعبان ١٤١١ھ میں بچی رخصت ہوکر گئی اور صفر ١٤١٢ھ میں سسرال سے واپس آئی اور اس کے بعد ایک بچہ پیدا ہوا۔

اس طرح رخصتی کے تیرہ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا اب سوال یہ ہے کہ وہ بچہ جو رخصتی کے تیرہ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے وہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟ بعض اغراض فاسدہ کے تحت اس کو غیر ثابت النسب قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا کوئی واقعی ثبوت نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں تیرہ ماہ کے بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہے، جو لوگ اسے غیر ثابت النسب قرار دیتے ہیں ان پر لازم ہے کہ چار عینی گواہ کالمیل فی المکحلہ پیش کریں، ورنہ ایسے لوگ حد قذف کے مستحق ہیں، اسلامی عدالت کے فقدان کی وجہ سے حد تو جاری نہیں کی جاسکتی البتہ ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔(١)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لقول عائشه رضی الله عنها۔ الولد لا یبقی فی البطن أکثر من سنتین الخ۔
(اوجز المسالک ص: ۳۱۵ ج: ۱۵۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔

وہکذا۔ إعلاء السنن ص: ۲۰۷/ ج: ۱۱۔ المکتبہ الامدادیہ ملتان۔

وہکذا۔ البنایہ ص: ۴۶۶/ ج: ۵۔ مکتبہ دار الفکر بیروت۔

وہکذا۔ فتح القدیر ص: ۱۸۰/ ج: ۴۔ دار إحیاء التراث بیروت۔

حبلیٰ من الزنا سے نکاح کا حکم

سوال (۵۵۷): زید کا نکاح ہوا ایسی لڑکی سے کہ اس کو بوقت نکاح پانچ یا چھ مہینہ کا ناجائز حمل تھا رخصتی کے بعد سسرال والوں نے وہ حمل بذریعہ دوا ساقط کرایا آیا اس حالت میں زید کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور یہ حمل جو بذریعہ دوا ساقط کرایا گیا ہے حمل کا ساقط کرانے والا کس فعل کا مرتکب ہوا فعل حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا۔ ”**وصح نکاح حبلیٰ من زنا**“ (درمختار: ۲/ ۲۹۱) (۱) لیکن حمل کو ساقط کروانا جائز نہیں تھا لہٰذا جس شخص نے ساقط کروایا ہے وہ غیر شرعی اور ممنوع چیز کا مرتکب ہوا اس کو چاہیئے کہ توبہ استغفار کرے نیز اس پر غرہ واجب ہے جس کی مقدار پانچ سو درہم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

الجواب صحیح

بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) درمختار مع الشامی ج: ۲ ص: ۲۹۱۔ نعمانیہ دیوبند۔

تبیین الحقائق ج: ۲، ص: ۱۱۳۔

مجمع الأنهر ج:۱، ص:۴۸۵۔ فقیہ الامۃ دیوبند۔

البحر الرائق ص:۱۰۶ ج:۳۔ سعید کراچی۔

ھندیہ ج:۱ ص:۳۴۶۔ زکریا جدید دیوبند۔

دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کا حکم

سوال: عبد الغفار نے فاطمہ سے نکاح کیا بہت دن انتظار کرتا رہا لیکن فاطمہ کے بطن سے کوئی بچہ تولد نہیں ہوا آخر کار عبد الغفار مایوس ہو کر فاطمہ کی حقیقی بہن سے نکاح کر لیا کچھ دنوں کے بعد فاطمہ سے ایک لڑکا تولد ہوا اور اس کی بہن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی نیز جمع بین الاختین کرنا حرام ہے ایسی صورت میں دونوں کا نکاح ٹوٹ گیا یا کسی ایک کا نیز اور جو بچہ دو بہنوں سے پیدا ہوا دونوں کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں نیز جدا کرے تو پہلی منکوحہ کو یا دوسری کو۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں عبد الغفار کا فاطمہ کے حقیقی بہن سے نکاح جائز نہیں تھا۔ "**لقوله تعالیٰ وأن تجمعوا بين الاختين**" (۱) عبد الغفار نے جو کیا وہ حرام ہوا اور جو بچہ پیدا ہوا وہ ولد الزنا نہیں ہوا بلکہ ثابت النسب ہوا، اب عبد الغفار کو چاہئے کہ دوسری بیوی سے فوراً رشتہ منقطع کر لے اور پہلی بیوی سے تعلقات استوار رکھے، پہلی بیوی سے نکاح بدستور قائم ہے اور اس کا بچہ بھی ثابت النسب ہے۔ "**ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد**" (کذا فی الہندیہ: ۱/۳۳۰)(۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد حنیف غفرلہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قوله تعالیٰ: وان تجمعوا بين الاختين۔ (سورة النساء آيت)

لا يجمع بين الاختين نكاحاً ولا بملك يمين وطياً لقوله تعالیٰ: وأن تجمعوا بين الاختين۔

ولقوله علیه السلام: من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یجمعنّ ماءه فی رحم اختین۔ (هدایه ج:۲، ص:۳۰۸۔ مکتبه تهانوی دیوبند)۔

وأما الجمع بین ذوات الارحام.... الی سواء کانتا اختین من النسب۔ اومن الرضاع۔ (هندیه ج:۱، ص:۳۲۳۔ زکریا جدید دیوبند۔

خلاصۃ الفتاویٰ ج:۲رص:۷۔مکتبہ الاشرفیہ دیوبند۔

الدر المختار ج:۱رص:۱۸۸۔دار الکتاب دیوبند۔

البحر الرائق ج:۳رص:۹۵۔سعید کراچی۔

شامی ج:۳رص:۳۴۔کراچی۔ (۲) ہندیہ ج:۱ص:۳۳۰۔رشیدیہ۔

رخصتی کے چند روز کے بعد میکہ لے جانے کا حکم

سوال (۵۵۹): شادی کے موقعہ پر عموماً لوگ دلہن کو ایک دن تین دن یا ۷ دن کے بعد اس کے میکے واپس لے جاتے ہیں۔جبکہ اس کا شوہر اس پر راضی نہیں ہوتا تو کیا شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا جانا جائز ہے احادیث وکتب فقہ کی روشنی میں جواب دینے کی زحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

”العرف فی الشرع له الاعتبار ☆ ولذا علیه الحکم قد یدار“(۱)

(رسم المفتی)

شریعت میں عرف کا اعتبار ہے، اسی وجہ اس پر بہت سے احکام کا مدار ہے، پورے ہندوستان کا عرف تقریباً یہی ہے کہ بچی پہلی بار چند روز کے لئے سسرال جاتی ہے اس کے بعد استراحت کے لئے میکہ واپس آجاتی ہے، اس معاملہ میں عرف خود مجیز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شرح عقود رسم المفتی ص:۱۵۳۔ دار الکتاب۔

إنما تعتبر العادة إذا اطردت أو غلبت۔ (قواعد الفقه: ۶۳۔ دار الکتاب دیوبند۔

العادة تجعل حکماً إذا لم یوجد التصریح بخلافه۔ (قواعد الفقه: ۸۹۔ دار الکتاب دیوبند۔

نکاح کی اجرت کا حکم

سوال: نکاح پڑھانے والوں کو کچھ روپیہ دینا جیسا کہ ہمارے ملک میں رائج ہے کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بطور اجرت کے نہیں بلکہ بطور ہدیہ کے دینا جائز ہے، اور اس کا لینا بھی جائز ہے، حرام نہیں، البتہ مانگنا نہیں چاہئے، اور نہ ملنے پر ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والمختار للفتوی أنه إذا عقد بکراً یأخذ دیناراً، وفی الشیب نصف دینار، ویحل له ذلك کذا قالوا۔ (الفتاویٰ الهندیه ص:۳۰۶ ج:۳)۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألا إلا تظلموا الا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۲۵۵، شعب الإیمان)۔

لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی۔ (فتاویٰ شامی ج:۵، ص:۴۶۱۔ کراچی)۔

وکل نکاح باشره القاضی، وقد وجبت مباشرته علیه، کنکاح الصغار والصغائر، فلا یحل له أخذ الأجرة علیه وما لم تجب مباشرته علیه حل له أخذ

الأجرة علیه۔ (الفتاویٰ الهندیه ج:۳،ص:۳۰۶۔ زکریا)

(۵) کفایة المفتی ج:۵ص:۱۴۹۔ زکریا۔

جیٹھ کے لڑکے سے شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۵۶۱): مفتی صاحب سے میری گذارش یہ ہے کہ ہمارے آدمی کا انتقال ہوگیا ہے میرے تین لڑکی ہے باقی لڑکا نہیں ہے صرف تین لڑکی ہے اور ہمارے مکان کھیت سب کچھ ہے، لیکن ہمارے ایک بڑے جیٹھ ہیں، وہ لوگ گھر پر قابض ہیں سوال یہ ہے کہ جیٹھ کے لڑکے سے چچی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

جیٹھ کے لڑکے سے شادی کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ **احل لکم ماوراء ذالکم** میں داخل ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وأحل لکم ما ورآء ذالکم۔ (سورة النساء)۔

(۱) عن علی رضی الله عنه قال: زوجنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ابنته فاطمة۔ (سنن النسائی ۷۶ ج:۲، مکتبه بلال دیوبند)۔

وعن بُریدة قال خطب أبوبکر وعمر رضی اللہ عنہ فاطمة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم إنها صغیرة ثم خطبها علی رضی اللہ عنہ فزوجها منه۔ (مشکوٰة المصابیح ص:۵۶۵ ج:۲) مکتبه ملت دیوبند۔

خالة أبیه حلال، کبنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالیٰ وأحل لکم ما ورآء ذلکم۔ (الدر المختار مع شامی ص:۳۰ ج:۳) کراچی

مہر کی تفصیل

سوال (۵۶۲): مہر کے بارے میں تفصیل سے لکھیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نکاح کے شرائط ضروریہ میں مہر بھی ہے جو مامور شرعی ہے۔ اس کی مقدار کی تعیین میں بھی حضرات ائمہ کا اختلاف رہا ہے، لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درہم سے کم معتبر نہیں ہے ''**لان النبی ﷺ قال لا مہر لاقل من عشرۃ دراھم**'' (۱) لیکن کثرت کی کوئی تحدید منصوص نہیں، (۲) امہات المومنین وازواج مطہرات نیز صحابیات کی مہریں مختلف رہی ہیں لیکن سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمہؓ کی مہر ایک سو بتیس تولہ چاندی مقرر ہوئی تھی اسی وجہ سے اپنے اکابرین میں اختلاف رائے موجود ہے بعض اکابرین اس بات کے قائل تھے کہ مہر کی مقدار زیادہ سے زیادہ رکھی جائے تاکہ اس کی وجہ سے طلاق دیتے ہوئے شوہر کو سوچنا پڑے، اور بعض اکابرین کی رائے یہ تھی کہ مہر کی مقدار بہت زیادہ نہ ہو تاکہ اس کی ادائیگی میں شوہر کو بہت زیادہ تامل نہ ہو بلکہ آسانی کے ساتھ وہ جب چاہے ادا کردے۔ ہندو بیرونِ ہند میں دونوں طرح کا تعامل موجود ہے، بعض علاقوں میں مہر کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ أنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال: لا صداق دون عشرۃ دارھم۔ (سنن دار قطنی: النکاح ص:۱۷۳ ج:۳) رقم: ۳۵۶۔

(۲) أقلہ عشرۃ دارھم لحدیث البیھقی، وغیرہ لا مھر اقل من عشرۃ دارھم۔ ویجب الأکثر أی بالغاً مابلغ منھا ان مسمیٰ الأکثر۔ (الدر المختار مع نسائی

ص:۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ج:۳) کراچی۔

وہکذا۔ ہدایہ ص: ۳۲۴/ج: ۲۔ اشرفی دیوبند۔

وہکذا۔ البحر الرائق ص: ۱۴۲/ج: ۳۔ ایچ ایم سعید۔

وہکذا۔ ہندیہ ص: ۳۶۸/ج: ۱۔ جدید زکریا۔

نازک مسئلہ میں شرعی پنچایت کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے

سوال (۵۶۳): میرے داماد نے بمبئی کے اندر ایک غیر مسلم لڑکی سے شادی کرلیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ وہ خود بھی غیر مسلم ہوگیا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ میری لڑکی کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ اور اب طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث شریف کی روشنی میں صحیح جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ آپ اس معاملہ کو محکمۂ شرعیہ کے حوالہ کردیں اور محکمہ سے فیصلہ کراکے اس کے مطابق عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

رضاعت کا ایک مسئلہ

سوال (۵۶۴): زید کا رشتہ اپنی ماموں زاد بہن سے مدت طویل سے طے تھا اور جب نکاح کا وقت آیا تو زید کو معلوم ہوا کہ میں نانی کا دودھ پیا ہوں، اور زید کے انکار کرنے سے بہت ہی فساد برپا ہوگیا ہے اور یہ بھی بات ہے کہ زید نے اگر نکاح اس سے نہ کیا تو زید کی جان خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ حالانکہ زید کا دودھ پینا مشہور ومعروف ہے۔ اس صورت میں کیا نکاح کرنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا صورت ہوگی؟ قرآن وحدیث کی

روشنی میں صحیح جواب سے مستفید کریں گے۔

الجواب: حامدًاومصليًا

زید نے اگر مدت رضاعت میں اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو زید اپنی نانی کا رضاعی لڑکا ہوگیا اور نانی کی اولاد زید کی بھائی بہن ہوگئی اور زید کے ماموں کی لڑکی زید کی رضاعی بھتیجی ہوگئی۔ لہٰذا جس طرح حقیقی بھتیجی سے نکاح درست نہیں اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح درست نہیں "لانہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" (درمختار ج ۲ ص ۵۵۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم فی نبت حمزة لا تحل لی، یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب، ھی بنت اخی من الرضاعة۔ (صحیح البخاری)، کتاب الشهادات۔

باب الشهادة علی الانساب والرضاع۔ ج:۱، ص:۳۶۰۔ کتب خانه اشاعة الاسلام دهلی۔

(۱) (شامی ج:۳،ص:۲۱۷) سعید کراچی۔

(الدر المختار ج:۳،ص:۲۱۷)۔ سعید کراچی۔

(هدیه ج:۲ ص:۳۵۱) تهانوی دیوبند۔

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً..... الی فالکل إخوة الرضیع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته۔

(الفتاویٰ الهندیه ج:۱،ص:۴۰۹۔ زکریا جدید دیوبند۔

(الفتاویٰ التاتارخانیه ج:۴،ص:۳۶۲۔ زکریا دیوبند۔

اقل مدت حمل سے پہلے بچے پیدا ہونے کا حکم

سوال (۵۶۵): ایک عورت کا ایک اجنبی مرد سے تعلق ہوگیا اور اس سے حمل بھی قرار پاگیا، وضع حمل سے ایک دو ماہ قبل اس شخص کا اس عورت سے نکاح ہوگیا، ایا بچہ اس صورت میں ثابت النسب ہوگا یا حرامی ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا بلکہ وہ حرامی ہوگا، چونکہ نکاح کے بعد چھ ماہ کی مدت سے پہلے ہی بچہ پیدا ہوگیا ہے اور نکاح کے بعد حمل کی کم ازکم مدت چھ مہینہ ہے۔

ولو نكح الزانى حل له وطئها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة (درمختار ج ۲ ص ۲۹۲) قال الشامى "قوله الولد له" اى ان جائت بعد النكاح به لستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه الا ان يقول هذا الولد منى ولا يقول من الزنا، خانية، والظاهر ان هذا من حيث القضاء اما من حيث الديانة فلا يجوز له ان يدعيه لان الشرع قطع نسبه منه فلا يحل له استلحاقه به. (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع شامی ص:۴۹ ج:۳۔ کراچی۔

الدر المختار امع شامی ص:۴۹ ج:۳۔ کراچی۔

وإذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه الخ۔ (تاتارخانیہ ص:۳۱۱ ج:۴) زکریا۔

وهكذا فتح الباری ص:۱۸۱ ج:۹۔ مکتبہ القدس بیروت۔

رضاعی چچا سے شادی کا حکم

سوال (۵۶۸): زید کی بیٹی کا نکاح بکر سے ہوا، رخصتی بھی ہوگئی، تقریباً ایک سال بعد معلوم ہوا کہ زید نے ایام رضاعت میں بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے، عمر کا کہنا ہے کہ چونکہ بکر زید کی بیٹی کا رضاعی چچا ہے اس لئے نکاح درست نہیں ہوا، کیونکہ مرضوع اور اس کے فروع رضاعی رشتہ سے متاثر ہوتے ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مذکورہ میں زید کی بیٹی کا نکاح بکر سے درست نہیں ہوا کیوں کہ رضاعی چچا سے نکاح شرعاً جائز نہیں ہے۔ **ويحرم من الرضاع ما يحرم من النسب.** (ہدایہ ج ۲ ص ۳۳۱) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) واصله يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب۔ (شامی ص:۲۱۳ ج:۳) کراچی۔

(۲) عن عائشة رضي الله عنها اخبرته ان عمها من الرضاعة يسمى افلح استأذن عليها، فحجبته، فأخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال لها: لا تحتجبي منه، فانه يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب۔ (مسلم شریف ص:۴۶۷ ج:۱)۔

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب۔ (ترمذی شریف ص:۲۱۷ ج:۱) رقم: ۱۱۵۶۔

متوفی عنہا زوجہا حاملہ بھابھی سے دیور کے نکاح کا حکم

سوال (۵۶۹): اگر بڑے بھائی کا انتقال ہو جائے اور بیوی حاملہ ہو تو کیا چھوٹے بھائی کا بھابھی سے نکاح کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ولادت کے بعد دیور کا بھابھی سے نکاح کرنا درست ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن سليمان بن يسار أن عمر رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها فرق بينهما، وقال: لا يتنا كحان ابداً الخ. (سنن سعيد بن منصور ج:۱ ص:۱۸۹).

والمحصنات من النساء: عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم... ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها وتطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسير المظهري: ج:۲، ص:۲۷۳۔ ۲۷۴۔ زكريا).

وكذا في البدائع الصنائع: ج:۲ ص:۵۴۸۔ زكريا ديوبند.

أما نكاح منكوحه الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم انها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا۔ (الشامی ج:۳، ص:۵۱۶۔ سعید کراچی)۔

چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا، ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۵۷۰): کسی زانیہ عورت کی شادی ہوئی اور چھ ماہ کے اندر اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور چھ ماہ کے فوراً بعد بچہ پیدا ہوا، تو کیا وہ بچہ ثابت النسب اور حلالی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ثبوت نسب کے لئے شرعی ضابطہ اور قانون یہ ہے کہ اگر شادی کے بعد پورے چھ ماہ یا اس سے زائد مہینے پر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بچہ ثابت النسب ہوگا، اور اس سے کم مدت میں پیدا ہونے پر غیر ثابت النسب ہوگا۔ تو چونکہ یہ بچہ چھ ماہ کے بعد مدت کے اندر پیدا ہوا ہے، لہٰذا یہ بچہ ثابت النسب اور حلالی ہے اور یہ اس میت شخص کی اولاد ہے۔ (کمافی الھدایہ ج ۲ ص ۴۱۲)(۱) **واذا تزوج الرجل امرأة فجائت بولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه لان العلوق سابق على النكاح فلا يكون منه ان جاءت به لستة اشهر فصاعدًا يثبت نسبه اعترف به الزوج او سكت لان الفراش قائم والمدة تامة** (ہکذا فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۵۳٦)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة ص:۵۳٦۔ جلد:۱، مکتبہ رشیدیة لاھور۔

(۱) هكذا فی الهداية ص:۳۲۴ ج:۲۔ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

فمن قال إن نكحت فلانه فهي طالق. فنكحها فولت لستة أسهر. (مجمع الأنهر ص:۱۵۸ ج:۲) المكتبة فقيه الأمت ديوبند۔

زیور کا مہر بنانا کیسا ہے؟

سوال (۵٦٦): (۱) نکاح میں مہر کے عوض کسی زیور کا تعین (یعنی زیور کو مہر بنانا) کیسا ہے؟

(۲) زیور کی قیمت اور وزن کا اعلان ضروری ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ اس طرح کہہ دیتے ہیں، کہ "ایک زیور" نہ اس کے وزن اور نہ قیمت کا تعین فرماتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

(۱) ہر قسم کے مال متقوم کو مہر بنانا شرعا درست ہے، اور چاندی اور سونا تو یہ اصلی اور خلقی مال ہیں، لہٰذا زیور بشرطیکہ اس کا وزن کم از کم دس درہم یا (اس کی قیمت کے برابر ہو) مہر قرار دینا جائز ہے۔ **والمهر انما يصح بكل ما متقوم، اقل المهر عشرة دراهم او غير مضروبة حتى يجوز وزن عشرة تبرا وان كانت قيمته اقل كذا فى التبيين** (عالمگیری ج۱ ص ۳۰۲)(۱) **وفى الشامى:(۲) اقله عشرة دراهم لحديث البيهقى وغيره لا مهر لاقل من عشرة دراهم فضة، وزن سبعة مثاقيل كما فى الزكوة مضروبة كانت اولا فلو سمى عشرة تبرا او عرضا قيمته عشرة تبرا لا مضروبة صح** خلاصہ یہ کہ زیور کو مہر بنانا جائز ہے۔

(۲) شرعا مقدار مہر کا اعلان اور اس کی تعیین ضروری نہیں، بدون تعیین مہر بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے، کہ عدم ذکر مہر کی صورت میں شرعاً خود مہر مثل لازم ہوتا ہے، البتہ عرفا مہر کی تعیین مناسب ہے، لہٰذا زیور کی قیمت یا مقدار مجہول ہونے کی صورت میں اگر بعد العقد زوجین کسی مقدار پر اتفاق کرلیں تو مقدار معین مہر ہوگا ورنہ مہر مثل (منکوحہ کے خاندان کی عورتوں کا اکثر وبیشتر جتنا مہر ہوتا ہے) اتنا مہر لازم ہوگا۔

ولو ذكر دراهم او على ناقة من هٰذه الابل الى قوله يجب مهر المثل هٰكذا فى العتابيه (عالمگیری ج۱ ص ۳۱۰)(۳) **وان تزوجها ولم يسم لها مهرا ثم تراضيا على تسميته فهى لها ان دخل بها او مات عنها الخ** (ہدایہ ج۲ ص ۳۰۵)(۴)

حاصل کلام اینکہ مہر کا اعلان ضروری نہیں، اور مقدار مجہول ہونے کی صورت میں نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ہندیہ ج:۱،ص:۳۰۲۔رشیدیہ کراچی۔

(۲) الشامی ج:۲،ص:۳۰۔۳۲۹۔

(۳) ہندیہ ج:۱،ص:۳۱۰۔رشیدیہ کراچی۔

(۴) ہدایہ ج:۲،ص:۳۲۵۔تھانوی دیوبند۔
تبیین الحقائق ج:۲،ص:۱۳۶۔امدادیہ ملتان پاکستان۔

البحر الرائق ج:۳،ص:۱۴۲۔سعید کراچی۔

وضع حمل سے پہلے مطلقہ مغلظہ سے نکاح کیا، کیا حکم ہے

سوال (۵٦۷): علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق مغلظہ دے دیا تھا عدّت گزرنے کے بعد ہندہ نے ایک دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، چند ہی روز کے بعد شوہر ثانی نے بھی ہندہ کو طلاق دے دیا، شوہر ثانی سے ہندہ حاملہ بھی ہوگئی تھی، شوہر اوّل نے اسی اثناء میں وضع حمل سے قبل ہندہ سے دوبارہ نکاح کرلیا۔ وضع حمل سے قبل اس نکاح کی شرعی کیا نوعیت ہے؟

(۲) مذکورہ وضع حمل سے قبل نکاح کرنے کے بعد زید ہندہ کو اپنی بیوی بنا کر رکھے ہوئے ہے، زید کا یہ عمل شرعا کیسا ہے۔

(۳) اس اثناء میں شوہر اوّل سے ہندہ کے دو بچے مزید اور پیدا ہوگئے ہیں، شرعی نقطہ نظر سے یہ بچے کیسے ہیں؟

(۴) اس صورت حال کے باوجود زید اور ہندہ دونوں برضا و رغبت پہلے کی طرح میاں بیوی بن کر رہنا چاہتے ہیں، اس کی شرعی اور صحیح صورت کیا ہے؟

(۵) حلالہ کے بعد وضع حمل سے پہلے شوہر اوّل نے جو عمل کیا ہے اس کا جرمانہ کیا ہے؟ اور اس کے رفع کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) حاملہ مطلقہ عورت کی عدت وضع حمل ہے اور وضع حمل سے قبل یعنی عدّت میں نکاح باطل ہے اور ناجائز ہے، لہٰذا زید کا نکاح اس سے درست نہیں ہوا۔ **کما قال الله تعالیٰ: واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن** (۱) اور شامی (۲) میں ہے **وفی حق الحامل الخ وضع جميع حملها** (باب العدة ج ۲ ص ۴، ۶۰۳) **اما نكاح منكوحة الغير ومعتدته لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلا** (شامی ج ۲ ص ۶۰۷) (۳)

(۲) زید کا ہندہ کو اپنی بیوی کو بنا کر رکھنا جائز نہیں، وہ اجنبیہ ہے، اس کی یہ حرکت مذموم ہے۔

(۳) جب کہ زید کا نکاح عدت میں نکاح باطل ہے تو ہندہ زید کی بیوی نہیں ہوئی، لہٰذا اگر زید کو معلوم تھا کہ ہندہ اس پر حرام ہے پھر اس سے جماع کیا تو یہ زنا ہے، یہ بچے ثابت النسب نہیں ہوں گے۔ شامی میں ہے: **ومفاده انه لو وطأها بعد الثلاث فی العدة مع العلم بالحرمة لا تستانف العدة بثلاث حيض ويرجمان اذا علما بالحرمة** (ج ۲ ص ۶۰۹) **وفی موضع اخر قوله لأنه نكاح باطل ای فالوطی فيه زنا لا يثبت به النسب بخلاف الفاسد فانه وطی بشبهة فيثبت به النسب.** (شامی ج ۲ ص ۶۳۳) (۴)

(۴) دوبارہ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔

(۵) شوہر کا یہ عمل شریعت کی نظر میں انتہائی مجرمانہ ہے، ایسا شخص فاسق و عاصی ہے، اس پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور اللہ سے معافی مانگ کر اپنی آخرت بچائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کما قال اللہ تعالیٰ: واولات الأحمال اجلھن أن یضعن حلمھنّ۔ (سورۃ الطلاق)۔
وفی شامی۔ باب العدۃ۔ (شامی ص:۶۰۴۔ ۶۰۳۔ ج:۲۔ مکتبہ نعمانیہ)۔

(۳) شامی ج:۲ ص:۶۰۷۔ نعمانیہ۔

(۴) وفی موضع الأخر، شامی ص:۶۳۳ ج:۲۔ نعمانیہ۔

(۲) وعدۃ الحامل أن تضع حملھا۔ ولیس للمعتد بالحمل مدۃ سواء ولدت بعد الطلاق أو الموت بیوم أو أقل۔ (ھندیہ ص:۵۸۱ ج:۱)۔ زکریا جدید۔

رضاعی بھتیجی سے نکاح کا حکم

سوال (۱۷۵): زید نے اپنی نانی ہندہ کا دودھ پیا ہے، تو اب زید کا نکاح ماموں زاد بہن سے جائز ہے یا نہیں جو رضاعت کے لحاظ سے بھتیجی ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ جس عورت کا کوئی بچہ زمانہ شیر خوارگی میں دودھ پی لے تو اس دودھ پلانے والی عورت کی اولاد اس بچہ کی رضاعی بھائی بہن ہو جاتے ہیں، اس لئے صورت مسئولہ میں زید کے لئے ماموں کی بیٹی سے نکاح درست نہیں ہے۔ **ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونھا اخوین وان اختلف الزمن والاب ولا حل بین الرضیعۃ وولد مرضعتھا** (شامی ج ۲ ص ۴۰۸) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب۔ (ترمذی شریف ص:۲۱۷ ج:۱) رقم:۱۱۵۶۔

وأصله يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب۔ (شامی ص:۲۱۳ ج:۳) کراچی۔

عن عائشة رضی الله عنه انها اخبرته ان عمها من الرضاعة يسمى افلح استأذن عليها، وحجبته، فاخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال لها: لا يحجبي منه، فانه يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب۔ (مسلم شریف ص:۴۶۷ ج:۱)۔

(۱) شامی: کتاب الرضاع، ص:۴۱۰۔ ج:۴۔ زکریا بک ڈپو۔

باب نکاح میں غیر شرعی کورٹ کا حکم

سوال (۲۷۵): مکرمی جناب مفتی صاحب!

خدمت عالیہ میں عرض یہ ہے کہ زید نے فون پر اپنی بیوی سے کہا ''میں نے تم کو تین طلاق دیدی تم اپنے گھر چل جاؤ'' وہ اپنی گھر چلی گئی۔ کچھ دنوں بعد جب وہ پردیس سے واپس آیا تو خفیہ طور سے اپنی بیوی سے ملا اور اسے غیر اسلامی کورٹ میں لے گیا، وہاں اس نے حاکم سے درخواست کی کہ میں اس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہوں، حاکم نے اجازت نامہ کی شکل میں ایک تحریری دستاویز اسے دیدی اور اب وہ مذکورہ عورت کے ساتھ اسی طرح رہ رہا ہے جس طرح زوجین رہا کرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ صورت حال کے بعد محض ایک غیر اسلامی کورٹ کی اجازت سے وہ اپنی مطلقہ مغلظہ سے اپنی زوجانہ تعلقات استوار رکھ سکتا ہے؟ شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ واضح اور مدلل طور پر تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بذریعہ فون طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے۔ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ (۱) غیر اسلامی کورٹ کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (۲) دوبارہ اپنی زوجیت میں لانے کے لئے حلالہ ضروری ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عورت زید کے طلاق کی عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، پھر شوہر ثانی اس سے وطی

کر کے جب چاہے اپنی طبیعت سے اسے طلاق دیدے، پھر اس طلاق کی عدت گذر جانے کے بعد اب زید اس سے نکاح کر کے اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) متی قرن الطلاق بالعدد کان الوقوع بالعدد۔ (شامی ص:۲۸۷ ج:۳) کراچی۔

(۲) عن الحسن قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ (المصنف لابن أبی شیبۃ ص۲۴۷ ج:۱۸) رقم الحدیث: ۳۴۴۰۶۔ فی آخر کتاب السیر)۔

(۳) إن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرۃ وثنتین فی الأمۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ۔ نکاحاً صحیحاً ویدخل بہا ثم یطلقہا أو یموت عنہا۔ (ہندیہ ص:۵۳۵ ج:۱، زکریا)۔

فتح القدیر ص:۱۷۵ ج:۴۔ دار إحیاء التراث۔

الدر المختار ص:۴۱۰ ج:۳۔ کراچی۔

خبر گیری نہ کرنے والے شوہر کی بیوی کے لئے کیا حکم ہے؟

سوال (۳۷۵): اگر کوئی شخص کئی سال سے گھر واپس نہیں آرہا ہے اور نہ ہی اپنی بیوی کی کوئی خبر گیری رکھتا ہے۔ ان حالات میں بیوی اس شخص سے کیسے چھٹکارہ حاصل کر سکتی ہے؟ شریعت کی روشنی میں بتائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہونا تو یہ چاہئے کہ محلے والے اور علاقے والے ذی اثر اس شخص کو سمجھائیں اور بیوی کی خبر گیری اور نان ونفقہ دینے اور گھر جانے پر آمادہ کریں۔(۱) اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو پھر اس سے طلاق دلوائیں، اور اگر خود طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو اس کو کچھ رقم کی لالچ دیکر یا مہر

معاف کر کے اس سے طلاق حاصل کرلی جائے۔(۲) اسی کو خلع کہتے ہیں۔خلع کے بعد عدت گزار کر عورت دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔

یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ شوہر مفقود الخبر نہ ہو بلکہ اس کا کچھ اتا پتا ہو کہ وہ زندہ ہے یا اور کہیں رہ رہا ہے۔ ورنہ شوہر کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں بہت ہے کہ دار القضاء سے رجوع کر کے اسی کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا جائے۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا۔ فإن لم يصطلها جاز الطلاق والخلع۔ (شامی ص:۴۴۱ ج:۳، کراچی)۔

(۲) وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقسمها حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمالٍ يخلعها به۔ (هدايه ص:۴۰۴ ج:۲۔ اشرفيه ديوبند)۔

(۳) هنديه ص:۴۸۵ ج:۱۔ زکريا۔

والمختار أنه أی أمر المفقود إلی رأی الإمام کذا فی النبيين۔ (الفتاویٰ الهندية ص:۳۰۹ ج:۲)۔ کتاب المفقود زکريا)۔

الأمير متی صادف فصلاً مجتهداً نفذ أمره وتحته فی الشامية: وجب امتثاله۔ (شامی ص:۴۰۹ ج:۴) کراچی۔

مہر فاطمی کی مقدار

سوال (۵۷۴): زید نے ہندہ کو طلاق دیا اور مہر فاطمی ہے۔ مہر فاطمی کی شریعت میں کتنی مقدار ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مہر فاطمی کی مقدار ایک سو اکتیس ۱۳۱ تولہ ۳/ماشہ چاندی ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) جواهر الفقه ص:۱۱۶ ج:۳۔ زکریا جدید۔

ذكره صاحب المواهب ولفظه: أن النبي صلى الله عليه وسلم: قال ليعلى: إن الله أمرني أن أزوجك فافطمة على أربع مأة مثقال فضة: والجمع: أن عشرة دراهم سبعة مثاقبل مع عدم اعتبار الكسود.... إن هزا المبلگ قيمة درعٍ على۔ رضى الله تعالىٰ عنه۔ حيث رفعها إليها مهراً معجلاً۔ (تحفة الأحوذى شرح جامع الترمذى ص:۳۱۰ ج:۳۔ بيروت)۔

شادی کی لڑکی بدل دی، مہر طلاق کا کیا حکم ہے؟

سوال (۵۷۵): زید کی شادی کے سلسلہ میں زید کا والد کچھ لوگون کے ساتھ لڑکی والے کے یہاں لڑکی دیکھنے گیا اور کچھ دنوں کے بعد پھر دوبارہ زید کے بھائی لڑکی دیکھنے گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد زید کی ماں لڑکی دیکھنے گئیں۔ ان تمام آدمیوں کو لڑکی والے نے لڑکی بدل کر۔ یعنی جس سے شادی کرنا ہے اس کو نہ دکھلا کر دوسرے لڑکی کو دکھلایا۔ اور اسی کے مطابق نکاح ہوگیا۔ نکاح کے وقت زید کی یہ نیت تھی کہ وہی لڑکی ہے جسے والدین نے دیکھا

ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی بدلی ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔

سوال: اگر نکاح ہوگیا۔ اور والدین کہیں گے کہ طلاق دیدو۔ اس لئے کہ اس نے دغا بازی کی ہے۔ تو طلاق دینے میں کون گنہگار ہوگا؟ اور دین مہر کا کیا حساب ہوگا؟ یہ تمام باتیں نکاح کے چند دنوں کے بعد کی ہیں لڑکی اب تک میکے ہی ہے۔ یعنی رخصتی نہیں ہوئی ہے۔ مفصل اور واضح طور پر جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ اور جلد ہی بھیجنے کی کوشش کریں گے اس لئے کہ جواب ہی پر تمام کام مشتمل ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

لڑکی والوں کی یہ حرکت انتہائی مذموم ہے شرعاً یہ خداع ہے۔ (۱) لڑکی والوں کو گناہ ہوا۔ ان پر لازم ہے کہ توبہ اور استغفار کریں لیکن اس کی وجہ سے نکاح فاسد نہ ہوا۔ نکاح تو صحیح ہے۔ لڑکی اگر دیندار ہے تو بلا وجہ شرعی اس کو طلاق دیکر لڑکا گنہگار ہوگا۔ لڑکے کو چاہئے کہ خود سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے تاکہ بعد میں ندامت نہ اٹھانی پڑے۔ (۲) لیکن اگر طلاق دیدیا تو چونکہ لڑکی ابھی رخصت ہو کر آئی نہیں ہے لہٰذا نصف مہر دینا ہوگا۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عشنا فليس منا۔ (الصحيح لمسلم ص:۷۰ ج:۱۔ (فيصل ديوبند)

(۲) عن محارب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أحل الله شيئًا أبغض إليه من الطلاق: وفي رواية أبغض الحلال إلى الله الطلاق۔ (سنن أبي داؤد ص:۲۹۶ ج:۱۔ كتاب الطلاق۔ بلال)۔

عن أبي هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعة۔ (سنن أبي داؤد ص:۲۹۸ ج:۱۔ فيصل)۔

ينعقد النكاح أي ذلك العقد الخاص ينعقد بالإيجاب والقبول حتى يتم حقيقة في الوجود۔ (البحر الرائق ص:۱۸۱ ج:۳۔ سعيد)۔

(۳) ولزم نصفه أي المسمى بالطلاق قبل الدخول وقبل الخلوة الصحيحة۔ (مجمع الأنهر ص:۵۰۹ ج:۱) فقيه الأمة۔

متوفی عنہا زوجہا حاملہ بھابھی سے دیور کے نکاح کا حکم

سوال (۵۷۶): اگر بڑے بھائی کا انتقال ہوجائے اور بیوی حاملہ ہو تو کیا چھوٹے بھائی کا بھابھی سے نکاح کرنا درست ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ولادت کے بعد دیور کا بھابھی سے نکاح کرنا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

باب المحرمات

بیٹے کی مزنیہ اپنے شوہر پر حلال ہے یا حرام

سوال (۵۷۷): زید کی عمر ۱۴ سال ہے اور اس کو حتلام ہوا ہے اس نے اپنی سگی ماں کے ساتھ باضابطہ طور سے جماع کیا ہے کیونکہ اس کی ماں نیند سے سوئی ہوئی ہے جاگنے پر اس کو پتہ چلا ہے کہ ہمارے ساتھ زید نے جماع کیا ہے اس کا کیا حکم ہے زید پر اس کی ماں پر اور اس کے باپ پر اس کا صاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید کا یہ فعل انتہائی گھناؤنا اور شرمناک ہے زید پر لازم ہے کہ فوراً صدق دل سے مکمل ندامت و گریہ وزاری کے ساتھ توبہ واستغفار کرے، اور والدین پر لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کا بستر الگ کر دیں۔ نیز ماں پر بھی توبہ استغفار لازم ہے۔ زید کی اس بیہودہ حرکت کی وجہ سے زید کی ماں باپ کے لئے حرمت مصاہرت کے تحت دائمی طور پر حرام ہوگئی اب زید کے باپ کے لئے زید کی ماں سے تعلق ازدواجیت تادم آخر کسی حالت میں بھی بحال نہیں ہوسکتا۔ **الزنا يوجب حرمة المصاهرة حتى لو زنا بأمراة حرمت عليه اصولها وفروعها وحرمت المزنية على اصوله وفروعه ولا تحرم اصولها وفروعها على ابن الواطي وابيه كما في المحيط ... قوله تعالىٰ ولا تنكحوا ما نكح آبائكم من النساء الا ما قد سلف ولانّ كل تحريمة تعلق بالوطئ الحلال تعلق بالوطئ الحرام ولانه استمتاع كالحلال الخ مجمع الانهر** (۱/۳۲۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الزنا یوجب حرمة المصاهرة "الخ"۔ (مجمع الأنهر ص:۴۸۱ ج:۱) فقیه الأمت۔

قال فی البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً۔ (شامی ص:۱۱۳ ج:۴)۔ اشرفیه

وفی النهر الفائق ص: ۱۹۳ر ج: ۲۔ زکریا۔

وفی فتح القدیر ص: ۱۲۶ر ج: ۳۔ دار إحیاء التراث العربی۔

بیٹے کی مزنیہ اپنے شوہر پر حلال ہے یا حرام؟

سوال (۵۷۸): زید کی عمر ۱۴ سال کی ہے اس کی ماں سوگئی تھی زید نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ایسی حالت میں زید کی ماں اپنے شوہر کے نکاح میں رہ سکتی ہے کہ نہیں؟ اس کے باپ کو مسئلہ کی رو سے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) زید کی عمر ۱۴ سال ہے لیکن بالغ ہے یا نابالغ یعنی اس کو کبھی احتلام ہوا ہے یا نہیں؟

(۲) زنا سے مراد کیا ہے یعنی باضابطہ جماع کرنا مراد ہے یا کچھ اور ان دونوں باتوں کا جواب آپ فوراً ارسال کریں۔

صورت مسئولہ کا جواب اسی کے بعد دیا جاسکے گا۔

تاہم زید کے باپ کو احتیاطاً چاہئے کہ وہ زید کی ماں یعنی اپنی اہلیہ سے کنارہ کش رہے اس سے تعلق ازدواجیت قائم نہ کرے جب تک صورت مسئولہ کا جواب نہ موصول ہو جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

حرمت مصاہرت کے ثبوت وعدم ثبوت کا مسئلہ

سوال۹۶: ''من مس امرئة بشھوة حرمت علیه امها وبنتها''
یہاں مس مطلقا اعضاء سے ہے یا صرف ہاتھ سے جیسا کہ احقر نے اس حدیث کا ترجمہ اس طرح دیکھا ہے کہ جس شخص نے شہوت کے ساتھ کسی عورت کو ہاتھ لگایا تو اس شخص پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہو جائے گی یونہی بہشتی زیور میں بھی لکھا ہے۔
مس صرف بغیر کپڑے کی حالت میں یا کپڑے کے اوپر سے مس ہوا ہو، کیا تب بھی یہی حکم ہے؟
(۲) یہ کہ آیا شہوت سے مراد یہ ہے کہ اس کا آلہ بڑھ گیا ہو اور ساتھ ہی اس سے صحبت کرنے کا ارادہ بھی کرلیا ہو آیا یہ کہ آلہ بڑھا ہو اور صرف صحبت کی طرف ذہن چلا گیا ہو جیسا کہ آدمیوں کا ذہن بہت سی چیزوں کی طرف چلا جاتا ہے لیکن اس کے کرنے کا قصد نہیں کرتا یا حرمت کے لئے کم سے کم درجہ یہی ہے کہ اس کے بعد آلہ کا بڑھنا پایا جائے۔
اگر کسی نے عورت کے سر کے بال پر یعنی بغیر اوڑھنی کے شہوت کے ساتھ ہاتھ رکھ دیا تب بھی حرمت ثابت ہوگی اگر کوئی شخص بیٹھا ہوا ہو کوئی کام کر رہا تھا اس دوران میں اپنا پیر ایک خفتہ عورت کے پنڈلی پر بغیر کپڑا کے رکھ دیا پھر اس کے بعد اس کا آلہ بڑھا اور اس کا ذہن صحبت کی طرف گیا اور اپنا کام بند نہ کیا کرتا رہا تو اس حالت میں حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟
عبدالرحمٰن بیت العلوم سرائے میر ۷ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

''من مس امرأة الحدیث'' (۱) میں مس سے مراد مس بالید ہاتھ سے چھونا ہے اور مس کے معنی حقیقی یہی ہیں لیکن حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے مس بالید ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اصل تحقق شہوت ہے وہ چاہے مس بالید سے حاصل ہو یا فرج داخل کی طرف دیکھنے سے متحقق ہو یا معانقہ وتقبیل وغیرہ سے ہو (جیسا کہ عبارت فقہاء سے معلوم ہوتا ہے)۔

بغیر کپڑے کے مس جس طرح موجب حرمت مصاہرت ہے اسی طرح کپڑے کے ساتھ بھی ہے بشرطیکہ کپڑا اتنا باریک ہو جو وصول حرارت (گرمی کے پہنچنے سے مانع نہ ہو اور اگر کپڑا اتنا موٹا ہو جو وصول حرارت سے مانع ہو تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی **ولو مس امراۃ مع الدرع ان کان صفیقا یمنع وصول الحرارۃ الیہ لا یثبت حرمۃ المصاہرۃ وان انتشرت آلتہ وان کان رقیقا لا یمنع وصول الحرارۃ یثبت حرمۃ المصاہرۃ۔**

(خلاصۃ الفتاوی (۱): ۲/۹ ہکذا فی رد المختار: ۲/ ۲۸۰) (۲)

شہوت کی حد یہ ہے کہ آلہ میں حرکت پیدا ہو جائے اور اگر مس یا نظر کے پہلے بھی آلہ متحرک تھا تو اس کے بعد اس میں زیادتی پیدا ہو جائے خواہ وطی کا ارادہ ہو یا نہ ہو" **والعبرۃ للشھوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیھما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی** " (درمختار: (۳) ۲/ ۲۸۰) **قولہ أو زیادتہ أی زیادۃ التحرك ان کان موجودا قبلھما** (شامی)

اگر کوئی شخص عورت کے سر کے بال پر بغیر اوڑھنی کے شہوت کے ساتھ ہاتھ رکھ دے تب بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوگی (کذا فی الدر المختار: ۲/ ۲۸۰) **واصل ممسوستہ بشھوۃ ولو بشعر علی الراس الخ** (۴)

لیکن یہ حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب سر کے بال کو مس کرے اور اگر سر کے نیچے لٹکے ہوئے بال کو چھوئے اس وقت حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔" **ولو مس شعرھا بشھوۃ ان مس ما اتصل برأسھا تثبت وان مس ما استرسل لا تثبت** " (فتاوی ہندیہ (۵): ۱/ ۲۷۴، وہکذا فی رد المحتار (۶): ۲/ ۲۸۰) "**تحت قولہ ولو لشعر علی الراس خرج بہ المسترسل الخ**"

صورت مسئولہ میں بھی حرمت ثابت ہو جائے گی اس لئے کہ آلہ کا بڑھنا دلیل شہوت ہے اور شہوت کے ساتھ مس خواہ کسی عضو کے ذریعہ ہو موجب حرمت ہے اسی وجہ سے حضرات

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر صرف منہ کو عورت کے رخسار پر شہوت کے ساتھ رکھ دے تب بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ (کذا فی الشامی: ۲/ ۲۸۳)" ای لان الانتشار دلیل الشهوة و كذا اذا كان المس على الفرج كما مر عن الحداد لانه دليل الشهوة غالبا وما ذكره فى الفتح بحثا من الحاق تقبيل الخد بالفم الخ"(۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح
بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) ولو مس امرة مع الدرع ان كان صفيقاً..... الى يثبت حرمة المصاهرة۔ (خلاصة الفتاوىٰ ج:۲،ص:۹۔ المكتبة الاشرفيه ديوبند۔

(۲) (ردالمحتار ج:۲ص:۲۸۰۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

(۳) والعبرة للشهوة عند المس... إلى ان كان موجوداً قبلهما۔ (در مختار مع الشامي ج:۲ص:۲۸۰۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

(۴) واصل ممسوسته بشهوة ولو بشعر على الرأس الخ۔ (الدر المختار ج:۲، ص:۲۸۰۔ نعمانیہ دیوبند۔

(۵) ولو مس شعرها بشهوة الى تحت قوله ولو بشعر على الرأس خرج بله المسترسل الخ۔ (فتاوىٰ هنديه ج:۱،ص:۲۷۴۔ رشيديه كراچى۔

(۶) (ردالمحتار ج:۲ص:۲۸۰۔ نعمانیہ دیوبند۔

(۷) (ردمحتار ج:۲،ص:۲۸۳۔ نعمانیہ دیوبند)۔

ممانی سے زنا کرلیا، ماموں کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

سوال (۵۸۰): شاہین پروین کی شادی چند دنوں پہلے شہباز احمد سے ہوئی اور شہباز احمد کے باہر ملک چلے جانے پر محمد ہاشم سے ناجائز تعلقات ہوگئے رشتہ کے لحاظ سے شاہین پروین محمد ہاشم کی ممانی ہیں اور یہ تعلق ناجائز کی خبر ابھی شہباز کو نہیں ہے اگر چہ یہ بات چھپادی جائے تو یہ عورت شہباز احمد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر چہ ناجائز ہو یا شہباز احمد کو معلوم ہو جائے تو اس کا نکاح محمد ہاشم سے ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

محمد ہاشم نے بہت برا کیا اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے اور خداوند قدوس سے معافی مانگے، لیکن اس کی وجہ سے شہباز کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، شاہین حسب سابق اس کی بیوی رہے گی، اور اگر شہباز اس کو طلاق دیدے تو عدت گذرنے کے بعد محمد ہاشم اس سے نکاح کرسکتا ہے **لقوله تعالیٰ "وأحل لكم ماوراء ذٰلكم"** (۱) **وصح نكاح الموطوة بملك أو الموطؤة بزنا أى جاز نكاح من راها تزنى ووطؤها بلا استبراء واما قوله تعالىٰ الزانية لا ينكحها الا زان فمنسوخ بآية فانكحوا ما طالب لكم من النساء۔** (درمختار: ۲/ ۲۹۲ باب المحرمات) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب	الجواب صحیح
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی	بندہ عبد الحلیم غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالىٰ: وأحل لكم ماوراء ذلكم۔ (سورۃ النساء آیت: ۳)۔

(۲) وصح نكاح الموطوءة الملك أو الموطؤة۔ فمنسوخ بآية فانكحوا ما طاب لكم من النساء۔ (در مختار ج: ۲، ص: ۲۹۲۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)۔

وحل تزوج الموطوءة بالزنا أي الزانية لو رأى امرأة تزني فتزوجها جاز للزوج أن يطأها بغير استبراء۔ (البحر الرائق ج:۳، ص:۱۰۷۔ سعید کراچی۔
وإذا رأى امرأة تزني فتزوجها وطؤها قبل أن يستبرءها۔ (هنديه ج:۱، ص:۱۸۲۔ رشيديه۔ كراچی۔

کیا سالی سے زنا کرنے سے بیوی سے نکاح ٹوٹ جائے گا؟

سوال (۵۸۱): کسی نے اپنی سالی سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی یا نہیں؟ اس کی وجہ سے کوئی فساد ہوگا یا نہیں؟ اور دونوں کی اولاد میں ولدالحرام کے علاوہ بقیہ میں نکاح کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟ اگر گنجائش نہیں ہے تو کب تک یعنی لڑکے پوتے اسی طرح آئندہ۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

سالی سے زنا کرنا بہت بڑا گناہ ہے فوراً توبہ استغفار کرے، اور آئندہ خیال رکھے، باقی اس کی وجہ سے بیوی سے نکاح نہیں ٹوٹے گا البتہ احتیاطاً جب تک سالی کو ایک حیض نہ آجائے اس وقت تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کرے "كما صرح به العلامة الشامي تحت قول صاحب الدر المختار وفي الخلاصة وطي اخت امرأته لا يحرم عليه امرأته قوله في الخلاصة وفي الدرايه عن الكافي لو زنى باحدى الاختين لا يقرب الاخرى حتى تحيض الاخرى حيضة" (شامی: ۲/ ۲۸۱ باب المحرمات)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ عبدالحلیم غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی ج:۲، ص:۲۸۱۔ نعمانیہ دیوبند۔
خلاصۃ الفتاویٰ ج:۲، ص:۷۔ المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند۔

الدر المختار ج:۱ص:۱۸۸۔دار الکتاب دیوبند۔

درمختار مع الشامی ج:۳ص:۳۴۔کراچی۔

خالہ سے نکاح کا حکم

سوال (۵۸۲): زید نے اپنی خالہ سے غلط تعلق قائم کیا اور اس کی خالہ اس بات کا اقرار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ حمل اسی زید کا ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں زید کا نکاح خالہ کے ساتھ کر دیا جائے تو از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید کا نکاح اپنی خالہ کے ساتھ کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن کریم میں اس کی صریح حرمت موجود ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعليق والتخريج

(۱) حرمت عليكم امهاتكم وبنتكم... خالتكم الخ۔ (سورۃ النساء آیات:۲۳)۔

حرم على التزوج ذكرا كان او انثى نكاح اصله، وفروعه او نزل۔ ومعته وخالته، فهذه السابعة مذكورة۔ الخ (شامی ۲۸ ج:۳) کراچی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها۔ (صحيح مسلم ص:۴۵۲ ج:۱) صحيح بخاری ۷۶۶۔ ج:۲)۔

سالی سے زنا کیا، نکاح رہا یا نہیں؟

سوال (۵۸۳): سالی کے ساتھ میرے غلط تعلقات ہیں اور یہ تعلقات بہت دنوں

سے ہیں، میری اپنی بیوی سے اولاد بھی ہے اور یہ غلط تعلقات مری بیوی کو بھی معلوم ہے اور میری سالی کی ایک دوسری جگہ شادی بھی ہو چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ میرا نکاح ٹوٹ گیا یا میری سالی کا نکاح شوہر سے ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ اگر ٹوٹ گیا ہے تو اب کیا طریقہ اپنانا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی کے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اس لئے سائل کا نکاح اس کی بیوی سے اور اس کی سالی کا نکاح اس کے شوہر سے علی حالہ باقی ہے۔ البتہ یہ فعل انتہائی شرمناک اور موجب گناہ کبیرہ ہے، فوری طور سے سچے دل سے اس سے توبہ کرنا ضروری ہے اور آئندہ مکمل طور پر اجتناب ضروری ہے۔ **وفی الخلاصة وطی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته ای لا یثبت علیه حرمة المصاهرة.** (۱) (شامی ج ۲ ص ۲۸۹) **اذا وطی الرجل اخت امرأته بشبهة تجب العدة علی الموطؤة** (فتاوی خانیہ ج ۱ ص ۳۶۴) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) كما صرح به العلامة الشامی تحت قول صاحب الدر المختار وفی الخلاصة. وطی اخت امرأته لا یحرم علیه امرأته.... الی حتی تحیض الاخری حیضة.

(الشامی ج:۲، ص:۲۸۱۔ مکتبه نعمانیه دیوبند.

خلاصة الفتاویٰ ج:۲، ص:۷۔ المکتبه الاشرفیه دیوبند.

الدر المختار ج:۱ ص:۱۸۸۔ دار الکتاب دیوبند.

در مختار مع الشامی ج:۳ ص:۳۴۔ سعید کراچی.

(۲) (خانیه علی هامش الهندیه ج:۱، ص:۳۶۴۔ رشیدیه کراچی).

''اصلاح انقلاب''اور''حبیب الفتاویٰ'' کے وہمی تعارض کا تصفیہ حرمت مصاہرت کے سلسلہ میں

بخدمت جناب الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب! دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آنجناب مع متعلقین بعافیت ہوں!

سوال (۵۸۴): وجہ تحریر یہ ہے کہ کل جناب کی کتاب حبیب الفتاویٰ میں ایک مسئلہ نظر سے گذرا، اس سے قبل کافی دن ہوئے تقریباً یہی مسئلہ حضرت تھانویؒ کی کتاب ''اصلاح انقلاب'' میں پڑھا تھا، مگر مجھے حیرت ہوئی کہ دونوں کے جواب میں کھلا تضاد ہے۔ آپ کی کتاب ص ۱۲۱ کتاب المحرمات، پورا سوال وجواب کتاب میں ملاحظہ فرمالیں۔ اصلاح انقلاب میں اگرچہ سوال وجواب کی نوعیت نہیں ہے، مگر تھوڑا سا مضمون نقل کئے دیتا ہوں: ایک آفت کثیر الشیوع کے عنوان کے تحت بعض تو اسباب حرمت مصاہرت کے مرتکب نہیں ہوتے مگر احیاناً غلطی سے بیوی کے دھوکہ میں بیوی کی ماں پر یا اس کی بیوی کی بیٹی پر شہوت سے ہاتھ پڑ جاتا ہے اور بعد تنبیہ کے فوراً دست کش ہو جاتا ہے، لیکن اس سے بھی اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہو جات ہے الخ۔ اس میں بہت سے لوگوں کو کلام ہوتا ہے کہ عمداً تو اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا گیا، پھر ایسی سخت سزا کیوں دی گئی؟ آگے اس کا جواب ہے۔ پھر چند سطور بعد اسی طرح کبھی ایسے ہی دھوکہ میں یہ براہ شرارت کوئی شخص اپنے بیٹے کی بیوی پر ہاتھ ڈالتا ہے تو یہ بیوی اپنے شوہر یعنی اس شخص کے بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے۔ اس میں عوام کو پہلے سے زیادہ کلام ہوتا ہے، کہ پہلی صورت میں جس شخص پر حرمت ہوئی ہے اس بیچارہ کی کیا خطا اور اس کا کیا دخل؟ جو اس شخص پر سختی کی گئی ہے؟ اس کا جواب بھی اوپر کی تقریر سے ہو چکا کہ یہ سزا اس فعل کے خاصہ کا ظہور ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور بعض صورتوں میں

بلا قصد بھی حرمت ہوجاتی ہے، اس لئے اس کی احتیاط کا بہت ہی خیال رکھے، اسی طرح ان مذکورہ عورتوں کے ہاتھ سے اگر کوئی چیز لے تو اس کو بہت خیال رکھے کہ ان کے ہاتھ نہ لگ جائے نفس کا کیا اعتبار، اگر ہاتھ لگنے کے وقت مرد کے دل میں یا عورت کے دل میں شہوت کا اثر ہوگیا تو حرمت مصاہرت کا طوق پڑ گیا، ان تمام عبارات سے مجھ سا کم عقل کچھ نہیں سمجھ پایا۔ جناب کے جواب میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں، یہاں چیز کے لینے دینے ہاتھ ہاتھ لگنے پر بشرط شہوت حرمت ثابت۔ فتاوی دار العلوم کا بھی یہی حوالہ جناب نے دیا ہے، وہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ بہر حال جواب باصواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں اور فتاویٰ دار العلوم کی عبارت بھی نقل فرمادیں ممنون ہوں گا۔ اور صحیح صورت حال سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد شمیم خطاط مطابع الوحید ص، ب 9421 مکہ مکرمہ

الجواب: حامدًا ومصليًا

مخدوم ومکرم جناب شمیم احمد صاحب! زیدت الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط بشکل استفتاء موصول ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ، یہ دور افتادہ اب بھی نظر میں ہے اس سے مسرت ہوئی۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر باپ اپنی بیٹی کو یا بیٹا اپنے باپ کی بیوی کو، یا خوشدامن اپنے داماد کو شہوت کے ساتھ مس کرے اور انزال نہ ہو تو بیوی اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی، لیکن اگر انزال ہوجائے تو پھر حرام نہیں ہوگی۔ کما فی الجوہرۃ ''لا يشترط فى النظر للفرج تحريك آلته به يفتى هٰذا اذا لم ينزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة، به يفتى ابن كمال وغيره الخ وفى الشامى فلا حرمة لانه بانزال تبين انه غير مفض الى الوطى هدايه. قال فى العناية ومعنى قولهم انه لا يوجب الحرمة بالانزال ان الحرمة عند ابتداء المس بشهوة كان حكمها موقوفا الى ان يتبين بالانزال فان انزل لم تثبت والّا ثبت الخ'' (درمع

الشامی (۱) ج ۲ ص ۲۸۱، ہدایہ (۲) ج ۲ ص ۳۰۹)

فتاوی دارالعلوم میں ہے "سوال: زید کی خواشدامن نے زید کا بوسہ لیا اور گلے لگا کر پیار کیا اور زید سفر میں جارہا تھا اور زید کو اسی وقت انزال ہوگیا، وہ کہتا ہے کہ میرا شہوانی خیال بالکل نہ تھا، بے اختیار انزال ہوگیا، تو اب زید کی زوجہ اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اس صورت میں زید کی زوجہ زید پر حرام نہیں ہوئی، درمختار میں ہے **فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة به یفتی الخ** (فتاوی دارالعلوم ج ۷ ص ۳۸۹) (۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اصلاح انقلاب کی عبارت مس بشہوت بدون انزال پر محمول ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، وبہ نقول۔ اور حبیب الفتاوی میں ذکر کردہ مسئلہ مس بشہوت مع الانزال پر محمول ہے جیسا کہ سوال میں بھی اس کی صراحت ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کی بنیاد جماع ہے، اور انزال ہو جانے کی صورت میں بنیاد منہدم ہوگئی، لہٰذا حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، جیسا کہ حبیب الفتاویٰ میں ہے۔ اور انزال نہ ہونے کی صورت میں جماع کا امکان موجود ہے لہٰذا جماع نہ ہونے کی صورت میں تداعی جماع کو جماع کے قائم مقام بناتے ہوئے حرمت کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ اصلاح انقلاب میں ہے۔ چونکہ ابھی انزال نہیں ہوا ہے اس لئے مظنہ جماع موجود ہے اور مظنہ کو بھی یقین کا درجہ بہت سے مسائل میں دیا گیا ہے۔ جیسے "نوم مستلقیا یا مضطجعا" یہ سبب استرخاء مفاصل ہے اور استرخاء مفاصل مظنہ خروج ریح ہے، یہاں پر مظنہ کو تیقن کا درجہ دیتے ہوئے بہر صورت مستلقیا و مضطجعا نوم کو ناقض وضو قرار دیا گیا ہے۔

امید کہ ان تحقیقات کی روشنی میں تعارض ختم ہوگیا ہوگا! تاہم کوئی شبہ باقی ہو تو بندہ حاضر خدمت ہے۔ جلوت سے گوشہ نشینی (خلوت) اسی لئے اختیار کی گئی ہے تاکہ رفقاء کا تعارض ہر دور میں دور رہ کر بھی دور کیا جا سکے، حسب حکم فتاویٰ دارالعلوم کی پوری عبارت سوال جواب کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔

دعا کی درخواست ہے۔ رفقاء کار بالخصوص مولانا اشفاق احمد صاحب بکھراوی اعظمی کو سلام عرض کر دیں۔

فقط والسلام

مفتی حبیب اللہ القاسمی

۴ رشعبان ۱۴۲۳ھ

التعلیق والتخریج

(۱) (الشامی ج:۲ ص:۲۸۱۔ ۲۸۰) نعمانیہ دیوبند۔

(الشامی ج:۲ ص:۲۸۱۔ نعمانیہ دیوبند۔

(۲) ھدایہ ج:۲، ص:۳۰۹۔ تھانوی دیوبند۔

بنایہ ج:۴، ص:۵۳۵۔ دار الفکر بیروت۔

فی العنایہ ومعنی قولھم أنہ لا یوجب الحرمۃ بالانزال۔۔۔۔ الی فان أنزل لم تثبت وإلا ثبت الخ۔ (فتح القدیر ج:۳، ص:۱۳۱۔ دار إحیاء التراث)۔

(۳) فتاویٰ دار العلوم: ج:۷۔ ص:۳۸۹۔ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

لڑکی یا بہو کا پستان پکڑنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال (۵۸۵): کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی لڑکی یا بہو کو سینہ سے چپکایا یا زانوں کے نیچے دبایا یا پستان پکڑ لیا یہاں تک کہ انزال ہوگیا ایسی صورت میں زید کی بیوی زید پر یا اس کی بہو اس کے لڑکے پر حلال ہے یا نہیں شرعی حل بتایا جائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی (کذا فی الدر المختار(۱) ج ۲ ص ۲۸۰) وفی الجوھرۃ لا یشترط فی النظر للفرج تحریک التہ بہ یفتی ھذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ

الخ وفی الشامی قوله فلا حرمة لانه بالانزال تبین انه غیر مفضی الی الوطی هدایه قال فی العنایة ومعنی قولهم انه لا یوجب الحرمة بالانزال ان الحرمة عند ابتداء المس بشهوة کان حکمها موقوفا الی ان یتبین بالانزال فان انزل لم تثبت والا تثبت الخ (ج ۲ ص ۲۸۱ وہکذا فی فتاوی (۲) دارالعلوم ج ۷ ص ۳۸۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفی الجوهرة لا یشترط ۔ الی به یغنی ابن کمال وغیره۔ (الدر المختار ج:۱، ص:۱۸۸۔ دار الکتاب)۔

فلا حرمة لانه بالانزال۔ الخ۔ (شامی ج:۳، ص:۳۳۔ ایچ ایم سعید کراچی۔ هدایه ج:۲، ص:۳۰۹۔ مکتبه تھانوی دیوبند۔

ومعنی قولهم انه لا یوجب الحرمة إلی تثبت والتثبت۔ (عنایه مع کفایه علی هامش فتح القدیر: ج:۳، ص:۱۳۱۔ دار إحیاء التراث الاسلامی۔ بیروت۔

وهکذا فی فتاویٰ دار العلوم ج:۷۔ ص:۲۸۹۔ مکتبه دار العلوم دیوبند

لڑکا اگر اپنی ماں سے زنا کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے اپنی سگی ماں سے جماع کرلیا اب زید اور اس کی ماں اور باپ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کا یہ فعل انتہائی گھناؤنا اور شرمناک ہے زید پر لازم ہے کہ فوراً صدقِ دل سے مکمل ندامت اور گریہ وزاری کے ساتھ توبہ استغفار کرے اور والدین پر لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات

کے مطابق اس کا بستر الگ کر دیں۔ نیز ماں پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔ زید کی اس بیہودہ حرکت کی وجہ سے زید کی ماں زید کے باپ کے لئے حرمت مصاہرت کے تحت دائمی طور پر حرام ہوگئی۔ اب زید کے باپ کے لئے زید کی ماں سے تعلق ازدواجیت تادم آخری کسی حالت میں بھی بحال نہیں ہوسکتا۔

والزناء يوجب حرمة المصاهرة حتى لو زنا بأمرة حرمت عليه أصولها وفروعها وحرمت المزنية على اصوله وفروعه ولا تحرم اصولها وفروعها على ابن الواطي وابيه كما في المحيط للسرخسي.

لنا عموم قوله تعالىٰ ولا تنكحوا ما نكح آبائكم من النساء ولان كل تحريم تعلق بالوطئ الحلال تعلق بالوطئ الحرام ولانه استمتاع كالحلال. (مجمع الانہر ج۱ ص ۳۲۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) مجمع الانهر ص:۴۸۱ ج:۱۔ مکتبہ فقیہ الامۃ دیوبند۔

هدایہ ص:۳۰۸ ج:۲۔ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

فمن زنى بامرأة حرمت عليه أمها وان علت وابنتها وإن سفلت۔ وكذا تحرم المزانى بها على آباء الزانى وآجداده وإن علوا وابنائه وإن سفلوا۔ (هنديه ص:۳۳۹ ج:۱) زكريا جديد۔

قوله۔ والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة... أصولها وفروعها۔ (البحر الرائق ص:۹۸ ج:۳) ایچ ایم سعید۔

شامی ص:۲۷۹ ج:۲۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

کسی نے اگر سالی سے زنا کرلیا تو اس کی بیوی نکاح میں باقی رہے گی یا نہیں؟

سوال (۵۸۷): کسی نے اپنی سالی سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی یا نہیں، اس کی وجہ سے کوئی فساد ہوگا یا نہیں؟ اور دونوں کی اولاد میں ولد الحرام کے علاوہ بقیہ میں نکاح کی گنجائش ہوگی یا نہیں اگر گنجائش نہیں ہے تو کب تک یعنی لڑکے پوتے اسی طرح آئندہ کی نسلوں میں کوئی حرمت آئے گی یا نہیں؟

المستفتی (مولانا عثمان جونپوری) (گوریني)

الجواب: حامدًا ومصليًا

سالی سے زنا کرنا بہت بڑا گناہ ہے فوراً توبہ واستغفار کرے اور آئندہ خیال رکھے، باقی اس کی وجہ سے بیوی سے نکاح نہیں ٹوٹے گا البتہ احتیاطاً جب تک سالی کو ایک حیض نہ آجائے اس وقت تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کرے، **كما صرح به العلامة الشامي تحت قول صاحب الدر المختار وفي الخلاصة وطي اخت امرأته لا تحرم عليه امرأته قوله وفي الخلاصة وفي الدراية عن الكامل لو زنى باحدى الاختين لا يقرب الاخرى حتى تحيض الاخرى حيضةً الخ** (شامی ج ۲ ص ۲۸۱ باب المحرمات)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص: ۲۸۱/ج: ۲، مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

لا يجمع بين الاختين نكاحاً أو بملك يمين وطياً لقوله تعالى وإن تجمعوا بين

الاختين لقوله عليه السلام من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماءه فى رحم أختين۔ (هدایہ ص:۳۰۸ ج:۲) مکتبہ تھانوی دیوبند۔

وأمّا الجمع بين ذوات الأرحام.... فإنه لا يجمع بين أختين بنكاح ولا بوطئ بملك يمين سواء كانتا أختين من النسب او من الرضاع۔ (هندیہ ص:۲۷۳ ج:۱) زکریا جدید۔

خلاصة الفتاویٰ ص:[illegible] ج:۲۔ مکتبہ الاشرفیہ دیوبند۔

الدر المختار ص:۱۸۸[illegible] ج:۱۔ دار الکتاب دیوبند۔

وهكذا البحر الرائق ص:۵[illegible] ج:۳۔ ایچ ایم سعید۔

الدر المختار مع شامی ص:۴[illegible] ج:۳۔ کراچی۔

اپنی ساس، بیٹی یا بہو کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے کا حکم

سوال (۵۸۸): زید اپنی حقیقی ساس (خوشدامنہ) یا اپنی بیٹی یا اپنی بہو سے زنا کیا یا شہوت کا ہاتھ لگایا تو کیا زید کی بی بی زید پر اور زید کے لڑکے پر لڑکے کی بی بی حرام ہوگئی، حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر اور اس کے لڑکے کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اب حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وابنتها وعلى هذا الخلاف منه امرأة بشهوةٍ۔ (هدایة ص:۳۰۹ ج:۲۔ اشرفی بک ڈپو دیوبند)

ثم المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینهما ثوب۔ (الفتاویٰ الهندیة ص:۳۴۰ ج:۱۔ زکریا)۔

وحرم أیضاً میة: لأن المس والنظر بشهوة وتحته فی الشامیة: لأن الماس والنظر بسبب داعٍ إلی الوطء فیقام مقامه فی موضع الاحتیاط۔ (شامی ص:۳۲ ج:۳۔ کراچی)۔

باب الاولیاء والاکفاء

مسئلہ کفاءت

سوال (۵۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان باہم ازدواجی رشتہ قائم کرنے کے لئے ذات برادری کی تقسیم کا لحاظ کئے بغیر حسب ذیل باتیں کفو کی بنیاد بتائی جائیں۔

(۱) عقائد ودین داری۔ (۲) تعلیم۔ (۳) سماجی حیثیت ومعاشرت۔

(۴) اقتصادیات۔ (۵) عمر وشباہت۔

کیا مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان مذکورہ بالا برابری کی بنیاد پر رشتہ ازدواج کے عام رواج سے مرکزی اسلامی اخوت ومساوات اور تنظیم کو تقویت نہ ملے گی بہر حال جواب مفصل مع دلائل تحریر فرمائیں مشکور رہوں گا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شریعت مطہرہ کے اندر کفو کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے چنانچہ بہت سی رایتیں ہیں جس میں کفاءت کے اعتبار کی طرف توجہ دلائی گئی ہے حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خبردار عورتوں کی شادی اولیاء کے علاوہ کوئی نہ کرے اور غیر کفو میں نہ ہو **وفی حدیث جابر رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال(۱) لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء مبسوط** (سرخسی ج ۵ ص ۲۳ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۵) اسی طرح حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کی کتاب الاثار میں حضرت عمرؓ کا ایک اثر منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ حسب والی عورتوں کو اس بات سے ضرور روکوں گا کہ وہ غیر کفو میں شادی نہ کریں **ما روی محمد فی کتاب الأثار عن ابی حنیفةؒ عن رجل عن عمر بن الخطابؓ قال لا منعن فروج ذوات الاحساب الا من الاکفاء ومن ذالک ما**

رواہ الحاکم وصححہ من حدیث علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لہ یا علی ثلاث لا تؤخرھا الصلوٰۃ اذا آنت والجنازۃ اذا حضرت والایّم اذا وجدت لھا کفوًا الخ (فتح القدیر (۳) ج ۳ ص ۱۸۵) حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تین چیزیں ایسی ہیں کہ اس میں تاخیر مت کرو۔ (۱) نماز جب اس کا وقت آجائے۔ (۲) اور جنازہ جب حاضر ہو جائے۔ (۳) اور بغیر شوہر والی عورت جب کفو مل جائے غرضیکہ کفاءت کا اعتبار ہے اور کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے اسی وجہ سے علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اس کو جمہور کا قول قرار دیا ہے **واعتبر الکفاءۃ فی النسب الجمھور الخ** (ج ۶ ص ۲۶۲) (۳) آگے یہ بات رہ جاتی ہے کہ کفاءت کا اعتبار کن کن چیزوں میں ہے تو اس میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کفاءت کا اعتبار صرف دین میں ہے۔ (۴)

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ دین، حریت، سلامتی عن العیوب میں اعتبار ہے۔

(۳) امام احمدؒ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کفاءت کا اعتبار صرف اسلام میں ہے مگر امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ نسب میں بھی اس کا اعتبار ہے اسی طرح امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ مال اور سلامتی عن العیوب میں بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا **ھکذا علی ھامش کنز الدقائق ص ۱۰۳ ناقلاً عن العینی وفتح القدیر**

(۴) علامہ خطابی نے یہ لکھا ہے کہ کفاءت کا اعتبار اکثر علماء کے نزدیک چار چیزوں میں ہے۔ (۱) دین۔ (۲) حریت۔ (۳) نسب۔ (۴) صناعۃ **قال الخطابی ان الکفاءۃ معتبرۃ فی قول اکثر العلماء باربعۃ اشیاء الدین والحریۃ والنسب والصناعۃ الخ** (نیل الاوطار للشوکانی (۵) ج ۱ ص ۲۶۳)

(۵) احناف کے نزدیک کفاءت کا اعتبار چھ چیزوں میں ہے: (۱) نسب۔ (۲) حریت۔ (۳) اسلام۔ (۴) دیانت۔ (۵) مال۔ (۶) حرفت۔ **کذا فی کنز الدقائق والکفاءۃ تعتبر نسبًا وحریۃً واسلامًا ودیانۃً ومالًا وحرفۃً**

الخ ص ۱۰۲ وهكذا فی بدائع الصنائع (ج ۲ (٦) ص ۳۱۸) وهكذا فی البحر الرائق (ج ۳ ص ۱۳۰) وهكذا فی المبسوط للسرخسی (ج ۵ ص ۲۳) فقہ حنفی کی جتنی کتابیں هیں ان سب میں نسب کا ذکر ہے اور تمام فقہاء احناف نے کفاءت فی النسب کو تسلیم کیا ہے اور احادیث سے اس کو ثابت کیا ہے علامہ شوکانی نے بھی کفاءت فی النسب کا تذکرہ کیا ہے اور احادیث سے اس کو ثابت کیا ہے اور اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے **واعتبروا الكفاءة فی النسب الجمهور الخ** (نیل الاوطار ج ٦ ص ۲٦۲) صاحب بدائع رقم طراز ہیں **واما الثالث فی بیان ما تعتبر فیه الكفاءة اشیاء منها النسب والاهل فیه قول النبی ﷺ قریش بعضهم اكفاء لبعض الخ** (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸) کفاءت فی النسب کا اعتبار بمقتضاء نکاح نہیں بلکہ بضرورت رفع فساد ہے اس کا اعتبار نہ کرنے کی صورت میں فساد دور نہیں ہوگا بلکہ مزید اضافہ ہوگا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرما چکے ہیں میری امت میں دو باتیں کفر کی رہیں گی ایک نسب میں طعنہ دینا اور دوسرے حسب میں فخر کرنا عین الهدایہ ج ۲ ص ۴۸ اور یہ دونوں باتیں اس دور میں علی وجہ الاتم موجود ہیں بلکہ روز افزوں ہیں اس لئے کہ قلوب سے عموماً تقویٰ وخشیت نکل چکا ہے ایسی حالت میں نسب (برادری) کو کفاءت سے خارج کرنا فتنہ وفساد کو مزید فروغ دینا ہے اور معاشرہ کی متحد فضاء کو افتراق سے بدل کر مسموم کرنا ہے غرضیکہ نسب کا اعتبار اسی وجہ سے ہے تا کہ فتنہ وفساد کا دروازہ مسدود رہے اور اتحاد قائم رہے اس لئے کہ نسب میں عموماً تفاخر ہوتا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ اور صاحب بحر الرائق نے کفاءت فی النسب کے اعتبار کی وجہ تفاخر ہی بیان کی ہے **ثم الكفاءة تعتبر فی النسب لانه یقع به التفاخر الخ** (ہدایہ مع فتح القدیر (۷) ج ۳ ص ۱۸۸ وہکذا فی بحر الرائق (۸) ج ۳ ص ۱۳۰) **لان هذه الاشیاء یقع بها التفاخر فیما بینهم فلا بد من اعتبارها الخ** نکاح کا جو مقصد ہے (توالد تناسل الفت محبت وبستگی دلداری وغیرہ) اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب کہ کفاءت کا اعتبار کیا جائے اور ہر چیز میں خصوصاً نسب میں مساوات ہو اس لئے کہ عورت

فراش بنتی ہے اور کوئی شریف عورت یہ گوارہ نہیں کرسکتی کہ وہ کسی کمینہ یا رذیل یا نیچی نسب والے کی فراش بنے اگر شوہر علم میں دولت میں قدرے کم ہوتو وہ برداشت کرسکتی ہے مگر کسی نیچی ذات والے کو برداشت نہیں کرسکتی اور خصوصا اس زمانہ میں تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ اپنی ذلت محسوس کرتی ہے اور اپنے کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ **قال النبی ﷺ لیس للمؤمن ان یذل نفسه** اس لئے کفاءت سے نسب کو نہیں نکالا جاسکتا۔

وهذه لأن النكاح ينعقد للعمر ويشتمل عل اغراض ومقاصد من الصحة والالفة والعشرة وتأسيس القرابات وذالك لا يتم الا بين الاكفاء وفى اصل الملك على المرأة نوع ذلة واليه اشارة رسول الله ﷺ فقال النكاح رق فلينظر احدكم اين يضع كريمته واذلال النفس حرام قال ﷺ ليس للمؤمن ان يذل نفسه الخ وفى افتراش من لا يكافئها زيادة ذلة فلهذا إعتبرت الكفاءة الخ (المبسوط للسرخسی ج ۵ ص ۲۳ وہکذا فی الهدایہ ج ۳ ص ۱۸۷ و فتح القدیر (۹) ج ۳ ص ۱۸۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن جابر أنّ النبی صلی الله علیه وسلم۔ قال لا یزوّج النساء إلّا الأولیاء" إلی اخره" (فتح القدیر ص:۱۸۵ ج:۳) دار إحیاء التراث العربی۔ (وکذا فی البنایه ص:۶۱۷ ج:۴) دار الفکر بیروت۔

(۲) ماروی محمد فی کتاب الآثار "الخ" (فتح القدیر ص:۱۸۵ ج:۳) دار إحیاء التراث العربی۔

عن علیّ عند الترمذی أنّ النبی۔ صلی الله علیه وسلم قال له ثلاث لا تؤخّر الصلاة إذا أتت والجنازة إذا حضرت والأیمّ إذا وجدت لها کفواً۔۔۔ وعتبرا

الکفاءۃ فی النسب الجمھورُ۔ (نیل (۳) الأوطار ص:۱۴۴ ج:۶) شرکۃ القدس (وفی الفتح القدیر ص:۱۸۵ ج:۳)۔

(۴) وقال مالك وسفیان لا تعتبر إلّا فی الدین۔ (علی ھامش کنز الدقائق ص:۱۰۱) کتب خانہ رشیدیہ۔

(۵) نیل الأوطار ص:۱۴۵ ج:۶ شرکۃ القدس۔

(۶) (کنز الدقائق ص:۲۰۲) رشیدیہ (وکذا فی البدائع الصنائع ص:۶۲۶ ج:۲) زکریا۔ (وکذا فی البحر الرائق ص:۱۳۰ ج:۳) سعید۔

(۷) (ھدایہ مع فتح القدیر ص:۱۸۸ ج:۳) دار إحیاء التراث العربی۔

(۸) (البحر الرائق ص:۱۳۰ ج:۳) سعید۔

(۹) فتح القدیر ج:۳ ص:۱۸۷۔ دار إحیاء التراث العربی۔

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنے کا حکم

سوال (۵۹۰): ہندہ بالغہ کا نکاح اس کے والد بکر نے ہندہ کی رضا کے بغیر زید کے ساتھ کر دیا، نکاح کے بعد رخصتی میں ہندہ کو مجبوراً سسرال جانا پڑا اور سسرال میں زید کے پاس پندرہ دن رہی، اب ہندہ میکہ سے آنے کے بعد دوبارہ زید کے پاس جانے کے لئے کسی بھی صورت میں تیار نہیں اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید سے صحیح ہوا کہ نہیں اگر درست ہے تو طلاق کی کون سی صورت ہونی چاہئے۔

الجواب: حامداً ومصلیًا

بالغہ لڑکی پر باپ کو ولایت اجبار حاصل نہیں اسی وجہ سے باپ کے لئے بھی بالغہ لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے اگر باپ نے لڑکی کی اجازت ورضاء کے بغیر نکاح کر دیا تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت ورضاء پر موقوف ہوگا۔ (۱) اگر صراحتہ یا قرائن سے دلالۃ لڑکی کی رضاء معلوم ہو جائے تب تو یہ نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں ”**ولا یجبر ولی بالغۃ علی النکاح بل**

یجبر الصغیرة عندنا ولو ثیبا لان ولایة الاجبار ثابتة علی الصغیرة دون البالغة" (مجمع الانہر: ۱/ ۳۳۳) (۲)

التعلیق والتخریج

(۱) لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب او سلطان بغیر اذنتها بکراً أو کانت ثیباً. فإن فعل ذلك. فالنکاح موقوف علی اجازتها فإن اجازته جار وإن ردّته بطل. (هندیه ج:۱ ص:۳۵۳).

(۲) ولا یجیر ولی بالغة علی النکاح "الخ". (مجمع الأنهر ص:۴۹۰ ج:۱) فقیه الأمت. لا تجبر البالغة البکر علی النکاح لا نقطا الولایة بالبلوغ. (شامی ص:۱۵۵ ج:۴). اشرفیه.

وکذا فی الهندیه ص:۵۳ ج:۱. زکریا جدید.

وکذا فی البحر الرائق ص:۱۰ ج:۳. سعید.

وکذا فی النهر الفائق ص:۰۲ ج:۲. زکریا.

نابالغہ بچی کا نکاح نانا نے کیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۵۹۱): عظیم اللہ صاحب کی بچی جس کی عمر پانچ سال تھی اس کے نانا نے بغیر والدین کی اجازت کے نکاح کر دیا بچی کم سن ہونے کی وجہ سے کہہ نہ سکی لیکن والد کو جب اس کی اطلاع ملی تو والد نے اس نکاح کو رد کر دیا اب بچی بالغ ہو چکی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس کی شادی دوسری جگہ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

والد کی موجودگی میں نانا کو نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں تھا لیکن اگر کر دیا تو باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور باپ نے جب اسے رد کر دیا تو اب یہ نکاح باطل ہو گیا لہٰذا اب والد دوسری جگہ اس کی شادی کر سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں "**فلو زوج الا بعد**

حال قیام الأقرب توقف علی اجازته" (شامی: ۲/ ۴۳۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فلو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته۔ (شامی ص:۱۸۹ ج:۴)۔ اشرفیه۔

وفی سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص:۴۹۹ ج:۱۔ زکریا۔

علی هامش شرح الوقایه ص:۱۵ ج:۲۔ حاشیه نمبر ۷۔ مکتبه تهانوی۔

وکذا فی الهندیه ص:۱۵۱ ج:۱۔ زکریا جدید۔

اپنے سے کم درجہ حسب ونسب والی لڑکی سے شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۵۹۲): زید جو کہ پٹھان یا شیخ اور مسلم ہے۔

کیا کسی طوائف یا اپنے سے کم درجہ حسب ونسب والی لڑکی مثلاً انصاری یعنی جولاہا اور کافر قوم کی کسی برادری کی لڑکی سے دراں حالیکہ وہ ایمان لا چکی ہو نکاح درست ہے یا کوئی قباحت ہے اس بارے میں وضاحت سے بیان فرما دیں۔ غفران احمد (جونپور)

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شرعاً نکاح تو صحیح ہے لیکن میاں بیوی کے تعلقات میں خوشگواری اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب شادی کفوء (برابری) میں ہو اور بنیاد دین داری ہو نیز شادی حتی المقدور کوشش کرکے اپنے علاقہ میں کی جائے۔ بہت زیادہ دوری کی وجہ سے رہن سہن اور عرف ورواج میں فرق کی وجہ سے بھی بعض مرتبہ ناخوشگوار حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ینعقد نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی والاصل ان کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه۔ الخ۔ (در المختار ص:۵۵ ج:۳) کراچی۔

ولا تتوفر الا بین المتکافئین عادة۔ (البحر الرائق ص:۱۱۸ ج:۳۔ سعید)۔

المرأة اذا زوجت نفسها من غیر کفء هل لها ان تمنع نفسها حتی یرضی الاولیاء۔ (فتاویٰ عالمگیریه ص:۲۹۳ ج:۱) رشیدیة۔

هکذا فی (فتاویٰ محمودیه ص:۲۵۵ ج:۱۷۔ مکتبه محمودیة میرٹھ۔

ولی اقرب کی رضامندی کے بغیر ولی ابعد نے نکاح کردیا نکاح ہوایا نہیں؟

سوال (۵۹۳): لڑکی کا رشتہ اس کی ماں اور ماموں وغیرہ نے کہیں طے کیا اور باپ بمبئی میں موجود تھا، رشتہ طے ہوکر تاریخ مقررہ پر بارات بھی آگئی، اس موقع پر باپ بمبئی سے گھر گیا تو اب آنے پر لڑکی کا باپ لڑکے کو دیکھ کر ناپسند کردیا اور شادی سے انکار کردیا کہ یہ رشتہ اور لڑکا ہمیں پسند نہیں ہے ایسے موقع پر لڑکی کے ماموں و دیگر رشتہ دار و خاندان کے لوگ سمجھاتے ہیں اور دباؤ ڈالتے ہیں کہ بارات واپس جائے گی تو بڑی بے عزتی ہوگی ان حالات سے پریشان ہوکر جھنجھلا کر غصہ میں باپ کہدیتا ہے کہ جاؤ کچھ بھی کرو مجھ سے کوئی مطلب نہیں ہے ماموں اور خاندان و باقی عزیز دار نے نکاح کردیا اب لڑکی والے یہ رشتہ قائم رکھنا نہیں چاہتے ہیں اور لڑکی اس وقت بھی نابالغ ہے لڑکی والے خلع کی صورت دریافت کرنا چاہتے ہیں مہربانی کرکے خلع کی آسان صورت شریعت کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں نکاح ہی درست نہیں ہوا، اس لئے خلع حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ دوسری جگہ بلا خلع کے نکاح کردیں۔

”وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته الخ“ (درمختار(۱): ۲/ ۳۱۵) ”فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الابعد ان کان حاضرا فی مجلس العقد ما لم یرض به صریحا او دلالة تامل اه“ (شامی: ۲/ ۳۱۵) (۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) در المختار ص:۳۱۵ ج:۲۔ مکتبہ نعمانیہ۔

فلا یکون سکونه اجازة النکاح الا بعد ان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض به صریما اودلالة تامل الخ۔ (شامی ص:۳۱۵ ج:۲) نعمانیہ۔

(۲) وأما اذا کان أحدهما أقرب من الاخر فلا ولایة للأبعد مع الأقرب الخ۔ (البحر الرائق ص:۱۱۹ ج:۳) ایچ ایم سعید۔

وان زوجها أعنی الأب والجد فلکل واحد عنهما الخیار إذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء یفسخ الخ۔ (هدایه ص:۳۱۷ ج:۲۔ مکتبه تھانوی۔

(۳) وهکذا مجمع الأنهر ص:۴۹۴ ج:۱۔

نابالغ کے نکاح کے فسخ کا حکم

سوال (۵۹۴): نکاح کے فسخ کا اختیار زید کو ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بالغ ہونے کے بعد زید طلاق دے سکتا ہے، اس وقت یعنی قبل البلوغ اس کو کوئی اختیار نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

حدثنا عباد بن عوام، عن سعید، عن قتادة فی ولی الیتیمة، اذا زوجها وهی صغیرة قال: النکاح جائز، ولها الخیار۔ (المصنف لابن ابی شیبة ص:۵۷، ج:۹)۔ رقم: ۱۶۲۵۶)۔

(۱) اذا کان المزوّج للصغیر والصغیر غیر الاب، والجد فلهما الخیار بالبلوغ، أو العلم به، فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ، الابشرط القضاء۔ (شامی ص:۷۰ ج:۳)۔ کراچی۔

فإن زوجهما الاب او الجد فلا خیار لهما بعد البلوغ.... قوله وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیارة الخ۔ (الجوهرة النیرة ص:۱۱ ج:۲) مکتبه میر محمد کتب خانه۔

نکاح میں کفاءت اور عمر میں تفاوت سے متعلق ایک مسئلہ

سوال (۵۹۵): عقد کے اندر کنوارے کی عمر کی شرائط؟ کفو سے کیا مراد ہے؟ لڑکی یا لڑکے کی عمر میں کم بیش ہونے پر نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ چالیس سال یا تیس سال کے آدمی کے ساتھ سترہ یا بیس سال کی لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ دونوں میں کوئی مریض نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر حضرت عائشہ کے نکاح کے وقت کیا تھی؟ نیز حضرت عائشہ کی کیا عمر تھی؟ حضرت خدیجہ کا نکاح کس عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کفو کے معنی برابر اور ہمسری کے ہیں، حضرات ائمہ کرام کے نزدیک کفاءت معتبر ہے، گو آگے چل کر حضرات ائمہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ کن کن چیزوں میں ہمسری اور برابری ہے، حضرات حنفیہ کے نزدیک اور دیگر امور کے علاوہ حسب ونسب میں بھی برابری وہمسری زوجین کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے مطلوب ہے۔ (۱)

آپس کی رضامندی سے عمر میں تفاوت کے باوجود شرائط ضروریہ کے بہم پہونچنے کے وقت شرعاً نکاح مقبول اور معتبر ہے، لیکن زوجین کی زندگی میں خوشگواری پیدا کرنے کے لئے زوجین کا عمر میں تناسب محمود ہے، اگر بہت زیادہ تفاوت کے ساتھ آپس کی رضامندی سے نکاح ہوگیا تو شرعاوہ غیر معتبر نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ثم الکفاءۃ تعتبر فی النسب۔۔۔ وتعتبر ایضاً فی الدین۔ وتعتبر فی المال۔۔۔۔ وتعتبر فی الصنائع۔ (الھدایہ ص:۲۳۰ ج:۲) مکتبہ تھانوی دیوبند۔

الکفاءۃ تعتبر فی أشیاء۔ منھا النسب۔ ومنھا إسلام الآباد۔۔۔ ومنھا الحریہ۔ فی المال۔ الدیانہ الخ۔ (ھندیہ جدید ص:۷۔ ۳۵۶۔ ج:۱) زکریا۔

وھکذا۔ التاتارخانیہ ص:۱۳۱ ج:۴۔ زکریا۔

وھکذا۔ الدر المختار مع الشامی ص:۸۶ ج:۳۔ کراچی۔

بالغہ لڑکی پر والد کو ولایت اجبار حاصل ہے یا نہیں؟

سوال (۵۹۶): ہندہ بالغہ کا نکاح اس کے والد بکر نے زید سے بلا مرضی ہندہ کے کردیا، نکاح کے بعد رخصتی میں ہندہ کو مجبوراً سسرال جانا پڑا، اور سسرال میں زید کے پاس پندرہ دن رہی، واپس میکہ آنے کے بعد دوبارہ زید کے پاس جانے کے لئے کسی بھی صورت میں تیار نہیں، اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید سے صحیح ہوا کہ نہیں؟ اگر درست ہے تو طلاق کی کون سی صورت ہونی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

بالغہ لڑکی پر باپ کو ولایت اجبار حاصل نہیں اس لئے باپ کے لئے بھی بالغہ لڑکی سے

اجازت لینا ضروری ہے اگر باپ نے لڑکی کی اجازت اور رضا کے بغیر نکاح کر دیا تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت ورضا پر موقوف ہوگا اگر صراحۃً یا قرائن سے دلالۃً لڑکی کی رضا معلوم ہو جائے تب تو یہ نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں۔ **ولا یجبر ولی بالغة علی النکاح بل یجبر الصغیرة عندنا ولو ثیبًا لان ولایة الاجبار ثابتة علی الصغیرة دون البالغة** (مجمع الانہر ج ا ص ۳۳۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنهر ص:۴۹۰ ج:۱۔ مکتبه فقیه الامت دیوبند۔

البنانة فی شرح الهدایه ص:۵۸۴ ج:۴۔ دار الفکر۔

البحر الرائق ص:۱۰[illegible] ج:۳۔ ایچ ایم سعید۔ پاکستان۔

(الفقه الحنفی وأدلّته ص:۱۴۶ ج:۲۔ المکتبة الشیخ الهند بدیوبند۔

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

حبیب الفتاویٰ اول

حبیب الفتاویٰ دوم

حبیب الفتاویٰ سوم

حبیب الفتاویٰ چہارم

حبیب الفتاویٰ پنجم

حبیب الفتاویٰ ششم

حبیب الفتاویٰ ہفتم

حبیب الفتاویٰ ہشتم

تحقیقات فقہیہ جلد اول

رسائل حبیب جلد اول

رسائل حبیب جلد دوم

صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلد اول

احب الکلام فی مسئلۃ السلام

مبادیات حدیث

نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین

التوسل بسید الرسل

المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

احکام یوم الشک

جذب القلوب

تحفۃ السالکین

نوٹ کی شرعی حیثیت

والدین کا پیغام زوجین کے نام

تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت

حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن

حبیب العلوم شرح سلم العلوم

حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک

قدوۃ السالکین

درود وسلام کا مقبول وظیفہ

التوضیح الضروری شرح القدوری

خطبات حبیب

مقالات حبیب

برکات قرآن

علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت

مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں

جمع الفوائد شرح شرح عقائد

جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلا دیا

خوابوں کی سبق آموز تعبیرات اور نادر حکامات و مسائل کا گراں قدر مجموعہ

خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت

خواب ایک حسین و دلکش منظر ہے جسے دیکھ کر انسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔ طبقہ اردو کی تشنگی کا مداوا ''خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت'' مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دو جلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند و مجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقد معلومات درج ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جا بجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔ لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر ان کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کر دیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ''خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت'' (اول و دوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمیؒ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ نٹ قیمت:-/250